قدیم اسلامی مدارس

منوّر جہاں رشید

★

مجلسِ ترقّیِ ادب

کلب روڈ۔ لاہور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

قدیم اسلامی مدارس

منوّر جہاں رشید

★

مجلسِ ترقیِ ادب

کلب روڈ۔ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول: جون ۱۹۸۵ء

تعداد: ۶۰۰

134721

ناشر : احمد ندیم قاسمی، ناظم مجلس ترقی ادب، لاہور

طابع : سید ظفرالحسن رضوی

مطبع : ظفر سنز پرنٹرز، کوپر روڈ، لاہور

قیمت : ۳۵ روپے

Marfat.com

کرم بی بی کے نام

جنھیں میں پیار سے مانیا جی کہتی تھی

اور

جنھوں نے مجھ میں اسلام سے محبت کا جذبہ

پیدا کیا

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

دیباچہ - - - - - - - - - - - ۱

اسلام میں علم کی فضیلت - - - - - - - - ۷

قرآنی آیات میں علم کی فضیلت - - - - - - - ۱۰

ارشاداتِ نبوی - - - - - - - - - ۱۲

اقوالِ اکابرین - - - - - - - - - ۱۹

علم کے پست مقاصد - - - - - - - - ۲۱

اسلامی تعلیم کے مقاصد - - - - - - - - ۲۲

اسلام سے پہلے اور بعد - - - - - - - - ۲۷

عہدِ نبوی میں تعلیم اور مدارس - - - - - - - ۳۰

طریقۂ درس و تدریس - - - - - - - - ۳۱

خلافتِ راشدہ کا نظامِ تعلیم - - - - - - - ۳۷

صحابۂ کرام کی تعلیمی سرگرمیاں - - - - - - ۴۱

بنو اُمیہ کے مدارس - - - - - - - - - ۴۵

اعلیٰ تعلیم - - - - - - - - - ۴۸

تعلیم نسواں - - - - - - - - - ۵۰

بدوؤں کی علمی خدمات - - - - - - - - ۵۲

کتّاب کی علمی خدمات - - - - - - - - ۶۱

معاشرے کی علمی خدمات - - - - - - - ۶۴

Marfat.com

علما کی قیام گاہوں کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۸

محلات کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۱

مسجد کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۵

مسجدِ نبوی میں درس و تدریس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۷

ادبی نشستوں کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۸

اُمّہات المدارس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۹

بغداد اور مدرسہ نظامیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۴

نظام الملک طوسی کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۹

نظامیہ بغداد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۴

نظامیہ بغداد کے تحت مدارس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۷

نظامیہ بغداد کے شیوخ و علما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۵

خاندانِ نوریہ کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۷

نوریہ خاندان کے مزید مدرسے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶۶

خاندانِ صلاحیہ کی علمی خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۷۱

خاندان صلاحیہ کے مزید مدرسے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۷۴

خاندانِ عباسیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۸۱

مامون الرشید کا دارالعلوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۸۲

مدرسہ المستنصریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۸۳

اتراک و چراکسہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۸۸

مکہ معظمہ کے مدارس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۹۱

Marfat.com

ترک سلاطین - - - - - - - - - ۱۹۹
ترک سلاطین کے مدارس - - - - - - - ۲۰۱
اندلس کے مدارس - - - - - - - - - ۲۱۱
الحکم ثانی کی علم دوستی - - - - - - ۲۱۲
جامعۂ قرطبہ - - - - - - - - - ۲۲۰
غرناطہ کی یونیورسٹی - - - - - - - ۲۲۷
صقلیہ کے مدارس - - - - - - - - - ۲۳۳
صقلیہ میں علوم کی ترقی - - - - - - - ۲۳۴
عہدِ اسلامی میں علمی ترقی - - - - - - ۲۳۶
علم ہیئت و علم ریاضیات - - - - - - ۲۴۴
اٹلی کے دارالعلوم - - - - - - - - - ۲۴۷
نیپلز کی یونیورسٹی - - - - - - - - ۲۴۷
پیڈوآ کی یونیورسٹی - - - - - - - - ۲۴۸
سلرنو کا طبیہ کالج - - - - - - - - ۲۴۹
فاطمینِ مصر کے مدارس - - - - - - - - ۲۵۷
جامعۂ ازہر - - - - - - - - - ۲۵۷
مجلس علمیہ - - - - - - - - - ۲۵۸

Marfat.com

دوسرا حصہ

اسلامی کتب خانے ۲۶۱

بنو امیہ کا عہد - - - - - - - - - - ۲۶۶

عہدِ عباسیہ میں کتب خانے - - - - - - - ۲۷۰

خلیفہ ہارون الرشید کی علمی خدمات - - - - - - ۲۷۳

فاطمینِ مصر کے کتب خانے - - - - - - - ۲۹۸

دارالعلم یا دارالحکمت - - - - - - - ۳۰۱

دیگر اسلامی کتب خانے - - - - - - - - ۳۰۷

* * *

Marfat.com

دیباچہ

علم ہر تخلیق کی کنجی ہے ۔ تعلیم ذہنوں کو جلا دیتی ہے ، خیالات کو متحرّک کرتی ہے اور انسان میں تخلیق و ایجاد کا جذبہ بیدار کرتی ہے ۔ قوتِ اختراع کو جگاتی ہے اور عمل کی اہلیت بڑھاتی ہے ۔ وجود میں خوابیدہ گہری تخلیقی قوتوں کو جگاتی ہے اور بروئے کار لاتی ہے ۔ تخلیقی ذہنوں میں تخلیقی امنگوں کے ولولے پیدا کرتی ہے ۔ ہر قوم کے عروج میں اُس قوم کی تعلیم نے اعلیٰ کردار ادا کیا ہے ۔ علم سے بے بہرہ قومیں آہستہ آہستہ زوال پزیر ہوتی گئیں اور پھر ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں ۔ تاریخ کے اوراق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب انسان میں محنت ـــــ مسلسل محنت ، عزم و آہنی ارادے ، خلوص و ایثار کے جذبات مرتب ہوئے تو افراد نے قومی حیثیت سے زندگی کے ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ اور یہ بلند معیار کے کارہائے نمایاں سیاسی قوت ، سیاسی وسعت و برتری کے پیشرو بھی ثابت ہوئے ۔ لیکن جب کردار گر گیا ، فکر و عمل پست ہو گئے ، گوناگوں اخلاق پستی مسلط ہو گئی تو قوم زوال پذیر ہو گئی ، اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لی گئی ۔ یوں قوم کی انفرادیت ہی فنا ہو گئی ۔

بیعت اولیٰ میں بارہ مسلمان حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ اور پھر پیغمبر اسلام کی قیادت میں اسلام پھیلتا گیا اور اسلامی تسلط کے علاقے

Marfat.com

بڑھتے گئے - بیس برس کے قلیل عرصے میں مسلمان ایک بڑی سیاسی طاقت بن چکے تھے اور دنیا سے ایک منفرد قوم ہونے کا اعتراف کرواچکے تھے - یوں مسلمان سو سال کے قلیل عرصے میں ایک عظیم سلطنت اور ایک مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے - اس طرح وہ دنیا سے اپنی طاقت کا لوہا منوا کر دنیا کے اذہان پر بھی اپنی حکومت کے نقوش ثبت کرنے لگے - صنعت و حرفت ، تجارت ، تعلیم ، جغرافیہ ، تاریخ ، سائنس ، فقہ ، طب ، زراعت ، فنِ تعمیر الغرض کارخانۂ حیات کا کوئی شعبہ نہ تھا جس میں فرزندانِ توحید نے کارہائے نمایاں انجام نہ دیے ہوں اور جدت سے معمور اپنی ایجادات ، تحقیقات اور انکشافات سے زندگی کو مالامال نہ کیا ہو - انھوں نے اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے شہرتِ دوام حاصل کی - انسانی تہذیب کی تاریخ میں اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا - یہ کیسے ہوا ؟ کیونکر ہوا ؟

مدارس کا کردار :

مدارس ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جس میں تخلیقی قوتیں بیدار ہوتی ہیں - اعلیٰ اخلاق اقدار تشکیل پاتی ہیں - تخلیقی جوہر کی تعمیر ہوتی ہے اور ایجاد سے معمور کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں - انسانیت کا ارتقا ہوتا ہے - قوتِ اختراع متحرک ہوتی ہے - تخلیق و ایجاد جنم لیتے ہیں اور زندگی پاتے ہیں - اسلامی مدارس کی مدد سے مسلمانوں کا عروج اوجِ فلک پر پہنچا اور مسلمان نمونۂ عمل بن گیا - جبکہ انھی مدارس کے زوال سے مسلمان گر گیا ، غلامی کی زنجیروں میں جکڑلیا گیا - جہالت اور فتنہ و فساد کی اذیت میں مبتلا ہو گیا اور یوں افلاس کے دائمی کرب کا شکار ہوگیا - ہر جگہ المناک انجام کو

Marfat.com

پہنچا ۔ اس پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں ۔ ہندوستان میں مغل بادشاہ ، اندلس میں مور بادشاہ اور ان کی قوم نے طرح طرح کی تباہی دیکھی ۔ یہ کیوں ہوا ؟ کیسے ہوا ؟ میرے ذہن میں بار بار یہ سوال اٹھتا رہا ہے ؛ اور اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیم کی طرف سے بے اعتنائی ہی اس ساری تباہی و بربادی کی ذمہ دار ہے ۔

ابتدائے اسلام میں اسلامی مدارس غیر رسمی تھے ۔ مساجد میں ہی استاد کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا جاتا تھا ۔ مکہ معظمہ میں دارِ ارقم اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کا صفہ چبوترہ پہلے مدارس تھے ۔ آنحضرت[ؐ] خود علمی ، اصلاحی ، اخلاق ، روحانی اور مذہبی درس دیتے تھے ۔ آپ[ؐ] کے بعد خلفائے راشدین[رض] نے بھی یہ سرگرمیاں جاری رکھیں ۔ حضرت عمر[رض] نے خصوصاً تعلیم کی طرف توجہ دی اور مکاتب کا جال بچھا دیا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام فروغ پاتا رہا ۔ مسجدیں وسیع ہوئیں ۔ ان میں علمی حلقے قائم ہوئے ۔ حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی فرقے کے تدریسی شعبے قائم ہوئے ۔ مسجدوں سے ملحق مدرسے قائم ہوئے ۔ کتابیں ، علما کی قیام گاہیں ، کتب فروشوں کی دکانیں تیار ہوئیں ۔ درس و تدریس ، علمی مناظرے و مباحثے منعقد ہوتے رہے اور علم کو مقبول کرتے رہے ۔ اسلامی دنیا میں متعدد مدارس معرض وجود میں آئے ۔ مدرسہ نیشاپور خصوصاً نمایاں تھا ۔ لیکن پھر زمانے نے کروٹ لی اور منظم مدارس کا قیام عمل میں آیا ۔ مدرسہ نظامیہ بغداد اور اس کی مختلف ممالک میں شاخیں قائم ہوئیں ۔ خلفاء نے مدرسوں کے قیام میں دلچسپی لی اور زرِ کثیر خرچ کرکے اعلٰے معیار کے مزید مدرسے قائم کیے ۔ یوں نورالدین زنگی کا مدرسہ النوریہ الکبریٰ ، خلیفہ مستنصر باللہ کا

Marfat.com

مدرسہ مستنصریہ اور دیگر مدارس قائم ہوئے۔ ہر دور میں ہر حکومت میں مدارس کی تعداد بڑھتی گئی اور ہر مدرسے کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی قائم ہوا ۔ یہ کتب خانے عوام کو کتابوں تک رسائی فراہم کرتے تھے اور علماء یہاں پر درس و تدریس کے ذریعے مسلمانوں کو علم سے فیض یاب کرتے تھے ۔

یہ مثالی مدارس تھے کیونکہ ان اسلامی مدارس میں ہر جگہ تعلیم مفت تھی اور مساوات کا اصول کارفرما تھا ۔ داخلہ آسان اور بلا تخصیص تھا ۔ وقت کی کوئی پابندی نہ تھی ۔ ان مدارس میں جتنا عرصہ چاہتے قیام کرکے طلبہ اپنی تعلیم مکمل کر سکتے تھے ۔ یہ مدارس رہائشی تھے ۔ خور و نوش ، سٹیشنری ، کتابیں ، شمع دان اور اُن کا تیل ، سب سامان مفت تھا ۔ اچھی کارکردگی پر وظائف بھی دیے جاتے تھے ۔ بعض مدارس میں ایک طلائی دینار ہر طالب علم کو دیا جاتا تھا ۔ یہاں وقت کے نامور علماء درس دیتے تھے ۔ طلباء کو اُن کی قدرتی دلچسپی ، طبعی رجحانات اور ذہانت کے مطابق علم کی دولت سے مالا مال کیا جاتا تھا ۔ اس طرح گہرا انہاک ایک بے ساختگی سے ابھر آتا ۔

ابن جسر اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں :

"حلب میں "مدرسہ خلیفہ" کی عمارت نہایت شاندار اور بہت دیدہ زیب تھی ۔ مدرسے میں ہر طرف انگور کی شاداب بیلیں پھیلی ہوئی تھیں جن کے تروتازہ خوشے کھڑکیوں میں اس طرح لٹکے ہوتے تھے کہ طالب علم اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے انھیں توڑ سکتے تھے[۱]"

---

۱ ۔ (الف) "اسلامی کتب خانے" از محمد زبیر ۔ (ب) "سفرنامہ ابن جسر"۔
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

بالفاظِ دیگر طلباء کو یہاں گہرا قلبی اطمینان میسر تھا اور علمی فروغ کے مواقع حاصل تھے - تحسین و توجہ کے ساتھ ساتھ اصلاحی و تعمیری تنقید بھی میسر تھی - مشفقانہ رہنمائی طلبا کو محنت پر اکساتی اور ان کے ارادوں کو مستحکم کرتی - یہی محنت انھیں ترقی کی شاہراہوں پر ڈال دیتی تھی - اعلیٰ ترین تعلیم اور پرسکون رہائش، جہاں زندگی کی تمام بنیادی ضرورتیں فراہم تھیں، حکومت مفت مہیا کرتی تھی - اساتذہ کی مخلصانہ و عالمانہ رہنمائی اور آرام دہ ماحول میں تخلیقی قوتوں کی بیداری علم کے طالبوں کو علم میں گہرا انہماک عطا کرتی تھی - طبعی رجحانات و دلچسپیوں سے معمور طلبہ کو یہ ماحول جدت و اختراع کا دلدادہ بنا دیتا تھا اور ایجادات و اعلیٰ کار کردگی کی صلاحیت بے ساختگی سے بیدار ہو جاتی تھی - میری دعا ہے کہ ہمارے مدارس بھی طلباء میں تخلیقی قوتوں کو بیدار کریں -

مجھے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ سے بہت شغف رہا ہے - مجھے اپنی تحریر کی کمزوریوں کا احساس ہے لیکن اس کے باوجود یہ کتاب اسلامیات، اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب و تمدن کے طلبا کے لیے مفید ثابت ہوگی کیونکہ اس میں ابتدائے اسلام سے عروج اسلام تک کے مدارس کی تاریخ پیش کی گئی ہے اور مساجد سے لے کر اعلیٰ معیار کے مدارس و جامعات تک کی نشاندہی کی گئی ہے - دار ارقم اور مسجد نبوی میں صفہ چبوترہ سے لے کر جامعہ نظامیہ بغداد، جامعہ ازہر،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(ج) "عہدِ عباسیہ کے اسلامی کتب خانے"، اولگاپینٹو، مترجم قاضی میاں احمد اختر جوناگڑھی - (د) "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" از علامہ شبلی نعمانی -

Marfat.com

جامعہ قرطبہ ، غرناطہ ، طلیطلہ اور اشبیلیہ جیسی جامعات کی تعلیم کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ جب یونیورسٹی کے طلباء اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھیں گے اور اساتذہ آن کو اس سے استفادے کا مشورہ دیں گے تو مجھے بے انتہا مسرت ہوگی اور یوں میری محنت ٹھکانے لگے گی ۔

منور جہاں رشید

۱۸ ۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء

Marfat.com

اسلام میں علم کی فضیلت

۱ - علم کی اہمیت :

اسلام میں علم حاصل کرنے اور علم پھیلانے کے کام کی بہت تاکید کی گئی ہے - عالم کو عابد پر فضیلت حاصل ہے - علم کے حصول کو عبادت پر بہت زیادہ فضیلت دی گئی ہے - عبادت بھی فرض ہے ، لیکن انسان صرف عبادت کے لیے ہی پیدا نہیں ہوا - بلکہ علم کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور اس کو دوسروں تک پہنچانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے اور علم پھیلانے کا یہ عمل ایک عبادت ہے - اسلام میں تعلیم ہی انسانیت کی پہچان ہے - علم کی روشنی ہی سے انسانیت عروج حاصل کرتی ہے اور روح نیکی و خدمتِ خلق کے لیے بیدار ہوتی ہے - اسلام کے نظریۂ تعلیم میں علم کا حصول تمام انسانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے - اسلام نے تعلیم کو اوّلیت دی ہے - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو وہ بھی علم کے مقام اور کائنات کی تخلیق میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے - قرآن کریم میں تعلیم و تعلم کی ضرورت و اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعلیم کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے - اس کی طرف واضح اشارات ملتے ہیں - مثلاً پڑھنا لکھنا ہی وہ طریقے ہیں جن سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے (سورۂ علق) - حضور اکرمؐ پر جب وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرئیل نے کہا : "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے

Marfat.com

تمھیں پیدا کیا ۔ خون سے پیدا کیا ۔ پڑھ وہ تیرا رب کریم ہے ۔ وہ جس نے قلم سے تعلیم دی ہے ۔ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی ہے جن کو وہ نہ جانتا تھا ۔

۲ ۔ معلّمِ انسانیت :

قرآن کریم میں حضور اکرمؐ کو نبوت کی جو ذمہ داریاں سونپی گئیں اور جو وظائف ان کے سپرد کیے گئے ، اُن میں علم کے حصول اور علم کے فروغ پر تاکید کی گئی ہے ۔ چنانچہ کتاب کو پڑھنا اور کتاب کی تعلیم و حکمت کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور دوسروں میں علم کو پھیلانا بھی لازمی ہے ۔ احکام الٰہی میں اور آیات قرآنی میں تزکیۂ نفس اور تبلیغ و اشاعتِ دین کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے ۔ آنحضرت صلعم نے جہالت میں ڈوبے ہوے معاشرے کو علم کے نور سے روشن کیا ۔ لوگوں کو توحید کا پیغام سنایا ۔ خدائے برتر کے قادرِ مطلق ہونے کا سبق دیا اور کہا : ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ معاشرے کو انسانی بھائی چارے اور انسان کے وقار کا شعور دلایا ۔ آزادی کا صحیح مفہوم پیش کیا کہ آزادی فرد اور اجتماع کی پر سکون زندگی کا نام ہے ۔ بے چین انسانی روحوں کو روحانی اطمینان کے تحائف پیش کیے ۔ قلبی سکون حاصل کرنے کے طریقے ذہن نشین کرائے ۔ انسانی سوچ کو بدلا اور انسانی قدروں کو ایک نیا رخ دیا ۔ انفرادی و اجتماعی قلبی سکون کے آہنگ کا تصور دیا ۔ اجتماع میں وحدت کی تخلیق کیسے ہو ، یہ راہ نمائی کی ۔ سکون حاصل کرنے اور انفرادی و اجتماعی قلبی سکون حاصل کرنے کے متعدد روحانی شعار سمجھائے ۔ باوقار اور پر امن زندگی کی

Marfat.com

بصیرت دی - فرد کی روحانی و مادی قوتوں کی پہچان کی اہمیت سمجھائی - پھر یہ واضح کیا کہ اُن قوتوں میں اتحاد کیونکر ہو - فرد اور مجموعے کا گہرا مستحکم رابطہ قائم ہو، اس کی وضاحت کی - مسجد میں درس و تدریس کے ذریعے تاریک معاشرے کو روشن کیا اور جہالت میں ڈوبے ہوئے معاشرے اور اخلاق پستی میں گرتے ہوئے فرد و مجموعے کو اعلیٰ اور با وقار زندگی گزارنے کا راستہ دکھایا - یہی وجہ ہے کہ آپ[؟] نے فرمایا کہ میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ معاشرے کی سوچ اور اُس کے عمل کو بدل دوں اور تخلیقی قوتوں کو بیدار کروں اور افراد کو اُن کے ارتقاء کی اہلیت سے آگاہ کروں -

۳ - تعلیم کا مفہوم :

تعلیم خود آگاہی کی اہلیت دیتی ہے - یہ پُر امن اور تخلیقی زندگی گزارنے کا شعور دیتی ہے - ہر حال میں جذبات میں سکون اور جذباتی اتحاد قائم رکھنے کی اہلیت دیتی ہے - زندگی کے تخلیقی مقاصد کا تعین کرتی ہے - زندگی کے با مقصد فرائض کو سرانجام دینے کی تربیت دیتی ہے - تعلیم ایک ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت ہے - تعلیم کا مقصد مثبت سوچ بیدار کرنا ہے، تخلیقی شخصیتوں کا ارتقاء کرنا ہے اور فرد میں اس ارتقاء کی اہلیت کو نشو و نما دینا ہے - ذمہ دار شہری پرورش کرنا ہے اور با مقصد و پر امن زندگی بسر کرنے کی اہلیت پیدا کرنا ہے - فرد کی بامقصد اور پرامن زندگی معاشرے میں مقصدیت و امن کی محرک ہوتی ہے -

۴ - تعلیم کے اسلامی اصول :

اسلام کا تصورِ علم خداوند تعالیٰ کو مرکزیت دیتا ہے - روح کی پاکیزگی علم کا نچوڑ ہے - علم اور معرفت کا سرچشمہ

Marfat.com

ذاتِ باری تعالیٰ ہے ۔ انسان کی ہدایت کا علم بھی خدا ہی نے بھیجا ہے ۔ آنحضرت صلعم کی وحی بھی علم ہے ۔ حواس ، عقل اور تجربات اہم ذرائع ہیں جن سے علم حاصل ہوتا ہے ۔ اسلام میں علم و عمل اور تعلیم و تربیت کو یکساں اہمیت دی گئی ہے ۔ معلم کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم دے اور اسی درس و تدریس کے ذریعے تزکیۂ نفس کا فریضہ سرانجام دے ۔ تعلیم ، سیرت سازی اور تخلیقی شخصیت کی بیداری و ارتقاء ایک ہی حقیقت کے تین پہلو ہیں ۔

۵ ۔ آنحضرت صلعم کا ذوقِ علم :

آنحضرت صلعم کی اپنی علمی شخصیت قابل تقلید مثال ہے ۔ آنحضرت صلعم کی بعثت کا ایک بڑا مقصد نہ صرف عربوں بلکہ ساری دنیا کو علم اور تہذیب و تمدن کی دولت سے مالامال کرنا تھا ۔ حضورؐ کو یہ فخر حاصل تھا کہ وہ معلمِ کتاب و حکمت ہیں ۔ عبداللہ بن عمر بن عباسؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم مسجد نبوی میں تشریف لائے ۔ صحابۂ کرامؓ کے دو حلقے تھے ؛ ایک حلقۂ تلاوت و دعا میں مصروف تھا اور دوسرا حلقہ درس و تدریس میں مصروف تھا ۔ آپؐ نے فرمایا کہ دونوں اچھے کام کررہے ہیں اور ساتھ فرمایا: بےشک بعثت کا مقصد علم کا فروغ ہے ۔

قرآنی آیات میں علم کی فضیلت

قرآنی آیات میں جا بجا علم اور عالم کی فضیلت کا ذکر ہے اور علم حاصل کرنے کی تاکید ہے ۔ چنانچہ :

---

۱ ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم —— پروفیسر سعید اختر ، ص ۹ تا ۱۲ ۔
تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ، ص ۳ (مقدمہ) ۔

Marfat.com

۱ ۔ اللہ شہادت دیتا ہے کہ اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ۔ فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور اہلِ علم کا بھی یہی کہنا ہے ۔ (آلِ عمران—۱۶)

۲ ۔ اللہ تم میں سے اُن لوگوں کے رتبے بلند کرتا ہے جو ایمان لائے اور جو علم سے بہرہ مند ہوئے ۔

(المجادلۃ —۱۲)

۳ ۔ خدا سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جن کو علم بخشا گیا ۔

(فاطر —۲۷)

۴ ۔ کہہ دیجیے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے بوجھتے ہیں اُن کے برابر ٹھہرائے جائیں گے جو کہ علم سے محروم ہیں ؟

(زمر —۴۳)

۵ ۔ کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ بہترین گواہ ہے اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۔

(رعد —۴۳)

۶ ۔ علم کی قوتیں بے پناہ ہیں ۔ ملکۂ سبا کے تخت کو لانے میں جس قوت کو در حقیقت دخل تھا وہ علم ہی کی قوت تھی —— جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا کہ وہ تخت میں آپ کے پاس لے آتا ہوں ۔ (نمل —۴۵)

۷ ۔ اور اہلِ علم نے اُن سے کہا کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ثواب کہیں بہتر ہے ۔ وہ جو ایمان لایا اور نیکی پر کار بند رہا ۔ (القصص —۸۵)

۸ ۔ عقبیٰ اور آخرت کی خوبیوں کا اندازہ بھی علم ہی سے

Marfat.com

ہو سکتا ہے ـــ اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں ۔ لیکن اُن کو کچھ وہی سمجھ پاتے ہیں جو کہ عالم ہیں ۔ (العنکبوت ـــ ۴۳)

۹ ۔ اور اگر یہ منافق اس معاملے کو رسول ؐ اور اُن لوگوں کی طرف ، جو اولی الامر ہیں ، لوٹادیں تو اُن میں جو لوگ استنباط پر قادر ہیں ، حقیقت الامر کو پالیں گے (نساء ـــ ۸۵)

۱۰ ۔ ہم نے انھیں کتاب دی ہے اور اُس کو علم کی بنا پر کھول کھول کر بیان کیا ہے ۔ (الاعراف ـــ ۵۰)

۱۱ ۔ ہم اُن پر حقیقتِ حال منکشف کریں گے بلکہ وہ کھلی کھلی آیات ہیں جو کہ لوگوں کے سینے میں محفوظ ہیں جنھیں علم بخشا گیا ۔ (الاعراف ـــ ٦)

قوتِ بیانیہ اللہ کی نعمت ہے اور قرآن پاک میں ہے :

۱۲ ۔ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ۔ اس کو اظہارِ مطالب کی صلاحیتیں عطا کیں ۔

ارشاداتِ نبوی

آنحضرت صلعم نے علم کے حصول کی تاکید کی ہے ۔ احادیث میں جگہ جگہ علم کی فضیلت پر تاکید فرمائی ہے ۔

(الف) علم کی فضیلت کے بارے میں تاکید ۔

۱ ۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اُس میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر دیتا ہے ۔ اُس کے دل میں ایک اصابتِ رائے ڈال دیتا ہے ۔ (ابو داؤد ـــ ترمذی)

Marfat.com

۲ ۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں ۔ (ابو داؤد ۔ ترمذی)

۳ ۔ اہلِ علم کی بخشش کے لیے وہ تمام فرشتے دعائیں مانگتے ہیں جو کہ آسمان و زمین کی پہنائیوں میں مقرر ہیں ۔
(ابنِ ماجہ ۔ ابن حیان)

۴ ۔ حکمت و دانش شریف کو شرافت میں اور بڑھا دیتی ہے اور غلام کو اتنا اوپر اٹھا دیتی ہے کہ اس میں بادشاہوں کی صلاحیتیں ابھر آتی ہیں ۔ (زالمحدث)

۵ ۔ دو باتیں ایسی ہیں کہ منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں : خوش اخلاق اور علم کے بارے میں سوجھ بوجھ ۔
(ترمذی)

۶ ۔ سب لوگوں میں بہتر ایمان سے متصف وہ عالم ہے کہ اگر اس کی احتیاج محسوس ہو تو مفید ثابت ہو اور اگر اس کی ضرورت نہ پڑے تو اپنے آپ کو دوسروں سے بے نیاز سمجھ لے ۔

۷ ۔ ایمان کا ثمرہ علم ہے ۔ ایمان عریاں ہے ، اس کا لباس تقویٰ ہے ، اس کی زینت حیاء ہے اور ثمرہ علم ہے ۔

۸ ۔ درجۂ نبوت سے قریب تر اہل علم و مجاہدین ہیں ۔ کیونکہ اہلِ علم ان چیزوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور مجاہدین اس حقیقت پر اپنی تلواروں سے جہاد کرتے ہیں ، جس کے لیے انبیاء مبعوث ہوئے ۔ (ابو نعیم)

۹ ۔ ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے ۔
(طبرانی ۔ عبدالبر)

Marfat.com

۱۰ - انسان بھی سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں ، لہٰذا ان میں بھی جو زمانۂ جاہلیت میں اچھا تھا ، بشرطیکہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو ، وہ اسلام میں بھی اچھا ہوگا -

۱۱ - قیامت کے روز علماء کی روشنائی کی قیمت وہی ہوگی جو کہ شہداء کے خون کی ہے - (ابن عبدالبر)

۱۲ - جس کسی نے بھی میری اُمت کی خیرسگالی کے بعد چالیس حدیثیں یاد کرلیں اور اُن کو امت تک پہنچا دیا تو میں قیامت کے روز اُس کا شفیع بنوں گا اور اُس کے حق میں گواہی دوں گا - (ابن عبدالبر)

۱۳ - جو دین کے بارے میں سوجھ بوجھ پیدا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی پریشانیوں میں اُس کا کفیل ہو جاتا ہے - اور ایسی جگہوں سے اُس کے رزق کا سامان مہیا کرتا ہے کہ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو - (خطیب)

۱۴ - میری اُمت میں سے جس کسی نے چالیس احادیث بھی یاد کرلیں وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے فقیہ اور عالم کی حیثیت سے ملے گا - (ابن عبدالبر)

۱۵ - اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم کی طرف وحی بھیجی کہ اے ابراہیم میں علیم ہوں اور ہر عالم سے محبت رکھتا ہوں - (ابن عبدالبر)

۱۶ - عالم زمین پر خدائے پاک کا امین ہے - (ابن عبدالبر)

۱۷ - میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں کہ اگر یہ ٹھیک

Marfat.com

رہتے ہیں تو عام لوگ بھی ٹھیک رہتے ہیں اور اگر ان میں بگاڑ پیدا ہو تو عوام بھی بگاڑ سے محفوظ نہیں رہتے : امرا اور فقہا و علماء ۔ (ابن عبدالبر — ابونعیم)

۱۸ - ہر روز علم میں ترقی کرتے رہنا چاہیے ۔ جب مجھ پر ایسا دن آئے کہ میں ایسے علم میں ترقی نہ کروں جو کہ مجھے اللہ عزو جل کے قریب کر دے تو اس روز کے طلوع میں میرے لیے کوئی برکت نہ ہوگی ۔
(طبرانی — ابو نعیم)

۱۹ - علم حاصل کرو اگرچہ تمھیں اس کے لیے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے ۔ (ابن عدی — بیہقی)

۲۰ - علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ ۔ (بیہقی)

۲۱ - ہر مسلمان مرد و زن پر علم حاصل کرنا فرض ہے ۔ (بیہقی)

۲۲ - علم حاصل کرنا ، اس کی اشاعت کرنا اور اس پر عمل کرنا صدقہ ہے ۔

۲۳ - ماں کی گود سے قبر کی آغوش تک علم حاصل کرو ۔
(مشکوٰة)

(ب) عبادت پر علم کی فضیلت :

عبادت پر علم کی فضیلت کے بارے میں بہت سے ارشادات نبوی ؐ ہیں جو کہ احادیث میں مذکور ہیں :

۲۴ - عبادت پر عام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے معلمِ کتاب و حکمت نے فرمایا : بلاشبہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی

Marfat.com

ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے - (ترمذی)

۲۵ - عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ صحابہ پر ہے - (ترمذی)

۲۶ - جو عالم فرض پڑھ کر لوگوں کو خیر سکھانے کے لیے بیٹھ جاتا ہے اس کی فضیلت اس عابد پر، جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے، ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تم پر ہے - (مشکوٰۃ)

۲۷ - علم میں اضافہ کرنا عبادت کی کثرت سے افضل ہے - (بیہقی)

۲۸ - شیطان پر ایک ہزار عابدوں کے بجائے ایک عالم بھاری ہے۔ (سیوطی)

۲۹ - عالم کو عابد پر یوں فضیلت ہے جس طرح کہ چودھویں کے چاند کو دوسرے ستاروں پر -
(ابو داؤد - ترمذی - نسائی)

۳۰ - دین میں سوجھ بوجھ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اور کوئی عبادت نہیں ہے - ایک فقیہ یا دینی بصیرت رکھنے والا انسان شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے - ہر ایک چیز کا ایک ستون ہے جس پر کہ وہ قائم ہے اور دین کا ستون فقہ و بصیرت ہے - (طبرانی - ابو نعیم)

۳۱ - دین میں بہترین عمل وہ ہے جو کہ آسان و سہل تر ہے - اور بہترین عبادت دین میں سوجھ بوجھ ہے - (ابن عبدالبر)

Marfat.com

۳۲ - مومن عالم کو مومن عابد پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے - (ابن عدی - ابولیلیٰ)

۳۳ - عالم و عابد کے مراتب میں فاصلہ سو درجے کا ہے - اور درجہ بھی وہ کہ ایک درجے سے دوسرے درجے تک پہنچنے کے لیے اسپ تازی کو ستر برس تک دوڑ لگانا پڑے -

تمھاری صبح اگر ایسی حالت میں ہو کہ تم علم کا کوئی ایک باب پڑھو تو یہ ایک سو رکعت نماز ادا کرنے کے برابر ہے - (ابن عبدالبر)

(ج) طالب علم کی فضیلت :

طالب علم کی فضیلت کے بارے میں بہت سے ارشادات نبوی ہیں اور بہت سے محدثین نے احادیث نبوی میں ان کو پیش کیا ہے - طالب علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے معلمِ انسانیت نے فرمایا :

۳۴ - جو علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے - اور وہ اللہ کی راہ میں مسلسل جہاد کر رہا ہے جب تک کہ وہ لوٹ نہ آئے - (ابو داؤد)

۳۵ - طالب علم کی راحت کے لیے فرشتے اس کے قدموں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں - (ابو داؤد)

۳۶ - طالب علم حصولِ علم کی حالت میں مرتا ہے تو وہ شہید مرتا ہے - (مشکوٰۃ)

Marfat.com

۳۷ - جس نے ایک طالب علم کی عزت کی اُس نے ستر شہیدوں کی عزت کی - (مشکوٰۃ)

۳۸ - قیامت کے دن تین قسم کے حضرات کو شفاعت کا استحقاق ہوگا : انبیاء ، علماء اور شہداء -

(د) عالم و معلم کے بارے میں :

عالم اور معلم کے بارے میں بھی بہت سی احادیث ہیں - ہادیٔ اسلام نے عالم و معلم کے بارے میں فرمایا :

۳۹ - جس سے علم سیکھو اُس کی عزت کرو - (ترمذی)

۴۰ - بے شک انبیاء ، علماء کے وارث ہیں اور پھر یہ یقین جانو کہ اُنھوں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف علم کا وارث بنایا ہے - (ترمذی)

۴۱ - خیر سکھانے والے معلم کے لیے اللہ اور اُس کے فرشتے ، آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں بھی اپنے بلوں میں اور مچھلیاں تک دعائے رحمت کرتی ہیں - (ترمذی)

۴۲ - قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی : انبیاء ، علماء اور شہداء - (ابنِ ماجہ)

۴۳ - عالم و معلم دونوں اجر و ثواب میں برابر کے شریک ہیں - (ابن ماجہ)

۴۴ - طالبِ علم کی بہت فضیلت ہے - طالب علم کے پاؤں تلے فرشتے از راہ خوشنودی اپنے پر بچھاتے ہیں - (ابن حیان)

Marfat.com

۴۵ - جو طالب علم کے لیے ایک راستے پر ہو لیتا ہے ، اللہ تعالیٰ اُس کو ایسے راستے پر ڈال دیتا ہے جو کہ سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے ۔ (مسلم)

اقوالِ اکابرین

علم و حکمت کی فضیلت کے بارے میں اکابرین نے بھی بہت سے اقوال کے ذریعے علم کی فضیات کی تائید کی ہے :

۴۶ - علم مال و دولت کی فراوانیوں سے بہتر ہے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کمیل سے کہا : "اے کمیل علم مال و دولت سے بہتر ہے ، کیونکہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمھیں حفاظت کرنی پڑتی ہے ۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم عطیہ ہے ۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم پھیلانے سے اور خرچ کرنے سے بڑھتا ہے ۔" (افکارِ غزالی ، از محمد حنیف ندوی)

۴۷ - حضرت علیؓ نے کسی اور وقت یہ بھی کہا : عالم ، شب بیدار عابد ، روزہ دار اور مجاہد سے افضل ہے ۔ جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ پوری طرح پر نہیں ہو سکتا ۔

۴۸ - حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا :

فخر و شرف اہلِ علم کے لیے مخصوص ہے ، کیونکہ وہی لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں ۔ علم سے بہرہ مند ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔ بے علم سب لاشیں ہیں ۔

Marfat.com

۴۹ - ابوالاسود کا کہنا ہے : ''علم سے بڑھ کر اور کوئی شے معزز نہیں - بادشاہوں کی حکومت لوگوں پر ہے اور علماء کی بادشاہوں پر -''

۵۰ - ابن عباس کا کہنا ہے : ''حضرت سلیمان کو اختیار دیا گیا کہ علم ، مال ، بادشاہت میں سے کوئی ایک چیز چن لے - اُس نے علم کو پسند کیا - اس پر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنے مال و بادشاہت سے بھی بہرہ مند کیا[1] -''

۵۱ - ابن المبارک سے پوچھا گیا : ''انسان کون ہیں ؟'' اُنھوں نے فرمایا ''علماء'' -

۵۲ - فتح الموصلی نے کہا : ''دل کی غذا علم و حکمت ہے -''

۵۳ - حسن کا ارشاد ہے : ''علماء کے قلموں کی روشنائی کو شہداء کے خون سے تولا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ روشنائی کا وزن شہداء کے خون سے بڑھ کر ہوگا -''

۵۴ - زہیر بن ابی بکر نے کہا : ''تم علم سیکھو - اگر تمھیں ضرورت پڑے تو یہ مال ثابت ہوگا اور اگر تم بے نیاز رہے تو تمھارے لیے جمال کا موجب ہوگا -''

۵۵ - لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی : ''بیٹے علماء کی صحبت میں رہو اور اُن کے قرب کے خواہاں رہو - کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت و دانش کے نور ہی سے دلوں کو زندہ کرتا ہے ، جس طرح کہ زمین زندگی و نمو حاصل کرتی ہے -''[1]

جب کسی عالم کا انتقال ہوتا ہے تو پانی میں مچھلی اور ہوا

---

۱ - افکار غزالی ، از مولانا محمد حنیف ندوی ، ص ۱۶۶ - ۱۰۹ -

Marfat.com

میں پرندہ بھی اس پر روتا ہے ، اور موت صرف اُس کے جسم پر ہی وارد ہوتی ہے اور اُس کی یاد بھلائی نہیں جا سکتی -

۵۶ - ابنِ جوزی کا قول ہے کہ کسی عالم کی مجلس میں بیٹھنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ہزار رکعت نماز پڑھنے کے ہزار مریضوں کی عیادت کرنے سے اور ہزار نماز جنازہ ادا کرنے سے بھی عالم کی مجلس میں بیٹھنا بہتر ہے -[1]

۵۷ - امام شافعی کا قول ہے : ''علم حاصل کرنا نوافل پڑھنے سے بہتر ہے - تمہیں یا تو عالم ہونا چاہیے یا متعلم یا علماء کی باتیں سننے والا - چوتھا نہیں -[2]

علم کے پست مقاصد

علم کے پست مقاصد کے بارے میں آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا :

۱- علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ تم علماء پر فخر جتلاؤ اور مجالس میں اونچی جگہ بیٹھو - جو کوئی ایسا کرتا ہے اُس کے لیے دوزخ میں جگہ ہے -

۲- جس شخص نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اُس کے ذریعے علماء سے مناظرے کرے گا ، اللہ تعالیٰ اُس کو آگ میں داخل کرے گا -

۳- جس شخص نے وہ علم سیکھا جس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ، لیکن اس غرض سے سیکھا کہ وہ اُس

---

۱ - افکارِ غزالی ، از مولانا محمد حنیف ندوی ، ص ۱۷۴ -
۲ - ایضاً ، ص ۱۷۶ -

Marfat.com

سے دنیا کی متاع حاصل کرے گا تو قیامت کے دن اُسے جنت کی خوشبو میسّر نہ آئے گی۔

اسلامی تعلیم کے مقاصد

معلمِ انسانیت آنحضرت صلعم نے علم کے مثبت و تخلیقی مقاصد کو بھی خود ہی متعین فرمایا ، اور وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ جو کوئی میرا قول اس لیے نقل کرے کہ اللہ کا دین سربلند ہو ، اُس کا مقام جنت ہے۔

۲۔ علم سیکھنے کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ (ابوداؤد)

۳۔ علم حاصل کرو کیونکہ اللہ کے علم کی تحصیل خشیتِ الٰہی ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے اور علم کا مذاکرہ تسبیح ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جس بندے کی بھلائی منظور ہوتی ہے اُس میں تین وصف پیدا کرتا ہے : دین کا فہم ، دنیا کی حرص و ہوس سے بیزاری اور اپنے عیوب کی پرکھ۔[1]

تکمیلِ حیات کے لیے علم کا مقصد :

تعلیم متعلّم کو کارخانۂ حیات چلانے کا اہل بنائے۔ تمام افعال اسلامی قدروں پر استوار ہوں۔ تمام افعال و اعمال صالح ہوں۔ زندگی کی مصروفیتوں و مسرّتوں کی بنیاد بھی عملِ صالح و تقدس کی بنیادوں پر استوار ہوں۔ انسان زندگی کی جدوجہد اور جذباتی کشمکش کے درمیان صالح و تقدس سے معمور زندگی گزارے۔ خود بھی امن

134721

۱۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۲۔

Marfat.com

میں رہے اور معاشرے میں بھی اُس کا ہر قول و فعل امن و امان کا باعث ہو۔ اُس کا انفرادی تصورِ خیر اجتماع میں خیر کے فروغ کے ساتھ گہرے طور پر مربوط اور ہم آہنگ ہو۔ دنیا کی گہما گہمی اور لطف و انبساط کے ساتھ ساتھ آخرت کا توشہ بھی جمع کریں۔ آپ نے فرمایا: ''ان سے کہو کہ کس کے حکم سے تم نے ان نعمتوں سے منہ پھیر لیا جو کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے تخلیق کی ہیں ــــ کھانے پینے کی چیزوں سے اور اُن چیزوں سے جو کہ اُن کے لیے بنائی ہیں۔ اسلام کا نظریہ اس قرآنی آیت سے بالکل واضح ہے کہ ''کھاؤ، پیو مگر حد سے زیادہ اسراف نہ کرو۔'' (الاعراف)

علم میں وحدت و ہم آہنگی کا مقصد :

طالب علم کو ہم آہنگ تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ وہ کائنات میں تخلیق کی وحدت کو دیکھ سکے۔ تخلیق کی جزئیات سے ہی وحدت تعمیر ہوتی ہے۔ جزئیات کا آہنگ ہی وحدت ہے۔ طالبِ علم خالق کو اُس کی تخلیق میں پہچان سکے۔ متوازن، متحمل، صالح شخصیت کی تعمیر بھی ہو اور انفرادیت کی تعمیر بھی ہو۔ انفرادی قوتوں کا ارتقاء ہو۔ فرد کی منفرد شخصیت کا ارتقاء بھی ہو۔ فرد مجموعے کا جزو ہے۔ انفرادی شخصیتوں سے ہی مجموعہ تعمیر پاتا ہے اور مجموعے کی وحدت تشکیل پاتی ہے۔

تعمیرِ کردار کا مقصد :

تعلیم کا حقیقی مقصد صالح شخصیت کی تعمیر ہے۔ ہر فرد کے گہرے وجود میں نیکی کی قوتیں خوابیدہ ہیں۔ تعلیم ان نیکی کی قوتوں کو بیدار کرے اور اُن کے ارتقاء کی اہلیت فرد میں متحرک کرے۔ تعلیم کا حقیقی مقصد صالح شخصیت کی تعمیر اور اُس کے صالح اعمال

Marfat.com

کا ارتقاء ہے۔ اس کے اعمال صالح اور صالح سوچ و فکر میں اس حد تک پختگی ہو کہ وہی شخصیت بن جائیں۔ اسلام میں نیک سوچ اور فکر اور صالح اعمال کو اولیت دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ایمان و عمل صالح کی بیک وقت تلقین کی گئی ہے۔ حضور اکرم ؐ کے پیغام کی بنیاد انسانی روح و دنیاوی زندگی میں پاکیزگی پر ہے۔ تمام اعمال و افعال تقدس پر استوار ہوں۔ تعلیم سوچ و عمل کو ایسے سانچے میں ڈھالے جو کہ اعلیٰ قدروں سے معمور ہو۔

انفرادیت و اجتماعیت میں ہم آہنگی کا مقصد :

طالب علم کا انفرادی ارتقاء یوں کیا جائے کہ اس کے گہرے وجود میں خوابیدہ انفرادیت کو بیدار کر کے اس کا تذکیہ کیا جائے۔ فرد کی انفرادی تخلیقی قوتوں کا ارتقاء کیا جائے۔ لیکن فرد کی ہر قسم کی ترقی اور ہر نوع کا ارتقاء اجتماع کی ترقی و ارتقاء سے مربوط ہو۔ تعلیم انفرادیت و اجتماعیت میں ہم آہنگی پیدا کرے۔

انسان کی برادری کا تصور :

تعلیم کا فرض ہے کہ فرد میں انسان کی برادری کے تصوّر کی نشوونما کرے۔ اخوت، مساوات، حریت کی قدریں فرد کی شخصیت کا لازمی جزو بنیں۔ فرد مجموعے سے قوت اور طاقت حاصل بھی کرتا ہے اور وہ مجموعے کی اسی طرح کی طاقت ہے جس طرح کہ ایک اینٹ کسی بلند و بالا عمارت کی تکمیل و پختگی کا باعث ہوسکتی ہے۔

جمہوریت کا مقصد :

تعلیم آزادی کا مفہوم ذہن نشین کراتی ہے۔ آزادی جمہوریت سے قائم شدہ ایک منضبط نظام کا نام ہے۔ قانون کی حدود میں آزادی کا سچا

Marfat.com

مفہوم ملتا ہے ۔ پابندی و آزادی کا حسین امتزاج ہی سچی آزادی قائم کرتا ہے ۔ سچی تعلیم وہ ہے جو نہ صرف مسلمان بلکہ پوری انسانی برادری کے حقوق کو پہچانے بھی اور فراہم بھی کرے ۔ انسان کا وقار اسلام ہے ۔ ہر فرد لائق احترام ہے اور فرد ہر حیثیت میں صاحب وقار ہے ۔ پست اخلاق اور فرض میں کوتاہی فرد کی عزت و وقار کو ٹھیس لگا سکتی ہے ۔ چنانچہ گمراہ کو رہنمائی کے ذریعے نئے اور مفید کردار سے آشنا کرنا بھی مومن کے دینی و اخلاقی فرائض میں شامل ہے ۔

جہاد کا مقصد :

علم ایک معنی میں جہاد بھی ہے ۔ جہاد سے مراد جدوجہد ہے ۔ یہ جدوجہد فروغ علم کی کوشش سے عبارت ہے ۔ ہر فرد کا فروغ اجتماع کے فروغ سے منسلک ہے ۔ فروغ علم کے لیے مسلسل محنت کرنا ، پرعزم جدوجہد کرنا ، مستقل مزاجی اور لگن سے علم کے فروغ میں مصروف رہنا بھی جہاد ہے ۔ نیک کام میں ڈوبا رہنا اور انفرادی نیکی کرنا جہاد ہے ۔ ہر انفرادی تخلیق ملی مفاد سے گہرے طور پر مربوط و مسلسل ہونا چاہیے کیونکہ یہ جہاد ہے ۔ ضبط نفس ، رواداری ، ایمان داری ، سوچ و عمل میں ہم آہنگی اپنی حقیقت شناسی اور فروغ علم کے لیے مسلسل جدوجہد ایسی صفات ہیں جو کہ سچے جہاد کا سرچشمہ ہیں ۔

جہاد کی ابتدا :

اسلام کی ہر طرح کی ترقی بہت ہی سرعت سے ہوئی ۔ بیعت اولیٰ کے بارہ مسلمانوں سے ملت اسلامیہ کی ابتداء ہوئی ۔ چونکہ توحید کے پیغام میں بے چین بھٹکی ہوئی روحوں کو سکون ملا اس لیے آنحضرت صلعم کا پیغام دلوں میں گہرا اترتا چلا گیا اور غیر مسلم

Marfat.com

بہت تیزی سے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے ۔ آنحضرت صلعمؐ نے توحید کے علاوہ انسانیت سے معمور زندگی بسر کرنے کے لیے ایک نیا معاشرہ تشکیل دیا اور ایک نیا نظریۂ حیات دیا تو کفار کو اپنی برتری ڈگمگاتی نظر آئی اور ان کو اپنا وجود اور تسلط بھی نابود ہوتا نظر آیا ۔ وہ ہر بہانے مسلمانوں پر حملہ کرتے ۔ کثیر تعداد میں آتے اور نہایت ہی اعلیٰ اسلحہ سے لیس ہوکر آتے ۔ مسلمانوں کے لیے اپنے تحفظ اور اسلام کے تحفظ کے لیے جنگ میں شریک ہونا ایک جہاد تھا ۔ وہ دشمن کے بالمقابل جرأت سے صف آراء ہوکر جنگ لڑے ۔ ملی دفاع اور شہادت کو مقصود و مطلوب مومن جانا مگر ساتھ ہی طلب علم کو بھی فریضہ جانا ۔ چنانچہ علم نے ان کے فرائض کی بصیرت کو گہرا کیا ۔ سچے مسلمان میں جنگ کی خدمات کو فریضہ سمجھ کر لگن پیدا کرنا بھی علم کا مقصد تھا ۔ آنحضرت نے کہا : "جو جنگ لڑے وہ مجاہد ہے اور عظیم ہے ۔ جو غازی ہے وہ عظیم تر ہے ۔ جو جنگ میں لڑتا ہوا آزادی کو اپنے خون سے سیراب کرے اور شہید ہو جائے وہ عظیم ترین ہے ۔ جو مجاہد میدان جنگ میں اپنا کوئی عضو چھوڑ آئے اور تمام عمر اس عضو کے بغیر زندگی بسر کرے اس کی عظمت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی ۔

محنت کا مقصد :

تعلیم کے نقطۂ نظر سے انسانی محنت اور مشقت قابل قدر ہے ۔ سچا علم وہ ہے جو ہر فرد کو اپنی روزی خود کمانے کے قابل بنائے ۔ ایمانداری اور انصاف سے رزق حلال کمانے کا اہل بنائے ۔ فرد میں قناعت کا شعور پیدا کرے ۔ ذہن کو جلا دے ۔ علم معاشرے کی اقتصادی ضرورتوں کو پورا کرے ۔ سماجی تحفظ اور فنی ارتقاء کا مقصد پورا

Marfat.com

کرے ۔ علم ان مقاصد سے ہم آہنگ ہوکر انفرادی و اجتماعی ارتقاء میں مددکرے ۔ علم مسلمان کے لیے آسودگی و امن کا پیش خیمہ ہو۔ پوری انسانیت کو آسودگی اور امن کا راستہ دکھائے ۔

اسلام سے پہلے اور بعد

اسلام سے پہلے :

اسلام سے پہلے دنیا پر جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ۔ مذہب کی تعلیم اور دنیاوی علوم کی تعلیم کا رخ توہمات و جادو کی طرف تھا ۔ تعلیم کے ماہرین عام طور پر جادوگر ، پروہت ، راہب اور ٹونے ٹوٹکوں کے جاننے والے تھے ۔ عوام روحانی معرفت اور علم و دانش سے محروم تھے ۔ وہ طلسماتی اثرات میں بھٹکے ہوئے تھے ۔ معاشرہ جہالت میں ڈوبا ہوا اور قبیلوں میں بٹا ہوا تھا ۔ قبائل اپنی برتری کے لیے خانہ جنگی میں مصروف رہتے تھے۔ قبیلوں کے اپنے اپنے ماحول میں بھی سرداروں میں خانہ جنگی رہتی ۔ اخلاق ضابطے نایاب تھے ۔ جھوٹ ، فریب ، چکمہ ، دھوکا بازی کا دور دورہ تھا ۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا ۔ کسی کو کسی کا دلی احترام نہ تھا ۔ عورت کا وجود بھیڑ بکری سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا ۔

ظہور اسلام کے بعد :

چھٹی صدی عیسوی میں حضرت رسول کریم ؐ نے مبعوث ہوکر اور ایک نیا روحانی پیغام دے کر روحوں کو قرار دیا ۔ انسانی

---

۱ ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۰ ۔

Marfat.com

برادری کے دلوں میں گہرا سکون پیدا کیا۔ توحید کا پیغام دیا۔ انسانی ہاتھ کے تراشے ہوئے پتھر اور لکڑی کے بتوں کی بے بسی ثابت کی۔ روح و عقل کے ذریعے خدا کی عظمت کے ثبوت پیش کیے۔ علم و دانش کی روشنی سے دنیا کو روشن کیا۔ انسان میں چشم بینا پیدا کی۔ ایک فرد کو دوسرے فرد کے احترام کا احساس دلایا۔ اخلاق ضابطے، بے غرض خدمت خلق، مساوات اور اخوت و حرمت کا سبق ذہن نشین کیا۔ سلطنت کا نیا تصور دیا اور خلیفہ کو سلطنت کا امین بنایا۔ سلطنت کے فرائض اور شہریت کے آداب سے روشناس کرایا۔ خلوص اور احترام آدمیت کے اوصاف کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اسلام کا انسانیت پر ایک ابدی احسان ہے کہ اس نے علم کے پوشیدہ خزانوں کو وقف عام کردیا۔

اسلام نے عربوں کو تہذیب و تمدن کے بلند معیار پر پہنچایا۔ ان میں تعلیم کا شوق پیدا کیا جس سے وہ پہلے بہرہ ور نہ تھے۔[۱] وہ اس دین کو پا کر علم و حکمت کے رازدار اور اسرار و رموز الٰہی کے امانت دار بن گئے۔

پہلی وحی میں علم کی فضیلت:

"پڑھ — اپنے رب کا نام لے کر پڑھ، جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، تمہارا

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، از علامہ شبلی نعمانی۔
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام: کراسہ ۳ - 18/2 : Vol، ص ۱۶۰ -
Encyclopedia of Religion and Education Muslim Ethics—5 : 198—207, 1912, London.

Marfat.com

رب بڑا کریم ہے ، جس نے قلم سے تعلیم دی ۔ انسان کو
اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو کہ وہ نہ جانتا تھا ۔"

قرآن پاک میں ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ و علیہ وسلم
کی بعثت کا مقصد کتاب و حکمت کی تعلیم دینا قرار دیا گیا ہے :

"حقیقت میں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ، جبکہ
انھی میں سے ایک پیغمبر اُن میں بھیجا گیا ، وہ لوگوں کو
اللہ تعالٰی کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ۔ اور اُن لوگوں کا تزکیہ
کرتے ہیں ۔ اور اِن کو کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے
ہیں ۔ اور یہ لوگ پہلے صریحاً غلطی پر تھے" ۔
(آلِ عمران ۳ : ۱۶۴)

کتبِ احادیث میں علم اور علم کی عظمت کے بارے میں
بہت سی احادیث مذکور ہیں ۔

———: ٥ :———

Marfat.com

عہدِ نبوی میں تعلیم اور مدارس

(غیر رسمی)

اسلام سے پہلے عرب میں گنتی کے چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے - اسلام نے علم کو عام کر دیا -

مسجد میں تعلیم :

ملتِ اسلامیہ کے سب سے پہلے معلم آنحضرت صلعم خود تھے اور پہلی درسگاہ مسجد تھی ۔ مدینۂ منورہ کی وہ چھوٹی سی مسجد جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہوئی ، پہلی درسگاہ تھی - قرآنِ پاک پہلی درسی کتاب تھی - مسجدِ نبوی اللہ کی عبادت کا مقام بھی تھی اور علم کی اشاعت کا مرکز بھی - طرزِ تدریس وعظ تھا - مقصدِ تعلیم عملِ صالح تھا - دنیاوی زندگی میں ہر عمل کو عملِ صالح کی بنیادوں پر استوار کیا جائے تاکہ زندگی تقدس مآب ہو -

پہلا اسلامی مدرسہ ــــ "دارِ ارقم" :

مکہ معظمہ میں "دارِ ارقم" مسلمانوں کا پہلا مدرسہ تھا - یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں مسلمان چھپ چھپ کر جمع ہوتے تھے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے - نبی کریم پر جب کوئی قرآن پاک کی آیت یا سورۃ نازل ہوتی تو وہ یہ آیات طالبِ درس کو سنایا کرتے تھے - حضرت عمرؓ بھی یہیں پر حاضر ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے - مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن ام مکتوم اسی مدرسے میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے -

Marfat.com

دوسرا اسلامی مدرسہ ـــــ صفہ کا چبوترہ :

ہجرت کے فوراً بعد مدینۂ منورہ میں آنحضرت ؐ نے ایک مسجد تعمیر کروائی ۔ یہ مسجد عبادت گاہ بھی تھی اور اسلام کی پہلی عظیم درس گاہ بھی تھی ۔ اسی مسجد میں ایک چبوترہ تھا جو کہ تاریخِ اسلام میں ''صفہ کا چبوترہ'' کے نام سے مشہور ہے ۔ جو لوگ یہاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے وہ ''اصحابِ صفہ'' کہلاتے تھے ۔ ان کی تعلیم و تربیت کی نگرانی معلمِ انسانیت ؐ خود فرماتے تھے ۔[1]

طریقۂ درس و تدریس

پہلا طریقۂ تعلیم :

مسجدِ نبوی میں تعلیم و تدریس کے مختلف طریقے تھے ۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ مختلف قبائل کے بعض افراد دس بیس دن یا مہینہ دو مہینہ یہاں رہ کر عقاید اور فقہ کے ضروری مسائل سیکھ لیتے تھے اور پھر اپنے قبائل میں واپس جا کر دوسروں کو تعلیم دیتے تھے ۔ اسلامی درس گاہ کی تعلیم سے یہ خود بھی استفادہ کرتے اور اپنے علاقے کو بھی درس و تدریس کے ذریعے علم سے روشن کرتے ۔

مسجدِ نبوی میں وفود کی آمد :

مؤرخین اسلام نے چند ایسے وفود کا ذکر کیا ہے جو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے ۔ مثلاً

---

۱ ۔ مسند امام احمد بن حنبل ، ج ۳ ، ص ۱۳۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم از پروفیسر سعید اختر ص ۱۲ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، ص ۱۶۱ ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ۔ سیرت النبی ۲ : ۱۸۸ از علامہ شبلی نعمانی ، اعظم گڑھ ۔

Marfat.com

بنی عامر کا وفد اور بنی تمیم کے قبیلے کے ستر اسی نمائندے یہ مسجد نبوی میں آئے اور معلم انسانیت[۳] کے درس سے مستفید ہوئے۔

دوسرا طریقۂ تعلیم :

دوسرے طریقۂ تعلیم میں مسجد نبوی میں صفہ کا چبوترہ مستقل درس گاہ تھی۔ کچھ لوگ مدینے میں مستقل قیام کرتے اور مسجد میں احکام شریعت کی تعلیم پاتے تھے اور ان کے لیے یہی "صفہ کا چبوترہ" درس گاہ تھی۔ اس تعلیم کے لیے زیادہ تر وہی لوگ مدینہ میں قیام پذیر ہوتے تھے جو کہ تمام دنیاوی تعلقات سے بے نیاز ہوکر شب و روز زہد و عبادت اور حصول علم میں مصروف رہتے تھے۔[۱]

اصحاب صفہ :

صفہ چبوترے کے طالب علموں کو اصحاب صفہ بھی کہتے تھے۔ اس وقت کی اصطلاح میں ان طالبان علم کو قراۃ کہتے تھے۔ صحیح بخاری میں بھی یہی نام آیا ہے۔[۲] سنن ابی داؤد کی ایک روایت ہے کہ اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔[۳]

حضور ؐ کا ذوق فروغ علم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم کے شوق اور علم

۱۔ سیرت النبی ، ۲ : ۸۸ ، مطبوعۂ اعظم گڑھ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۲ - ۱۳ -

۲۔ البخاری — الصحیح ، کتاب المغازی۔ فضائل القرآن ، مطبوعہ قاہرہ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 18/2 کراسہ ۳ ، ص ۱۶۱ -

۳۔ سنن ابی داؤد - ۲ : ۱۲۹ ، مطبوعۂ دہلی -

Marfat.com

کے فروغ کے ذوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسیرانِ جنگ میں سے جو لکھنا جانتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو وہ رہا کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ بعض صحابیہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔[1]

تبلیغ دین و اشاعت تعلیم :

جوں جوں اسلامی معاشرہ پھیلتا گیا آنحضرت صلعم اپنے شاگردوں سے معلمین منتخب کر کے مختلف علاقوں میں تعلیم کی اشاعت کے لیے بھیجتے گئے۔ اور اُن کو محض اس لیے بھیجا جاتا رہا کہ وہ دین کی تبلیغ اور تعلیم و تربیت اور اشاعت دین کریں۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق نبی کریمؐ نے معاذ بن جبل کو اہلِ یمن کے پاس اور 'حضرموت' کے علاقوں کے لیے معلم بنا کر بھیجا۔ اسی طرح صحیح بخاری کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ نے ''اہلِ نجران'' کو تعلیم دینے کے لیے عمرو بن حزم کو بھیجا تھا۔[2] یہ بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضور سرورِ کائناتؐ نے قازیہ اور عضل کے قبیلوں کے لیے چھ معلمین کو مقرر فرمایا۔

نصاب میں دینی علوم کی اولیت :

آنحضرت صلعم نے ابتداء ہی سے سب طالبانِ علم پر واضح کر دیا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم کے نصاب میں قرآن مجید کی تعلیم کو اولیت ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے افضل وہ ہے جو کہ قرآن مجید سیکھے اور سکھائے۔'' عبداللہ بن عمرؓ سے

۱۔ احمد بن حنبل۔ مسند۔ (۲ء ۲) مطبوعہ قاہرہ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد 18/2، کراسہ ۳، ص ۱۶۱۔

۲۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم، از پروفیسر سعید اختر۔

Marfat.com

روایت ہے رسول اکرم ؐ نے فرمایا کہ تین چیزوں کا علم اہم ترین ہے : آیات قرآنی ۔ احادیث نبوی ؐ اور فقہ ۔ لیکن ان اضافی علوم کی اہمیت کے باوجود قرآن مجید کی تعلیم کو افضل ترین قرار دیا ہے ۔[1]

نصابِ تعلیم :

اس دور کے نصاب کے بارے میں بہت کم تاریخی معلومات دستیاب ہیں ۔ دینی علوم تو پڑھائے جاتے تھے مگر دنیاوی علوم جن سے کہ کارخانۂ حیات چلتا ہے ان کی حوصلہ افزائی بھی اور اجازت بھی تھی ۔ مثلاً علم ریاضی (ابوداؤد) مبادئ طب (طبرانی) علم ہیئت یا علم فلکیات (سیوطی) علم انساب (دیلمی) ، علم تجوید و فن خطاطی (صحیح بخاری) ۔ اور آپ نے ان کو پسند بھی کیا ۔ جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے نشانہ بازی (ابوداؤد) شہسواری (جمع الجوامع سیوطی) ، تیراکی (ابونعیم) اور کشتی رانی کا فن بھی مستحسن گردانا ۔ لیکن ان دنیاوی علوم کی تدریس کا کسی درس گاہ میں انتظام نہ تھا ۔

اساتذہ کو تلقین :

حضور اکرم ؐ شفیق ترین معلم تھے ۔ استادوں کو حضور اکرم ؐ کی نصیحت تھی کہ علم سکھاؤ لیکن شفقت سے سکھاؤ ۔ سختی سے گریز کرو ۔ شفیق استاد سختی کرنے والے استاد سے یقیناً بہتر ہے ۔ آپ نے معلمین کو مزید تاکید فرمائی کہ لوگ دور دراز کے گوشوں سے دین کا علم حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے ۔ اس لیے اور بھی لازمی ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان

---

۱ ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۲ ۔ ۱۳ ۔
۲ ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ۱۲ ۔ ۱۳ ۔

Marfat.com

سے اچھا سلوک کرنا ۔

شاگردوں کی دلچسپی برقرار رکھنے کی تلقین :

عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ چھٹی دے کر تعلیم دینے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں ۔

ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم :

آنحضرت کی تاکید تھی کہ شاگردوں کی ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم دی جائے ۔ آنحضرت کی درس گاہ کے تعلیم و تربیت یافتہ معلمین تعلیم و تدریس کے ضمن میں اپنے شاگردوں کی انفرادی ذہنی استعداد، فطرتی دلچسپیوں و رجحانات اور افتاد طبع کا خاص خیال رکھتے تھے ۔ آنحضرت صلعم نے مبلغین و معلمین کو ہدایت فرما دی تھی کہ لوگوں کے مزاج اور ذہنی سطح کو ملحوظ رکھ کر تعلیم دینا ضروری ہے اور ان کی عقل و فہم کے مطابق بات چیت کرنا چاہیے ۔ شاگردوں کو تلقین تھی کہ وہ مؤدب و فرمانبردار ہوں ۔

عہد نبوی میں تعلیم نسواں :

ایک دفعہ عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مرد علم سیکھنے میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں ۔ آپ ہفتے میں ایک دن ہمیں بھی تعلیم و ارشادات سے مستفید فرمائیں ۔ آپ نے وعدہ فرمایا اور انھیں وعظ و تلقین فرمانے لگے ۔[1]

تعلیم یافتہ خواتین :

لہذا ۔ تعلیم کے فروغ کے لیے آنحضرت کی ازواج مطہرات بھی حضور

---

۱ ۔ عبدالحی الکتانی : تراتیب الادارید ۔ ۲ : ۲۳۵ ، مطبوعہ بیروت ۔
السائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد 18/2 کراسہ ۳ ، ص ۱۶۱ ۔

Marfat.com

کا ہاتھ بٹاتی تھیں ۔ حضرت ام سلمیٰ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ۔
حضرت عائشہؓ اپنے وقت کی سب سے بڑی عالمہ تھیں جن کے
بارے میں آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے یہ جملہ جاری ہوا تھا ۔
"آدھا علم عائشہؓ سے حاصل کرو ۔" حضرت عائشہؓ کے علمی کمال
کے بارے میں عظیم محدث امام زہری کا خیال ہے کہ اگر تمام صحابہ
کا علم ایک پلڑے میں ہو اور حضرت عائشہؓ کا علم دوسرے پلڑے
میں رکھ دیا جائے تو عائشہؓ کے علم کا پلڑا بھاری ہوگا ۔[1]

مسجد نبوی کے تعلیم یافتہ:

اس درس گاہ میں ہر مذاق اور ہر استعداد کے طالب علم تھے ۔
مسجد نبوی ایک جامع اور عمومی درس گاہ تھی جہاں ہر ملک اور ہر
طبقے کے افراد کو تعلیم سے روشناس کیا جاتا تھا ۔ یہاں قدرتی ذوق ،
مناسبت طبع ، قدرتی رجحانات ، طبعی دلچسپیوں اور انفرادی استعداد
کے مطابق طلباء کو تعلیم دی جاتی تھی ۔

نامور طلباء:

ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جا سکتا ہے ۔ اس درس گاہ کی
تعلیم نے نامور شخصیات پیدا کیں ۔ ان میں حضرت سلمان فارسیؓ اور
حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے زاہد و خرقہ پوش بھی تھے ، حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ جیسے عالم و فقیہ بھی تھے ۔
حضرت عمرو بن العاص اور خالد بن ولید جیسے فاتح اور مجاہد بھی اور
حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے دنیا کے اعلیٰ
حکمران بھی ۔

۱ ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۳ - ۱۴ ۔

Marfat.com

مؤرخین اسلام کے مطابق مدینہ میں متعدد مساجد تعمیر ہو چکی تھیں جو کہ عہد نبوی میں تعلیم و تدریس کے فریضے میں معاون تھیں اور درس و تدریس کا کام خوش اسلوبی سے کرتی تھیں ۔

خلافت راشدہ کا نظام تعلیم

خلفائے راشدین نے علمی فروغ کو جاری رکھا ۔ علم کی اہمیت کا اعتراف کیا اور علم کے فروغ اور دین کی تبلیغ کے کام کی حوصلہ افزائی کی ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ تھے اور وہ تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے کیونکہ اُن کو گوناگوں سیاسی و مذہبی مسائل درپیش رہے ۔ اُن کا دور خلافت مختصر بھی تھا ۔ لیکن اُنھوں نے قرآن مجید کے بکھرے ہوئے اوراق کو یکجا کیا ۔

حضرت عمرؓ دوسرے خلیفہ تھے ۔ آپؓ نے مسجد میں ہی علمی فروغ کی حوصلہ افزائی کی ۔ بچوں کے مدارس عموماً مسجد میں ہی ہوا کرتے تھے ۔

تعلیمی حلقے :

بالغوں کو بھی تعلیم دی جاتی تھی ۔ ان کی تعلیم کا انتظام بھی مسجدوں میں ہی تھا ۔ مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم تھے جو کہ بالغوں کی تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ۔[1] ان حلقوں کی

---

۱ ۔ سیرۃ العمر ، از ابن جوزی ۔ الفاروق ، از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ، ص ۱۳ - ۱۴ ۔

Marfat.com

تعداد چار ہزار نو سو کے لگ بھگ تھی اور ان کا انتظام نو سو مساجد میں تھا ۔

مکتب :

مدینہ منورہ میں چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے مکتب قائم کیے گئے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ان معلموں کا وظیفہ پندرہ درہم مقرر کیا تھا جو بچوں کو پڑھاتے تھے ۔

حضرت عمر کا علمی فروغ :

حضرت عمرؓ نے تعلیم کی طرف پوری توجہ فرمائی ۔ تمام مفتوحہ ممالک میں ہر جگہ قرآنِ حکیم کا درس جاری کیا ۔ فوجیوں کے فرائض منصبی میں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس بھی شامل تھی ۔ حضرت عمر ہر سال صوبوں کے حکام اور فوجی افسروں سے حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے ۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے صوبۂ بصرہ سے ایک سال دس ہزار حفاظ قرآن کی فہرست بھیجی تھی جس پر حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے ۔ کتاب البیان و التبیین کے مؤلف جاحظ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بچوں کو ضرب الامثال یاد کرانے اور عمدہ اشعار ازبر کرانے کی ہدایت فرمائی تھی ۔

حضرت عمرؓ کے فرمان میں تعلیم کی اشاعت پر تاکید :

حضرت عمرؓ نے فرمان جاری کیا کہ ”بلاد اسلامیہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک بازاروں میں دکان نہیں کھول سکتا جب تک کہ وہ خود دینی احکام سے مکمل واقفیت نہ رکھتا ہو۔“ اس فرمان کے ذریعے نہ صرف علم کے حصول کے لیے ترغیب دی بلکہ تعلیم کو لازمی بھی قرار دے دیا ۔

Marfat.com

قرآن کی تعلیم :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں تمام مفتوحہ ممالک میں ہر جگہ قرآن مجید کے درس کا انتظام کیا۔ انھوں نے معلم و قاری مقرر کیے اور ان کی تنخواہیں بھی مقرر کیں۔ خانہ بدوش بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی تعلیم جبری طور پر رائج کی۔ قرآن کا درس دینے والے مکاتب میں لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ ادبِ اعراب کی تعلیم بھی لازمی تھی تاکہ لوگ صحتِ الفاظ و صحتِ اعراب کے ساتھ قرآن مجید پڑھ سکیں۔[۱]

نامور معلمین اور اشاعتِ تعلیم کا فریضہ :

شام کی فتح کے بعد قرآن مجید و شریعتِ اسلامی کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ حضرت عبادہؓ بن صامت نے معلمِ قرآن کی حیثیت سے حمص میں قیام فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فلسطین میں اور حضرت ابو درداءؓ نے دمشق میں اقامت اختیار کی۔ انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مدارس قائم کیے۔ لوگ بہت شوق سے اور کثیر تعداد میں علم کی تحصیل کے لیے ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ صحابہؓ جہاں بیٹھ جاتے وہیں علمی مرکز بن جاتے اور علم کے طالبوں کا ہجوم ان کے گرد جمع ہو جاتا۔

فقہ کی تعلیم اور نامور معلم :

اس دور میں کتاب و سنت کے علاوہ علم فقہ کی بھی اشاعت شروع ہوئی۔ مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؓ شام میں، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ اور حضرت عمرانؓ بن حسین بصرے میں،

۱۔ کنز العمال : ۱ (۲۱۷) مطبوعۂ حیدر آباد دکن۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد 18/2، کراسہ ۳۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مدائن میں اور حضرت حیان بن جبلہ مصر میں فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اس طرح سے فقہ کی تعلیم کی اشاعت ان نامور فقہ کے ماہرین نے کی اور فقہ کی تعلیم مقبول ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے دور کی علمی خصوصیات :

۱۔ قرآن مجید اور حدیث و فقہ کے سوا کسی دوسرے علم کی تعلیم نہ دی جاتی تھی۔

۲۔ تعلیم کتابی نہ تھی۔ قرآن مجید کے علاوہ حدیث اور فقہ زبانی پڑھائے جاتے تھے۔

۳۔ حصول تعلیم پر تنخواہ تو درکنار کسی قسم کا ہدیہ قبول کرنے کی بھی ممانعت تھی۔

۴۔ تعلیم کے لیے سفر کرنا ضروری تھا۔ ایک ایک حدیث کی سماعت اور تحقیق کے لیے لوگ خراسان سے لے کر دمشق اور حجاز تک کا سفر پا پیادہ کرتے تھے۔

۵۔ مسجدیں اور علماء کے معمولی مکانات تعلیم گاہوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔[۱]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور :

حضرت عثمانؓ نے سابقہ تعلیمی پالیسی برقرار رکھی۔ اپنے دور حکومت میں قرآن کریم کی کتابت و قرأت کے اختلافات کو دور کیا۔ قرآن مجید کی کئی جلدیں جلدیں مختلف مراکز میں رکھوا دیں تاکہ لوگ اپنے اختلافات دور کر سکیں۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد 18/2، کراسہ ۳، ص ۱۶۲۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا دور :

حضرت علیؓ بہت بڑے عالم تھے۔ آنحضرتؐ نے باب العلم کے لقب سے انھیں سرفراز کیا۔ وہ بھی سابقہ تعلیمی پالیسی پر عمل پیرا رہے اور تعلیمی مراکز اور اسلامی مدارس مساجد میں قائم رہے۔

صحابہؓ کرام کی تعلیمی سرگرمیاں

تعلیم کی اشاعت و تبلیغ :

تعلیم کی اشاعت و توسیع میں خلفائے راشدین کے دوش بدوش علماء و صحابہ کرام نے بھی بہت نمایاں علمی خدمات سرانجام دیں اور انھوں نے دور دراز علاقوں میں علم کو پھیلایا۔ علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں : ”عرب سے ہزاروں صحابہ و علماء نئے مفتوحہ علاقوں اور ملکوں میں جا بسے اور وہیں پر رہنے لگے۔ ایک اندازے سے شام میں دس ہزار، کوفے میں ایک ہزار، حمص میں پانچ سو اور مصر میں ساڑھے تین سو صحابی موجود تھے۔“[۱]

یہ لوگ جہاں بھی گئے وہاں اپنے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر، احادیث، مذہبی مسائل اور ان مسائل کو حل کرنے کا ذخیرہ اپنے ساتھ لے گئے۔

عمال کی تعلیمی خدمات : اس دور میں خلیفہؓ وقت جن لوگوں کو حکومت کے عمال یا گورنر بنا کر بھیجتے تھے وہ تعلیم کی اشاعت و تبلیغ میں حکومت سے تعاون کرتے تھے اور تعلیم کو مقبول بناتے تھے۔ موسیٰ اشعری بصرے میں عامل مقرر ہو کر آئے تو لوگوں کو بتایا کہ

۱۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم، از علامہ شبلی نعمانی۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، از پروفیسر سعید اختر۔

Marfat.com

''مجھے عمر فاروقؓ نے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تمہیں تمہارے خدا اور رسولؐ کی سنت کی تعلیم دوں۔

حضرت عمرؓ نے جب بھی کسی کو گورنر بنا کر بھیجا تو آپ تاکید فرماتے تھے: "دیکھو میں تمہیں مسلمانوں کا رہنما اور تربیت دینے والا بنا کر بھیجتا ہوں، ان کی تعلیم و تربیت سے غفلت نہ کرنا۔"

مقاصدِ تعلیم:۔

خلافت راشدہ میں تعلیم کا مقصد وہی تھا جو کہ عہدِ نبوی میں تھا۔ معلمین تعلیم کے ذریعے طلباء اور عوام کی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی بے حد کوشش کرتے تھے اور وہ یہ خدمت آخرت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔

نصابِ تعلیم:

خلافت راشدہ کے دور میں نصاب تعلیم کے بارے میں تاریخی معلومات بہت کم ہیں۔ لیکن یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس دور میں عہدِ نبوی کے مقابلے میں نصاب تعلیم وسیع ہو چکا تھا۔ قرآن پاک اور حدیث و فقہ کی تدریس و کتابت پر توجہ دی گئی۔ علم انساب، شعر و ادب اور فنونِ شہسواری اور تیراکی کا فروغ ہوا۔ کتاب البیان والتبیین سے اقتباس ہے کہ ''حضرت عمرؓ نے تمام اضلاع میں حکم بھجوایا کہ اپنی اولاد کو تیرنا سکھاؤ، شہسواری کی تربیت

۱۔ تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، از علامہ شبلی نعمانی۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، از پروفیسر سعید اختر۔ تاریخ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ، از احمد شلبی۔ حسن المحاضرۃ، از جلال الدین سیوطی۔

Marfat.com

دو ، عمدہ ضرب الامثال یاد کراؤ اور پاکیزہ اشعار یاد کرنے کی تلقین کرو“ ۔ محدث ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ان درس گھوں میں قرآن مجید کے علاوہ ادب ، لغت ، شعر و سخن کی تعلیم ہوتی تھی ۔[1]

لازمی تعلیم کی ابتداء :

مسجد میں عبادت کے علاوہ درس و تدریس کا کام عہد نبوی میں ہی شروع ہوگیا تھا ۔ عبادت تو لازمی تھی ہی ، پھر علم کا حصول بھی لازمی ہوگیا ۔ کیونکہ درس و تدریس کا مرکز بھی عبادت گاہ ہی تھی ۔ یہی دستور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں رہا ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے سرکاری فرمان کے ذریعے حصول علم کو لازمی قرار دے دیا ۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کی قیادت میں چند افراد کی جماعت کو مقرر کیا کہ وہ عربی قبیلوں کا دورہ کریں اور ہر مسلمان کا امتحان لیں اور جن کو قرآن پاک یاد نہ ہو ان کو سزا دیں ۔ کنزالعمال میں فاروق اعظم کا ارشاد ہے : ”مسلمانوں کو ”بقرہ“ ، ”نساء“ ، حج اور ”نور“ کی سورتیں سیکھنا لازمی ہیں کیونکہ ان میں عملی زندگی کے بارے میں ضروری احکام ہیں ۔“

کتابت کا طریقہ :

درس و تدریس میں لکھنے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ۔ قرآن پاک کی کتابت ہوئی ۔ احادیث کی کتابت ہوئی ۔ حضرت عباسؓ ، حضرت عبداللہ ابن عمروؓ ، حضرت ابوہریرہؓ ، حضرت علیؓ ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور رافع بن خدیجؓ نے احادیث کی کتابت کی ۔

---

۱ ۔ صحیح مسلم ۔ سیرت العمرین ، از ابن جوزی ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ۔ الفاروق ، از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

معلمین کی تنخواہیں :

ابتدائی دور میں معلمین تعلیم و تربیت کا فریضہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے بلامعاوضہ ادا کرتے تھے - لیکن پھر مالی مشکلات و مسائل کے پیش نظر تنخواہوں کا رواج ہوا - الثق جوزیہ "سیرت عمرین" میں لکھتے ہیں کہ "سرکاری خزانے سے پندرہ درہم تنخواہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمائی - طالب علموں کو وظائف دینے کا طریقہ بھی حضرت عمرؓ نے ہی شروع کیا اور بعد کے خلفاء نے اس عمل کو جاری رکھا -

اس دور میں بھی مساجد ہی درس و تدریس کے مراکز کا فریضہ سرانجام دیتی تھیں -

——: o :——

Marfat.com

بنوامیہ کے مدارس (غیر رسمی)

(۱۴ھ تا ۱۳۲ھ)

اموی خلفاء نے علم کو مزید فروغ دیا - امیر معاویہ کو تاریخ کے علم سے گہرا لگاؤ تھا اور وہ اس مضمون میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بڑے بڑے عالم ان کے رفقاء تھے۔ بنوامیہ کے حکیم خالد بن یزید نے طب اور کیمیا کے علوم پر کئی رسالے لکھے - خلیفہ عبدالملک نے سعید بن مسیب سے قرآن حکیم کی تفسیر لکھوائی - ہشام بن عبدالملک نے فارسی کی کتب کا ترجمہ کروایا اور دیگر علمی خدمات کی حوصلہ افزائی کی -

علمی وظائف :

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اساتذہ کے مشاہرے اور طلبہ کے وظیفے مقرر کیے - انہوں نے فرمانوں کے ذریعے گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ تعلیم کی اشاعت اپنا منصبی فریضہ سمجھ کر کریں - ایک عامل کو حکم دیا اور لکھ کر بھیجا کہ طالب علموں کے وظیفے مقرر کرو تاکہ وہ فارغ البال ہو کر تحصیل علم میں مشغول ہو جائیں -[۱] حمص کے گورنر کو ہدایت فرمائی "ان لوگوں کا خیال رکھو جنھوں نے اپنے آپ کو علم کے فروغ کے لیے وقف کر دیا ہے اور دنیا کی حرص و ہوس کو چھوڑ کر اور دنیا کی مسرتوں سے

---

۱ - جامع بیان العلم ، از علامہ ابن عبدالبر - مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر -

Marfat.com

بے نیاز ہو کر مساجد میں قیام پذیر ہیں - ان میں سے ہر ایک کا سو سو دینار مشاہرہ مقرر کر دیا جائے تاکہ اُن کی کفالت ہو سکے - قاضی ابوبکر بن حزم کے علم ایک خط لکھا کہ علم پھیلاؤ - علمی مجالس منعقد کرو تاکہ بے علم عالم بن جائیں - [1] حضرت عمر بن عبدالعزیز کا علمی کارنامہ علم حدیث کی تدوین ہے -

صحابہ کی علمی خدمات :

اس دور میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت علم کے فروغ کے لیے جدو جہد کر رہی تھی - ہر صحابی اپنے مقام پر علم کو پھیلانے کی کوشش کر رہا تھا - عبداللہ بن عباسؓ ، عبداللہ بن عمرؓ ، زید بن ثابتؓ ، ابوہریرہؓ ، عمرو بن عاصؓ ، ابو سعید خدری اور انس بن مالک کی علمی خدمات نہایت نمایاں ہیں - قاضی شریح سعید بن مسیبؒ ، حضرت عکرمہؒ ، حضرت نافعؒ اور خواجہ حسن بصری اپنے دور کے ممتاز عالم تھے اور علم کے فروغ میں مصروف رہے - [2]

مقاصد تعلیم :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں "علم و عمل میں مطابقت ہو تاکہ خدا اور اس کے بندوں میں عشق ہو جائے" - حضرت ام درداء کا قول ہے "افضل ترین علم معرفت الٰہی ہے" - سفیان ثوری فرماتے ہیں "علم کو اپنے اخلاق سے سنوارو اور یاد رکھو کہ خشیت الٰہی کا سرمایہ تمام علوم و فنون سے افضل ہے" - خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں "جب کوئی شخص اعمال صالحہ کو وسیلہ

---

۱ - جامع بیان العلم ، از علامہ ابن عبدالبر - سیرۃ عمر بن عبدالعزیز -
۲ - مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر - اسوۂ صحابہ ، از عبدالسلام ندوی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ، از علامہ شبلی نعمانی -

Marfat.com

نجات بنا کر اپنی نجات کی بجائے دنیا طلب کرتا ہے تو اس کے دل کی موت واقع ہو جاتی ہے ۔" حضرت قاوہ فرماتے تھے "میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گزارو۔ عابد کی شب بیداری سے یہ کہیں بہتر ہے ۔"[1]

نصاب تعلیم :

اس دور میں نصاب تعلیم کی بھی توسیع ہوئی ۔ قرآن ، حدیث اور فقہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ علم نجوم ، فن خطابت اور خطاطی پر بھی توجہ دی گئی ۔ یہ علوم عرب سے نکل کر پہلے افریقہ اور پھر سپین تک پھیل گئے ۔

اموی دور کی ابتدائی تعلیم :

ابتدائی تعلیم کے لیے ہر جگہ کتّاب قائم ہوگئے اور نامور شخصیتیں اور علماء ان کتّاب میں علمی خدمات پیش کرنے لگے ۔ حجاج بن یوسف اپنی ابتدائی زندگی میں طائف میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے ۔[2] اسی طرح مشہور شاعر الکمیت بن اسدی بھی کوفے میں معلم تھا ۔ ابو مسلم خراسانی نے عیسیٰ بن مقحل کے ہاں پرورش پائی اور جب وہ بڑا ہوا تو حصول تعلیم کے لیے ایک کتّاب میں تعلیم حاصل کی ۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں

---

۱ ۔ تذکرۂ حجاج ، از ابن خلکان ۔ جامع بیان العلم ، از ابن عبدالبر ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ، از علامہ شبلی نعمانی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ۔

۲ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، ص ۱۶۲ ۔ المبرد الکامل ، ۲ : ۴۰ ، مطبوعہ قاہرہ ۔
الاغانی ۱۵ : ۱۰۹ ۔ مطبوعہ قاہرہ ۔

Marfat.com

ابو مسلم خراسانی کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے یہ معلومات پیش کی ہیں۔

کتاب میں تعلیم کا نصاب :

ان کتاب میں پڑھنا لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا اور قرآن مجید کی تعلیم بھی دی جاتی تھی - بعض کتاب میں علم لغت و نحو کی تدریس بھی ہوتی تھی - بیشتر علماء بلامعاوضہ پڑھایا کرتے تھے لیکن بعض اجرت بھی لیتے تھے۔[1]

اعلیٰ تعلیم

مساجد میں تعلیم :

اموی دور میں بھی اعلیٰ تعلیم مساجد میں دی جاتی تھی - بڑی بڑی مساجد، مدارس اور جامعات کا فریضہ سرانجام دیتی تھیں۔

مساجد میں تعلیمی حلقے :

مساجد میں تعلیمی حلقے قائم تھے :

مکۂ معظمہ کا حلقہ : مکۂ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقۂ درس بہت بڑا تھا - اس تعلیمی حلقے میں قرآن مجید، حدیث، فقہ اور عربی زبان کی تعلیم ہوتی تھی -

مدینۂ منورہ کا حلقہ : اس میں ربیعة الرائے کا حلقۂ درس مشہور تھا - امام مالک اور امام اوزاعی نے اسی حلقے سے تعلیم پائی -

۱ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — جلد 18/2 کراسیہ ۳، ص ۱۶۲ - کتاب المعارف — ابن قتیبہ -

Marfat.com

دوسرا بڑا تعلیمی مرکز عراق تھا ۔

کوفے میں حلقۂ درس : کوفے میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام شعبیؒ کے درس کے حلقے تھے ۔

بصرے میں حلقۂ درس : حضرت امام حسن بصریؒ نے بصرے میں ایک حلقۂ درس قائم کیا تھا اور یہ حلقہ تعلیم کی نمایاں خدمات سرانجام دیتا تھا اور تعلیمی خدمات میں امتیازی مقام کا حامل تھا ۔[1]

بادیہ میں تعلیم : اموی دور میں بادیہ میں بھی تعلیم دلوانے کا رواج ہوا ۔ اموی خلفاء ، شہزادوں کو عربی زبان کی درست تعلیم کے لیے بادیۃ الشام میں بھیج دیتے تھے تاکہ وہ وہاں رہ کر صحیح عربی زبان سیکھ جائیں ۔

مؤدب کی علمی خدمات : ''مؤدب'' وہ ممتاز علماء کہلاتے تھے جو کہ شہزادوں کی تعلیم کے لیے اتالیق مقرر کیے جاتے تھے ۔

اموی دور کے نظامِ تعلیم کے نمایاں عناصر :

۱۔ علوم و فنون کی تدریس کے لیے تالیفات ، تصنیفات اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوا اور ارتقاء پذیر ہوا ۔

۲۔ اساتذہ اور طلبہ کو ہر قسم کی مالی سہولتیں مہیا کی گئیں اور تعلیم و تدریس کے سلسلے میں دونوں طبقوں کے لیے وظائف جاری ہوئے ۔

---

۱ ۔ ضحی الاسلام ، ۲ : ۵۰ تا ۵۲ ، قاہرہ ۱۹۳۵ء ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، ص ۱۶۲ ۔

Marfat.com

۳۔ جیسا کہ بیان ہوا مساجد ، مدارس و جامعات کا کام انجام دیتی تھیں ۔ علاوہ ازیں مساجد میں تعلیم کے مستقل حلقے قائم ہوئے ۔

۴۔ اسلامی ملکوں میں علماء تعلیم کو مقبول کرنے کے لیے رضا کارانہ طور پر بھی گئے اور بھیجے بھی گئے اور ان کو اپنی تعلیمی خدمات جاری رکھنے کے لیے جہاد کے فریضے سے فارغ رکھا گیا ۔

۵۔ زبانی تعلیم کے علاوہ اِملاء کا طریقہ بھی جاری ہوا ۔ اُستاد بولتا جاتا اور طلبہ سن کر لکھتے جاتے اور بعد میں اُستاد لکھے ہوئے کی تصحیح کرلیتا ۔

۶۔ کتابوں کی قرأت کی سند کا رواج بھی اسی دور سے ہوا ۔[1]

تعلیمِ نسواں

اُموی دور سے پہلے : خلفائے راشدین کے دورِ حکومت میں تعلیمِ نسواں پر بھی توجہ دی گئی ۔ حضرت عائشہؓ کا گھر اس تعلیم کا سب سے بڑا مرکز تھا ۔ حضرت فاطمہؓ علمِ عروض و فنِ کتابت کی ماہر تھیں اور ان کو ان علوم پر عبور حاصل تھا ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور اُم کلثومؓ اور ان کی پوتیاں حضرت سکینہؓ اور فاطمہؓ سب عالم تھیں ۔ وہ علم سے غیرمعمولی شغف رکھتی تھیں اور علم کی برکتوں سے بہرہ مند تھیں ۔ عائشہؓ

---

۱ ۔ اسلامی نظامِ تعلیم ، از ریاست علی ندوی ، ص ۳۷ - ۳۸ ، اعظم گڑھ ۔
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، ص ۱۶۳ ۔

Marfat.com

بنت طلحہ کو علم نجوم میں دلچسپی تھی اور وہ اس علم پر کمال کا عبور رکھتی تھیں۔ ان کو ادب اور شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی اور اس میں بھی نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا۔[1]

اموی دور میں: تعلیم نسواں پر اموی دور میں بھی بہت دلچسپی لی گئی اور تعلیم نسواں کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اور خواتین کی تعلیم کے ارتقاء کے لیے بہت سے اقدامات کیے گئے۔ عائشہؓ بنت طلحہ نے علم نجوم میں کمال پیدا کیا تھا۔ یہ حضرت مصعبؓ کی زوجہ تھیں۔ ان کا دور دور تک شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک نے ان کے علم نجوم کے کمال کو بہت سراہا اور ہدیۃً ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت مصعب کی دوسری بیوی سکینہؓ بنت حسینؓ کو شعر و ادب میں کمال کا دسترس تھا۔ وہ ایک ماہر نقاد بھی تھیں۔ انھوں نے اپنی بیش قیمت تنقید سے شعر و ادب کے ارتقاء و فروغ میں غیرمعمولی حصہ لیا۔ فرزدق جوکہ نامور باکمال شاعر تھا ان کی بے حد تعریف کرتا تھا۔ عبدالعزیز بن مروان کی بیٹی بھی علم کی دلدادہ تھیں۔ زیور علم سے خود بھی آراستہ تھیں اور عالموں سے متعارف ہونا اور ان کے علم سے مستفید ہونا بھی ان کو پسند تھا۔ اسی لیے ان کا گھر شعر و ادب کا مرکز تھا اور شعرا عالم و ادیب اور فقیہ اکثر یہاں پر جمع ہوتے اور اپنے اپنے علمی کمالات پیش کرتے۔

حرفِ آخر:

ان تمام علمی خدمات کے باوجود، جوکہ اموی علماء نے

۱۔ کنزالعمال۔ خواتین کی تعلیم از محمد ابن زبیری۔ مسلم خواتین از محمد ابن زبیری۔

Marfat.com

انجام دیں ، منظم مدارس کا وجود اس دور میں نہیں ملتا ۔ نہ تو رضا کارانہ کسی نے مدرسہ قائم کیا نہ اموی حکومت ، اموی عمال یا اموی خلیفہ نے ہی کوئی مدرسہ کسی خاص عمارت میں اساتذہ اور دیگر عملے سمیت قائم کیا ۔ مساجد اور مساجد کے حلقہ ہائے درس ، کتاب اور علماء کی ذاتی قیام گاہیں ہی وہ مراکزِ تعلیم تھے جہاں علم کے شائقین اور علم کے طالب ، علماء کی درس و تدریس سے مستفید ہونے اور علم کی روشنی سے قلب و دماغ کو منور کرنے کے لیے آتے تھے ۔

بدوؤں کی علمی خدمات

بادیہ کی تعریف : وہ علاقہ جہاں پر بدوؤں کی رہائش تھی بادیہ کہلایا اور بادیہ کے رہنے والے بدو کہلائے ۔ بادیہ صحرا کا ریگستانی علاقہ تھا اور بدو اسی ریگستان میں رہتے تھے ۔ اس ریتیلے علاقے میں موسم سخت گرم تھا اور یہاں پر پیداوار نہ ہوتی تھی ۔ بدو اسی صحرا میں رہتے تھے ۔ وہ زرخیز علاقوں سے کٹ کر رہ گئے تھے ۔ وہ غریب تھے اور ہر لحاظ سے باقی عرب علاقوں کے مقابلے میں پس ماندہ اور الگ تھلگ تھے ۔ چونکہ یہ ریگستانی علاقہ تھا اور چونکہ بدو پس ماندہ اور باقی علاقوں سے کٹے ہوئے تھے اسی لیے تعلیم میں کسی کو کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ غیر ملکی فاتحین ، غیر ملکی سیاحوں اور غیر ملکی تاجروں نے بھی اس علاقے اور اس علاقے کے رہنے والوں سے کوئی دلچسپی نہ لی ۔ چنانچہ اس نظرانداز کیے جانے کا عربی زبان کو ایک خاص فائدہ پہنچا ۔ چونکہ باہر سے نہ کوئی فرد آیا نہ کوئی اثر ان پر ہوا ، اس لیے بدوؤں کی نسل بھی خالص رہی اور عربی زبان بھی خالص رہی ۔ اپنی خالص عربی کو تدریس کے ذریعے پھیلانے میں ان بدوؤں نے

Marfat.com

امتیازی خدمات سرانجام دیں۔

عربوں کا ذوقِ ادب : اسلام سے پہلے عرب تمام علوم عربی زبان ہی کے ذریعے سیکھتے تھے۔ اس دور کی تمام ثقافت بھی عربی زبان ہی میں پیش ہوتی تھی۔ عربوں کو شاعری و ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ وہ رزم و بزم کی تمام شاعری کو عربی زبان میں لکھتے اور پیش کرتے تھے۔ شاعر و خطیب عربی زبان ہی میں اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لیے عربی زبان کا ارتقاء مسلسل جاری رہا اور عربی زبان خالص ہی رہی۔

ظہورِ اسلام کے بعد :

ظہور اسلام کے بعد بھی عربی زبان مسلسل ترقی کرتی رہی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک عالی نسب خاندان میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے آن کی اپنی زبان بھی خالص اور پاک تھی۔ چنانچہ قرآن پاک کا نزول بھی عربی زبان ہی میں ہوا اور اسلام اور توحید کے پیغام کو بھی عربی زبان میں ہی پیش کیا۔ عربی اور خالص عربی مقبول ہوتی رہی اور ارتقاء کا سلسلہ جاری رہا۔

مسلمانوں کی فتوحات کا عربی زبان پر اثر :

مسلمانوں کو بہت سی جنگیں لڑنی پڑیں۔ بازنطینیوں اور ایرانیوں کے ساتھ بھی کئی معرکے ہوئے اور ان پر فتوحات حاصل کیں۔ ان فتوحات کا عربی زبان پر یہ اثر ہوا کہ اس زبان کا دوسری زبانوں سے میل جول ہوا۔ چنانچہ ان مفتوحہ علاقوں کی زبان کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحات اور محاورے عربی زبان میں داخل ہوگئے۔ جملوں کی ترتیب بھی اس میل جول اور تمدنی و معاشرتی اختلاط کی وجہ سے تبدیل

Marfat.com

ہوگئی - عربی زبان میں غیرملکی زبانوں کی آمیزش سے عربی خالص نہ رہ سکی اور کئی غلطیاں راہ پا گئیں - صرف و نحو کی غلطیاں نہ صرف عام ہوگئیں بلکہ مقبول ہو کر فیشن بن گئیں -

تجارت کا عربی زبان پر اثر :

عرب اور مفتوحہ علاقوں کے غیر عرب جب آپس میں ملے تو ان میں تجارتی تعلقات قائم ہوگئے اور ساتھ ہی زبانوں کا بھی اختلاط ہوا - ایک کو دوسرے کی زبان سننے اور سمجھنے کے مواقع فراہم ہوئے - زبانوں کے اس میل جول سے غیر عربی محاورے اور الفاظ زبان میں شامل ہوگئے اور عربی زبان خالص نہ رہی اور غیر ملکیوں کی غلطیاں بھی عربی زبان میں داخل ہوگئیں - یوں عربی زبان غلطیوں سے پاک نہ رہی -

عربی پر غیر ملکی آبادی کا اثر :

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں خلافت مزید مستحکم ہوئی اور بہت سی فتوحات ہوئیں - مفتوحہ علاقوں کے لوگ عربی معاشرے میں آ کر رہنے لگے - غیرملکیوں کے ساتھ عربوں کا میل جول اور باہمی آمدورفت بھی بہت بڑھ گئی - مملکتِ اسلامیہ کے ان شہروں میں بھی جو اسلام کے مرکز تھے (مثلاً مدینہ ، دمشق ، بغداد ، کوفہ ، بصرہ) غیرملکی آبادی بہت بڑھ گئی اور ایرانیوں کی تعداد چونکہ کثیر تھی اس لیے ان کی زبان کے الفاظ ، اصطلاحات اور محاورات عربی زبان میں داخل ہوگئے - ٹوٹی پھوٹی عربی زبان یہ لوگ بھی بول لیتے تھے - اور اس ٹوٹی پھوٹی عربی کی وجہ سے عربی زبان میں غلطیاں سرایت کر گئیں - گرامر کی غلطیاں ہونے لگیں جس کی وجہ سے عربی زبان خالص نہ رہی اور اپنا اصلی اور ابتدائی رنگ کھو بیٹھی -

Marfat.com

جنگی قیدیوں کی آمد :

مسلمانوں کی غیرمعمولی فتوحات کے ساتھ ہی کثیر تعداد میں غیر ملکی جنگی قیدی بھی آئے - یہ غیرملکی اپنی زبان بھی اپنے ساتھ لائے - یہ ٹوٹی پھوٹی عربی بھی بولتے تھے اور ان کی غلطیاں عربی زبان میں سرایت کر گئیں اور عربی زبان اصلی اور خالص نہ رہی -

کثرتِ ازدواج کا عربی پر مضر اثر :

عربوں میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا - بعض اوقات یہ بیویاں غیر عربی اقوام سے ہوتی تھیں کیونکہ یہ رواج بہت بڑھ گیا تھا کہ مسلمان غیر اقوام میں شادیاں کرتے تھے - غیر عرب خواتین اور غیرملکی خواتین اپنی غیرملکی زبان بھی ساتھ لاتیں - اس طرح سے بھی عربی زبان کا اختلاط غیر زبانوں سے ہوگیا اور عربی زبان میں غیر ملکیوں کی ٹوٹی پھوٹی عربی کی گرامر، صرف و نحو اور محاورات کی غلطیاں داخل ہونے لگیں اور یوں غیر عرب بیویوں کے ذریعے عربی زبان کا غیر اقوام کی غیر زبانوں سے اختلاط ہوا - عربی زبان خالص نہ رہی اور غلطیوں سے پر ہوگئی -

حجاج کا عربی زبان پر اثر :

حاجی مختلف ممالک سے آتے تھے اور مقدس مقامات میں عرصے تک مقیم رہتے تھے - یہ عربوں کے معاشرے اور عربوں کے ماحول اور تمدن میں رہائش پذیر ہو جاتے تھے - ان کا ہمہ وقت عوام سے میل جول رہتا تھا اور یہ عربی زبان بولنے کی کوشش کرتے تھے - کیونکہ انھیں خرید و فروخت، لین دین اور روزمرہ کی بنیادی ضرورتوں کو حاصل کرنے کے لیے عربی زبان بولنے کی لازمی ضرورت پیش آتی تھی -

Marfat.com

چونکہ غیر عربوں کے لیے عربی زبان بولنی مشکل تھی اور اس زبان کی صرف و نحو کی پابندی مزید مشکل تھی لہٰذا ان لوگوں کی وجہ سے ایک نئی ٹوٹی پھوٹی زبان پیدا ہوگئی - چنانچہ عربی زبان میں صرف و نحو ، محاورات اور اصطلاحات کی غلطیاں بہت ہی عام ہوگئیں -

مسلمہ بن عبدالملک کے متعلق روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بات چیت کے دوران غلطیاں کرنا بہت ہی بدنما لگتا ہے - اگر چہرہ چیچک کے داغوں سے بدنما ہو جائے تو وہ اتنا بدنما نہیں لگتا جتنا کہ بولتے وقت عربی زبان میں غلطیاں کرنا - اونچے طبقے کے عرب باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے عربی زبان میں گفتگو کے دوران بہت غلطیاں کرتے تھے جو بہت ہی بدنما معلوم ہوتی تھیں - اس سلسلے میں ابوحنیفہ ، الولید اوّل شعیب بن شیبا کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں - اور بھی بے شمار ایسے واقعات ہیں جہاں اعلیٰ طبقے کے تعلیم یافتہ اور کاہنوں نے عربی بولتے وقت غلطیاں کی ہیں - بعض لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت بھی غلطیاں کرتے تھے جس کی وجہ سے قرآنی آیات کے معنی بالکل ہی تبدیل ہو جاتے تھے - علامہ ابن خلدون عربوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُن میں غیرمعمولی ذہانت اور قوتِ اختراع تھی لیکن وہ عربی زبان کو خالص نہ رکھ سکے - عربی زبان پر غیرعرب اقوام اور غیرملکیوں کے میل جول کی وجہ سے بہت برا اثر پڑا - اُن کی کمزوریاں عربی زبان میں آ گئیں اور عربی زبان خالص نہ رہ سکی -[1]

---

۱ - تاریخِ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، ص ۱۶۲ -

Marfat.com

بدوؤں کی خالص عربی :

عرب اور اسلامی عرب میں اصلی و صحیح عربی زبان کا مرکز بادیے کا علاقہ ہی رہ گیا تھا اور خالص عربی کے وارث بدو ہی رہ گئے تھے - چونکہ یہ بدو ریگستانی علاقے میں سب سے الگ تھلگ رہتے تھے اور غیرملکی لوگوں کے لیے اس ریگستانی علاقے میں کوئی کشش نہ تھی ، اس لیے بدو نسل بھی خالص رہی اور عربی زبان بھی خالص رہی -

الکسائی اور سیبویہ کے درمیان صحت زبان کے بارے میں مناظرہ ہوا تو طے پایا کہ اس مناظرہ کا فیصلہ بدو کریں گے - ایک بدو کو بلایا گیا اور رازدارانہ اُس سے کہا گیا کہ وہ الکسائی کے حق میں فیصلہ دے - الکسائی غلط عربی بول رہا تھا - بدو نے الکسائی کی طرفداری کرنے کے لیے یوں کہا : "میری زبان شاید میرا ساتھ نہ دے -"

بدوؤں کے اساتذہ کی تدریسی خدمات :

جیسا کہ ذکر ہوا ، مختلف وجوہات کی بنا پر عربی زبان کا اختلاط غیرملکی زبانوں اور غیرملکیوں کی ٹوٹی پھوٹی اور غلط عربی سے ہوا تو یہ زبان خالص نہ رہی - اگر عربی کہیں خالص رہی تو ریگستانی علاقے کے بدوؤں میں رہ گئی - چونکہ وہ زبان کے ماہر تھے ، اُنھوں نے بھی اس مہارت کا فائدہ اُٹھایا اور ریگستان سے اُٹھ کر شہروں میں آنے لگے - ایک جگہ مقرر کر کے وہیں قیام کرتے اور عربی زبان کے متعلق درس دیتے اورصحیح عربی کو شہروں میں مقبول کرتے - ابن الندیم نے ایسے ہی بدو معلمین کا تذکرہ کیا ہے جو کہ شہروں میں خالص عربی زبان کی اشاعت اور اُس کی تدریس کا فریضہ سرانجام

Marfat.com

دیتے تھے۔ اُن میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ **ابوالبداء الریاحی :** یہ ایک بدو معلم تھے۔ یہ عربی پڑھانے کے لیے بصرہ میں مقیم ہوگئے۔ اور تھوڑی سی فیس لے کر عربی زبان بچوں کو سکھاتے تھے۔[۱]

۲۔ **ابو جاسوس نورین یزید :** یہ بھی ایک بدو معلم تھے جو بادیہ سے ہجرت کر کے بصرے میں مقیم ہوگئے اور خالص عربی کی تدریس کا فریضہ سرانجام دینے میں مصروف رہے۔ ان کے شاگردوں میں سے ایک ابن المتفی مشہور تھا جس نے فصاحت و بلاغت کی تعلیم بھی اسی بدو معلم سے حاصل کی تھی۔

۳۔ **ابوالعمثیل عبداللہ بن خلید :** یہ بھی ایک بدو معلم تھے جو بادیہ سے ہجرت کر کے خراسان میں مقیم ہوگئے اور وہاں پر بہت مقبول ہوئے۔ عبداللہ بن طاہر نے اپنے لڑکوں کا اتالیق انھیں مقرر کیا اور وہ ہر مقام پر خالص عربی پڑھا کر مقبول ہوئے۔

۴۔ **عبداللہ بن عمر بن ابی صبیعہ :** یہ بھی ایک بدو معلم تھے جو بادیہ سے ہجرت کر کے بغداد میں مقیم ہوگئے اور خالص عربی زبان کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ یہ خود بھی بہت معروف تھے اور آپ کے شاگرد بھی نامور عالم ہوئے۔

بادیہ کی تدریسی خدمات :

بدو معلم بادیہ سے ہجرت کر کے آ جاتے، ایک جگہ بیٹھ جاتے اور خالص عربی پڑھاتے۔ آس پاس کے شہروں اور قصبوں سے لوگ

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اساتذہ از احمد شلبی، مترجم زبیری۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد 18/2، کراسہ، ص ۱۶۳۔

Marfat.com

آ کر ان معلمین کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور ان کے علم سے مستفید ہوتے اور خالص عربی زبان سیکھتے - لیکن دولت مند اشخاص ، شاہی خاندان کے افراد اور آہنی ارادے والے علماء اس حلقے پر اکتفا نہ کرتے - اس کو ناکافی سمجھ کر وہ خود بھی بغرض تعلیم بادیہ میں چلے جاتے اور وہیں رہائش اختیار کر لیتے - یوں بادیہ مدرسہ کے مترادف بن گیا جہاں بدو معلم درس دیتے - اُن کی تعلیم کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ بگڑی ہوئی عربی زبان کو درست کریں - غلطیوں سے معمور عربی زبان کو ، جو کہ عام طور پر اردگرد بولی جاتی تھی ، غلطیوں سے پاک کر دیں اور اُن کے شاگرد خالص عربی سیکھ جائیں اور خالص عربی اُن کے ذہن اور موج میں کھری نشوونما پائے - اُن کے شاگرد بادیہ میں رہ کر اور خالص عربی زبان کے ماحول میں رہ کر اپنی بگڑی ہوئی عربی کی تصحیح کرتے - بادیے کا ماحول بھی بدو معلمین کی معاونت کرتا کہ بگڑی عربی کو خالص عربی میں تبدیل کر سکے -

فلپ - کے - ہٹی لکھتا ہے : "ابتدائی دور کے اموی شاہزادوں کے لیے بادیہ شاہی مدرسہ تھا اور وہ امراء کے مدرسے کا کام سرانجام دیتا تھا - نوجوان شہزادے اور امراء کے نوجوان لڑکے خالص عربی زبان سیکھنے کے لیے بادیہ میں بھیج دیے جاتے تھے تاکہ وہ بادیہ کے خالص عربی کے ماحول میں رہ کر بدو معلمین سے خالص عربی سیکھ لیں - چنانچہ بادیہ اس مقصد کو بخوبی پورا کرتا تھا - جو نوجوان جاتے وہ خالص عربی سیکھ کر شاعری میں ماہر ہوکر واپس آتے - اُن کی زبان اور شاعری کا مقام امتیازی ہو جاتا - حضرت معاویہ نے یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کے بعد بادیہ ہی

Marfat.com

میں بھیجا تھا تاکہ وہ خالص عربی سیکھ لے اور اپنی غلط عربی کو درست کرلے - الولید بن عبدالملک کو بادیہ میں نہیں بھیجا گیا تھا ، چنانچہ وہ بہت غلطیاں کرتا تھا - اُس کے باپ کے متعلق روایت ہے کہ اُس کو افسوس تھا کہ اُس نے الولید کو عربی بادیہ میں کیوں نہ پڑھائی -

عباسی شہزادے بھی خالص عربی سیکھنے اور اپنی غلط عربی کی تصحیح کے لیے بادیہ میں بھیجے جاتے تھے - المعتصم نے بھی بادیہ ہی میں خالص عربی کا درس لیا تھا - ایک کثیر تعداد ایسے نامور علماء کی بھی ہے جنھوں نے بادیہ میں رہ کر بدو معلمین سے خالص زبان سیکھی اور پھر ممتاز علماء گردانے گئے - اُن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

۱- **الجلیل بن احمد** (متوفی ۱۶۰ھ) : یہ عالم تھے اور وسیع علم کے حامل تھے اور جب اُن سے پوچھا گیا کہ اتنا وسیع و گراں قدر علم کہاں سے حاصل کیا تو کہا بدو معلمین سے -

۲- **بشار بن برد** (متوفی ۱۶۷ھ) : وہ اپنے دور کے عربی کے ایسے ماہر شاعر تھے جو زبان کی غلطی کبھی نہ کرتے تھے - جب اُن سے اس کمال زبان کی وجہ پوچھی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ وہ ابتدا سے ہی بنو جلیل کے فصحا کے درمیان رہے جہاں زبان کی غلطی کوئی نہ کرتا تھا - وہ بادیہ میں رہ کر خالص عربی کے ماحول کے اثرات میں جوان ہوا اور بدو معلمین سے خالص عربی کی تدریس سے فیض یاب ہوا -

۳- **الکسائی** (متوفی ۱۸۲ھ) : اس نے بادیہ میں رہ کر بدوؤں سے سیکھا اور اُس کو تحریر کرتے وقت پندرہ بوتلیں سیاہی کی خرچ کیں - جو علم حفظ کر لیا تھا وہ تحریری علم کے علاوہ تھا -

Marfat.com

۴۔ **امام شافعی :** سترہ برس بادیہ میں رہے اور بدو معلمین سے خالص عربی سیکھی اور فصاحت و بلاغت میں بھی مہارت حاصل کی ۔ یہ قبیلہ ھذیل میں رہے ۔

۵۔ **الرباشی ابوالفضل العباس ابن الفرج :** (متوفی ۲۵۷ھ) یہ اپنے وقت کے نامور و ممتاز عالم تھے اور اس بات پر فخر کرتے کہ وہ بادیہ میں رہے اور بدو معلمین سے عربی سیکھی ۔

نامور بدو عالم : خالص عربی تو تمام بادیہ نشین بولتے تھے لیکن ابو ملک ، عمرو بن کرکرہ ، ابو قروان العکلی ، ابوالہندا اور کلاب بن عمرہ بدوؤں کے اُن ممتاز علماء میں سے تھے جن کو ممتاز مقام حاصل تھا ۔ یہ عربی زبان سکھاتے ، عربوں کی تاریخ سناتے اور عمدہ عربی اشعار سنا کر سامعین کو محظوظ کرتے ۔

کتّاب کی علمی خدمات

تاریخی شہادت موجود ہے کہ ابتدا میں مدارس یا تو مساجد میں قائم کیے جاتے تھے یا کسی ایسی عمارت میں جو مسجد سے ملحق ہوتی یا ذاتی مکانات میں جو مخیّر حضرات درس و تدریس کے لیے وقف کر دیتے تھے ۔ تعلیم مسجد کے صحنوں ، خانقاہ کے حجروں اور علماء کے معمولی مکانوں اور امراء کی حویلیوں میں بھی ہوتی تھی ۔ درس و تدریس کے ان تعلیمی مراکز کے علاوہ خود کفیل مکتب بھی ہوتے تھے جنھیں کتّاب کہا جاتا تھا ۔

کتّاب کا تعلیمی ادارہ :

ظہور اسلام سے پہلے ایک تعلیمی ادارہ کتّاب کہلاتا تھا جو مکتب کے مترادف تھا ۔ اس میں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا ۔ لیکن کتّاب نام کے یہ ادارے بہت ہی کم تھے ۔ اس بات کی تاریخی و

Marfat.com

تحریری شہادت دستیاب ہے کہ سفیان بن امیہ اور ابوقیس بن عبد مناف مکہ کے سب سے پہلے افراد تھے جنھوں نے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ اُن کا اُستاد ایک عیسائی بشر بن عبدالملک تھا۔ عرب کا سب سے پہلا مدرس وادی القریٰ کا رہنے والا تھا۔ اُسی نے چند شہریوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ افراد کو پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ چنانچہ اسلام نے علم کو فروغ دیا اور وہ مسلمان جو کہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ رسول اکرمؐ کے کاتبانِ وحی مقرر ہوئے۔ جنگِ بدر کے چند قیدیوں کو اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ بطورِ فدیہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔

ظہورِ اسلام کے بعد کتّاب کی درسی خدمات:

کتّاب اسلامی سلطنت کے ظہور کے بعد بھی پہلا ادارہ تھا جو درس و تدریس کا فریضہ مسجد سے باہر ادا کرتا تھا۔ یہاں پر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ اس کی درسی اور علمی نوعیت کے پیشِ نظر تکتیب سے لفظ کتّاب یا مکتب مشتق ہوا۔ کتّاب سے مراد وہ ادارہ تھا جہاں قرآنِ مجید، دینیات اور نوشت و خواند کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مکانوں میں کتّاب کا قیام:

وہ کتّاب جہاں پر پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا تھا وہ اساتذہ کے مکانوں ہی میں قائم تھے۔ یہ کتّاب اُن مکاتب کے علاوہ تھے اور علیحدہ بھی تھے جہاں پر قرآن مجید اور دینیات کی ابتدائی تعلیم کا انتظام تھا۔

پروفیسر فلپ۔ کے۔ ہٹی فرماتے ہیں: ”کتّاب کا نصاب ابتداءً قرآن پاک کی تعلیمات پر مشتمل تھا جو کہ درسی کتاب کی طرح پڑھایا

Marfat.com

جاتا تھا ۔ پڑھنے کے ساتھ ہی طلبہ کو لکھنے کی بھی مشق کرائی جاتی تھی ۔ پڑھائی اور خوش نویسی کی مشق کے ساتھ ہی قصص الانبیاء اور احادیث کی بھی تعلیم دی جاتی تھی ۔" ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں :

"بعض کتّاب میں نوشت و خواند اور قرآن مجید کی تعلیم ہوتی تھی اور بعض ایسے بھی تھے جن میں زبان و دیگر علوم کی تدریس پر توجہ تھی ۔

۱ ۔ ابوالقاسم بلخی متوفی ۱۰۵ھ کا کتّاب :

اس کتّاب میں تین ہزار طلبہ تھے جن کی نگرانی کے لیے انھیں خچر پر سوار ہوکر ادھر آدھر چکر لگانا پڑتا تھا ۔

احمد بن سہل متوفی ۳۲۲ھ کا کتّاب :

یہ ابتداء میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے لیکن پھر علم میں وسعت اور گہرائی پیدا کی اور اعلیٰ مقام حاصل کیا ۔

رفتارِ ارتقا :

اسلامی سلطنت میں کتّاب اور معلمین کی تعداد بہت تیزی سے بڑھی ، یہاں تک کہ تقریباً ہر گاؤں میں ایک کتّاب قائم ہوگیا جو کہ درس و تدریس کا فریضہ تن دہی سے انجام دیتا ۔ جب ابنِ حوقل نے صقلیہ کی سیاحت کی تو پلرمو میں ابتدائی تعلیم کے مدرسین تقریباً تین سو تھے ۔[1]

تعلیمی ترقی و کتّاب کا کام :

ابتدائی مدارس یا تو مساجد میں قائم کیے جاتے تھے یا پھر کسی ایسی عمارت میں جو مسجد سے ملحق ہوتی تھی ۔ ذاتی مکانات

---

۱ ۔ معجم الادباء ، از یاقوت حموی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از احمد شلبی ، مترجم زبیری ، ص ۲۰ - ۲۱ ۔

Marfat.com

یا اُمراء کی حویلیوں میں بھی مکتب قائم تھے ۔ علاوہ اُن مکاتب کے جو مکانوں کے اندر تھے کچھ خود کفیل کتّاب بھی تھے جو کہ مستقل طور پر درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے ۔ یہ کتّاب معاشرے میں ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے ۔ چنانچہ علمی ترقی تیزی سے ہوئی جس میں ان کتّاب کی خدمات سرفہرست تھیں ۔ پھر جلد ہی تقریباً ہر گاؤں میں ایک کتّاب قائم ہوگیا اور کامیابی سے درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے لگا ۔ امام شافعی فرماتے ہیں : "میری والدہ ماجدہ نے مجھے کتّاب میں داخل کر دیا اور جب میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا تو میرا داخلہ مسجد میں ثانوی درجے میں ہوا ۔" تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ کے مؤلف ڈاکٹر احمد شلبی فرماتے ہیں کہ "ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سلطان طالب علم ابتدائی تعلیم کسی کتّاب میں حاصل کرتا تھا جو کہ اکثر مساجد کے باہر ہوتا تھا لیکن ثانوی تعلیم کے لیے انتظام مسجد میں ہوتا تھا ۔"[1]

معاشرے کی علمی خدمات

مسجدوں ، مسجدوں کے صحنوں ، حجروں ، کتّاب ، مسجدوں سے ملحق عمارتوں ، حویلیوں اور معمولی مکانات میں درس و تدریس کے علاوہ معاشرے میں کچھ مراکز اور بھی تھے جو کہ درس و تدریس کے ذریعے علمی فروغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ۔ علم کے یہ مراکز رضاکارانہ طور پر قائم ہوتے تھے ۔ علم دوست علماء کی قیادت میں یہ مراکز رضاکارانہ طور پر علم کو مقبول کر رہے تھے ۔ اُن میں

---

۱ ۔ تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم زبیری ۔ جامع بیان العلم ، از ابن عبدالبر ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر ۔

Marfat.com

سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے :

۱ - کتب فروشوں کی علمی خدمات :

کتب بیچنے والی دکانیں تعلیم کا مراکز تھیں اور رضا کارانہ تعلیم کو عوام میں پھیلاتی تھیں - وہ دکانیں جہاں پر کتابیں بکتی تھیں وہاں پر روزانہ علمی جلسے اور مناظرے اور علمی مباحثے ہوتے تھے اور ان میں علماء شرکت کرتے تھے اور اپنے ٹھوس اور کھرے علم سے سامعین کو مستفید کرتے تھے -

ان دکانوں کا وجود سب سے پہلے عباسیہ عہد میں ہوا - پھر آہستہ آہستہ تمام اسلامی ملکوں میں یہ دکانیں قائم ہوگئیں - اور علمی جلسوں ، مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے علماء ، علم کو پھیلانے لگے - جب یعقوبی نے تعداد کے بارے میں تذکرہ پیش کیا تو اس نے کہا کہ صرف ''فصامیہ'' کے محلے میں تین سو سے زیادہ ایسی کتابیں بیچنے والی دکانیں تھیں جہاں علمی فروغ کے لیے علمی مناظرے و مباحثے منعقد ہوتے تھے - ثم بن زولان مصر کے متعلق لکھتے ہیں ”طولونیوں اور اخشندیوں کے عہد میں الوراقین کے لیے ایک الگ بازار تھا - مقریزی نے بھی جگہ جگہ ان بازاروں کا ذکر کیا ہے -

کتب فروشوں کی علمی قابلیت :

ان دکانوں کے کتابیں بیچنے والے عالم و دانشور ہوتے تھے جوکہ اپنے ٹھوس ، کھرے اور وسیع علم کی وجہ سے ممتاز علما میں شمار کیے جاتے تھے - ان میں سے چند کے نام یوں ہیں : یاقوت حموی (متوفی ٦٢٦ھ) ''معجم الادبا'' اور ”معجم البلدان'' کے مصنف اور ایک

Marfat.com

نامورعالم ہیں جنھیں تاریخ میں دوام حاصل ہے - ابن الندیم (متوفی ۴۳۸ھ) "الفہرست" نام کی ایک مشہور کتاب کا مصنف ہے - علی بن عیسیٰ جو ابن کوچک کے نام سے بھی مشہور ہے ، نامور عالم اور عظیم مصنف بھی تھے - یہ سب ممتاز عالم اور نامور مصنف کتب فروش بھی تھے - وہ مباحثوں اور مناظروں میں حصہ بھی لیتے تھے اور زمانے کی تاریخ میں ہمیشہ موجود رہیں گے اور یہ کتابیں بیچنے والے بھی تھے -

علمی اجتماعات اور مباحثے :

یاقوت حموی ''سوق الوراقین'' میں بیٹھا رہتا تھا اور شیعہ علماء اور منامنا حضرات سے ان کے عقائد پر بحث کیا کرتا تھا - اس نے خارجیوں کے نظریات کا وسیع اور گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسے ان کے نظریے سے اتفاق تھا -

ابوالفرج الاصفہانی کا شعر پر مباحثہ :

یہ ایک دن کتابوں کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا - اس نے ابوالفتح الجزائری کو ایک نظم پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس نظم کو اس کی زبان سے سنا - پھر اس کی شعر کے بارے میں بصیرت کو جانچنے کے لیے سوالات پوچھے تو اس کے شعورِ شعر سے اختلاف کیا - پھر شعر کی خوبیوں کے بارے میں ابوالفرج کی ابوالفتح کے ساتھ بحث چھیڑ گئی -

۳ - ابن الخوارزمی بغداد کے ''سوق الوراقین" کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑا بازار ہے وہاں علماء و شعراء جمع ہوا کرتے تھے اور علمی مناظرے و مباحثے ہوتے تھے -

Marfat.com

المقریزی قاہرہ کے سوق الوراقین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ علماء کی پسندیدہ جگہ تھی۔ یہاں علماء اور طالب علم علمی مناظروں اور مباحثوں کے لیے جلسے منعقد کرتے تھے۔ یہ اجتماع علم کی خدمت کرتے تھے۔

دکانوں کا گھروں پر اثر :

یہ دکانیں گھروں کے اندر بھی علم کو مقبول کرنے کا باعث تھیں۔ غرناطہ کے قرب و جوار میں ایک جگہ وادی الحا کے نام سے موسوم تھی جہاں زید نام کا ایک کتب فروش رہا کرتا تھا۔ اسی کتب فروش کی دکان کے علمی اقدامات کے زیر اثر زینب و حمدہ علم میں دلچسپی لینے اور کتابیں پڑھنے لگیں۔ چنانچہ وہ اعلیٰ درجے کی شاعرات ہوئیں اور علم و دانش کے بیشتر شعبوں میں ماہر ہوگئیں۔ اُن کا علم وسیع اور ٹھوس تھا۔ یہ دونوں زید کی لڑکیاں تھیں۔

عام دکانوں کی علمی خدمات :

کتب فروشی کی دکانوں کے علاوہ عام دکانوں پر بھی ادبی مباحثے اور مطالعے کا شغل رہتا تھا، اور ان عام دکانوں پر بھی علمی مناظرے اور علمی مباحثے ہوتے جو علم کو فروغ بھی دیتے اور عوام میں علم کو مقبول بھی کرتے اور علم میں دلچسپی بھی پیدا کرتے۔

ابو العتاھیہ کا ادبی شغل : یہ مٹی کے برتنوں کے ایک معمولی درجے کے دکاندار تھے۔ یہ اپنی دکان پر ادبی اجتماع کرتے اور سامعین کو اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔

ابوبکر الصیفی : اس کا رنگ کا کاروبار تھا اور ایک رنگ کا

Marfat.com

کارخانہ بھی تھا ۔ اس کی دکان پر عالموں اور حدیث کے ماہرین کا اجتماع ہوتا تھا ۔ اس کے کارخانے کے سامنے ایک میدان میں ابوعبداللہ بن یعقوب اجتماع کے سامنے تقریر کرتے اور سامعین کو معلومات سے فیض یاب کرتے ۔

بغداد کا بلند علمی معیار و علمی کشش :

ایک طالب علم بغداد میں علم حاصل کرنے کے لیے آیا اور تحصیل علم کے بعد واپس لوٹا ۔ راستے میں ایک بازار میں رکنا پڑا ۔ ایک دکان پر ادبی مباحثہ ہو رہا تھا ۔ یہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے واپس وطن جانے کا ارادہ ترک کردیا ۔ اور کہا کہ ایسے شہر کو جس کا علمی معیار اتنا بلند ہو جو علم و تہذیب کے اوج پر ہو اس کو چھوڑنا علمی و تہذیبی محرومی کے مترادف ہے ۔

علما کی قیام گاہوں کی علمی خدمات

مکانوں میں درس و تدریس کا کام ہوتا تھا ۔ علماء کی قیام گاہوں پر علمی و ادبی مطالعہ ہوتا ۔ علمی مباحثے و مناظرے ہوتے اور علماء کی قیام گاہوں کی علمی سرگرمیاں ماحول میں علم میں دلچسپی بیدار کرتیں ، علم حاصل کرنے کے شوق کو فروغ دیتیں ، علم کو پھیلاتیں اور علم کی پیاس کو بجھاتیں ۔ اسلامی تعلیم علماء کے مکانوں پر بھی ہوتی تھی ۔ اوائل اسلام میں حضرت ارقم رض کا مکان مذہبی تعلیم کے لیے منتخب کیا گیا اور اسی مکان پر رسول کریم ؐ دین کی تعلیم دیتے تھے ۔ توحید اور دین اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے ۔ چنانچہ یہ پہلا اسلامی مدرسہ کہلاتا ہے ۔

علماء کی بلند اخلاق :

اسلامی ممالک میں بہت سے ذاتی مکانات بطور مدرسہ استعمال

Marfat.com

کیے جاتے ہیں - چونکہ یہ مکان کسی ایک عالم کی ملکیت ہوتا تھا لہذا آنے والے تکلف، اجنبیت اور غیریت محسوس کرتے تھے - چنانچہ مالک مکان اخلاق سے ملتے، شیریں کلامی سے استقبال کرتے اور خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہتے تاکہ آنے والوں کو اجنبیت و غیریت کا احساس نہ ہو اور وہ بلا جھجک اپنی علمی سرگرمیوں میں مشغول ہو جائیں -

ابو علی ابن سینا کا مکان :

ابو علی ابن سینا ایک مشہور عالم تھے - وہ دن بھر تو اپنے منصبی فرائض سرانجام دیتے تھے لیکن شام سے رات تک "القانون" کا درس دیا کرتے تھے - ان کے مکان پر بہت لوگوں کا ہجوم ہو جاتا - وہ علم کی ترقی کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتے -

ابو سفیان السجستانی محمد ابن طاہر بن بہرام کا مکان :

اس عالم کی وفات چوتھی صدی کے ختم ہونے سے کچھ ہی پہلے ہوئی تھی - یہ جذام میں مبتلا تھا اور اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا کیونکہ بیماری موذی تھی - وہ ایک آنکھ سے دیکھتا تھا - اس کے مکان پر علماء و طلباء کا ہجوم رہتا تھا - یہ دوسرے علماء کے ساتھ خود بھی فاضلانہ درس دیا کرتا تھا -

علماء کی قیام گاہوں کے بارے میں مورخین کی آراء :

القفطی نے ابوالحسن المنجم کی سوانح عمری لکھی ہے - ابوالحسن کا ایک دوست ابو سلیمان تھا - جس کے گھر پر اس نے خود علما کا اجتماع دیکھا اور شریک ہو کر علمی مباحثے و مناظرے سنے - یہ مباحثے مختلف مسائل پر ہوتے تھے جو ابو سلیمان کی اپنی نگرانی میں ہوتے تھے - ابو الحسن کے گھر پر آنے والے علماء کا

Marfat.com

ذکر کرتے ہوئے اس نے چند ایسے جید علماء کا ذکر کیا ہے جو کہ علمی جلسوں میں شریک ہوتے اور مباحثوں اور مناظروں میں پرجوش حصہ لیتے۔ مثلاً ابو محمد المقدسی ، ابوالفتح نوشاجانی ، ابوزکریا الصیمری ، ابوبکر القومسی ، علامہ زحل (متوفی ۳۷۶ھ) ، ابوجیہان التوحیدی (متوفی ۴۰۰ھ) یہ عالی مرتبت علماء و فضلاء آتے تو دوسرے علماء کا اجتماع ان کے عالمانہ مباحثوں اور مناظروں سے مستفید ہوتا۔ ابوجیہان التوحیدی کا بیان ہے کہ ان علماء و فضلا میں سے ہر ایک اپنے مخصوص میدان علم میں بے مثل تھا۔ ابوجیہان کی تصانیف "المقامات امتاع والموالیہ" میں محض وہی مناظرے و مباحثے درج ہیں جو اس مکان میں ہوا کرتے تھے۔ اس نے ان مباحثوں کو اس کتاب میں محفوظ کر لیا ہے۔

امام محمد الغزالی کا مکان :

جب امام محمد الغزالی نوشاپور کی مدرسی سے سبکدوش ہوکر اپنے وطن طوس واپس گئے تو انھوں نے اپنے ہی مکان پر دینیات کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ عبادت بھی کرتے اور درس بھی دیتے تھے۔

علی بن محمد الفیئعی (متوفی ۵۱۶ھ) کا مکان :

یہ مدرسہ نظامیہ کے بہت نامور استاد تھے، لیکن چونکہ وہ شیعہ رجحانات رکھتے تھے اس لیے برطرف کر دیے گئے تھے۔ لیکن اس برطرفی کے بعد بھی انھوں نے اپنی علمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ خود بھی مطالعہ کرتے اور درس و تدریس میں بھی مشغول رہتے۔ ان کے مکان پر بہت سے طلبا جمع ہو جاتے اور ان کے عالمانہ درس اور فاضلانہ تدریس سے استفادہ کرتے۔

Marfat.com

یعقوب بن کلس (متوفی ۳۸۰ھ) کا مکان :

یہ العزیز باللہ فاطمی کا وزیر تھا ۔ اس نے ایک ضخیم کتاب اسماعیلی فقہ پر لکھی تھی جو ایک بیش بہا علمی خدمت تھی ۔ اس کا مکان ہر جمعہ کے دن علم کا مرکز بن جاتا اور مختلف علماء و فضلاء ان کا درس سننے کے لیے جمع ہو جاتے اور ان کے درس سے فیض یاب ہوتے ۔

محلات کی علمی خدمات

شاہی محلات میں اور امراء کی حویلیوں میں ایک خاص قسم کی تعلیم رائج تھی جس کا مقصد شاہزادوں اور امراء کے لڑکوں میں اُن کی مخصوص شاہی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی اہلیت پیدا کرنا تھا ۔ شاہی محلات میں تعلیم کے لیے ایک خاص نصاب ترتیب دیا جاتا تھا جس کا مقصد ایسی تعلیم دینا ہوتا تھا جو مخصوص شاہی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کا اہل بنا دے ۔ ہر بادشاہ کی حسبِ مرضی تعلیم کا نصاب ترتیب دیا جاتا اور اسی کی زیر ہدایت اور حسب احکامات تعلیم دی جاتی ۔ شاہزادے اور امراء کے لڑکے ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم بھی محلات ہی میں حاصل کرتے تھے ۔

شاہی معلم :

جو لوگ شاہی محلات و امراء کی حویلیوں میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ایسے شاہی اتالیق کو مودب کہا جاتا تھا ۔ یہ لفظ ادب سے مشتق ہے ۔ چونکہ اس زمانے میں تعلیم کا

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ، ص ۲۶ ۔ ۲۸ ۔

Marfat.com

مقصد اخلاق و ذہنی صفات کی نشو و نما اور اُن کا ارتقا ہوتا تھا اس لیے شاہزادوں اور امیرزادوں کی تعلیم کا فریضہ سرانجام دینے والے اساتذہ کو مودب کہتے تھے ۔

مودب کی رہائش :

مودب محل کے ایک حصے میں شاگردوں کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے تاکہ وہ ان کی تربیتِ اخلاق کی نگرانی ہمہ وقت کرسکیں اور بالتفصیل توجہ بھی دے سکیں ۔ جب احمد بن یحییٰ ثعلب کو طاہر بن محمد عبداللہ بن طاہر کا اتالیق مقرر کیا گیا تو وہ اپنے شاگرد کے ساتھ ہی کھانا کھایا کرتا تھا تاکہ آدابِ طعام پر بھی نظر رکھ سکے ۔

محل سے باہر مودب کی رہائش :

بعض اوقات مودب یعنی اتالیق کی رہائش محل سے باہر ہوا کرتی تھی ۔ اور محل کے ایک کمرے میں شاہزادے کی تعلیم ہوتی تھی ۔ ایک دستور یہ بھی تھا کہ جس کمرے میں شاگرد کی تعلیم شروع ہوتی اُس کا سارا ساز و سامان اُستاد کے مکان پر بھیج دیا جاتا ۔ خلیفہ ہارون الرشید نے امین کے اُستاد احمر کو جب سامان بھیجا تو اُس نے کہا کہ اس سامان کے لائق اُس کے پاس مکان نہیں ہے ۔ چنانچہ خلیفہ نے ایک مکان بھی دے دیا ۔

نصاب تعلیم :

بچے کی تعلیم کے لیے نصاب بادشاہ یا خلیفہ کی ہدایات کے مطابق ترتیب پاتا اور اُسی کے احکامات و ہدایات کے تحت اُس میں ترمیم اور تنسیخ ہوتی رہتی ۔ تمام نصابی ترامیم اس مقصد سے مربوط ہوتیں کہ شاہزادہ اپنے شاہی فرائض کو اعلیٰ طریقے سے

Marfat.com

سرانجام دے سکے ۔

چند تاریخی مثالیں :

عمر بن عتیبہ نے اپنے بیٹوں کے اتالیق کو یہ ہدایات دیں : میرے بچوں کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے آپ خود اپنے اخلاق اور اطوار کو درست کریں ۔ آپ کو اپنی عادات لازمی طور پر درست کرنی چاہئیں کیونکہ میرے بیٹے یقیناً آپ سے اثر لیں گے ۔ وہ وہی کام کریں گے جو کہ آپ کو پسند ہیں اور ایسے کاموں سے گریز کریں گے جن سے آپ کو گریز ہے ۔ انھیں قرآن مجید پڑھائیے لیکن اس طرح سے نہیں کہ وہ اس سے اکتا جائیں ۔ احادیث میں سے ان کی عمر کے مطابق موزوں احادیث پڑھائیے ۔ ان کے سامنے شستہ اور پاکیزہ اشعار خوش الحانی سے پڑھیے ۔ جب تک کہ وہ ایک مضمون بخوبی ذہن نشیں نہ کر لیں ، دوسرا مضمون شروع نہ کروائیے ۔ فضلا اور دانشوروں کے اوصاف انھیں سکھائیے ۔ عورتوں کے بارے میں بات چیت سے انھیں دور رکھیے ۔ ایک وقت میں ایک مضمون پڑھایا جائے اور مہارت پیدا کی جائے تاکہ ذہن میں علم گڈ مڈ نہ ہو جائے ۔ مثالی اوصاف مثالی فضلاء سے حاصل کر کے سمجھائے جائیں ۔[1]

ہشام بن عبدالملک کی ہدایات :

اس نے اپنے بیٹے کے اتالیق سے کہا کہ ”پہلے اسے قرآن مجید پڑھائیے۔ پھر نظم اور خطباتِ عالیہ اور پھر نیکی و بدی کا فرق اس کو سمجھائیے ۔ مشہور جنگوں کے حالات بھی ذہن نشین کرائیے اور آخر میں فنون پڑھائیے[2] ۔

---

۱ و ۲ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم زبیری ۔

Marfat.com

ہارون الرشید کی ہدایات :

اس نے اپنے بیٹے کے اتالیق احمر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ احمر ! میں نے اپنا بچہ جو کہ میرا ہی خون ہے اور میری ہی نسل ہے ، تمھارے سپرد کر دیا ہے اور تمھیں اس پر اختیار و اقتدار دے دیا ہے ۔ تمھیں چاہیے کہ اپنے مرتبے کے شایانِ شان اپنی قابلیت کا ثبوت دو ۔ اس کو قرآن مجید ، احادیث شریف اور نظم پڑھاؤ ۔ اسے فصاحت اور خطابت کی قدر شناسی سکھاؤ ۔ اسے ہدایت کرو کہ موقع بے موقع ہنسا نہ کرے ۔ ہاشمی خاندان کے اکابرین کی قدر و منزلت کرنے کی عادات پیدا کرو ۔ اگر افواج کے سپہ سالار اس کی مجلس میں آئیں تو ان کو ان کے رتبے کے مطابق موزوں اور مناسب جگہ بٹھائیں ۔ کوئی وقت ایسا نہ گزرے کہ اسے کوئی نہ کوئی سبق نہ ملے ۔ لیکن اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ آزردہ خاطر ہو جائے ۔ اس پر حد سے زیادہ شفقت بھی نہ کرنا ورنہ وہ کاہل ہو جائے گا ۔ اس کی اصلاح نرمی سے کی جائے ۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو تمھیں سختی کرنے کا بھی اختیار ہے ۔

فاطمیوں کے محلات میں تعلیم :

فاطمیوں کے شاہی محل میں ایک مدرسہ قائم تھا جس کا نصاب تعلیم خاص تھا اور اس کا مقصد بھی خلافت کے عہدے اور خلافت کے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کی اہلیت پیدا کرنا تھا ۔ خلفاء کے لڑکے ہمیشہ اس مدرسے میں تعلیم پاتے تھے ۔

۵ ۔ معلم کا مقام :

شاہی محلات میں معلم کے عہدے پر تقرری شہرت اور ناموری

Marfat.com

کا باعث تھی -

معلم کی قلندری :

اکثر معلم کھدر پوش اور نان جویں کھانے والے تھے - بہت سے معلم شاہی محلات میں تقرری سے انکار کر دیتے تھے - سلیمان بن علی نے خلیل بن احمد کو اپنے بیٹے کا اتالیق بننے کی پیش کش کی تو انھوں نے انکار کر دیا - انھوں نے اپنے گھر سے باسی روٹی لا کر قاصد کو دکھائی اور کہا کہ جب تک یہ روٹی میرے پاس ہے ، مجھے کسی ملازمت کی ضرورت نہیں -

شاہزادوں کی تعلیم سے انکار :

بہت سے ایسے عالم گزرے ہیں جنھوں شاہی اتالیق کے عہدے سے انکار کیا بلکہ شاہزادوں کو بغرض تحصیلِ علم اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا - جب خلیفہ ہارون الرشید نے عبداللہ بن ادریس سے درخواست کی کہ وہ مامون کو اپنے درسِ حدیث سے فیض یاب کریں تو انھوں نے کہا کہ مامون اُن کے درس کے اجتماع میں خود آ کر درسِ حدیث سن سکتا ہے -

مسجد کی علمی خدمات

مسجد کا مقام :

مسجد کو اسلامی معاشرے میں ایک مرکزیت حاصل تھی - مسجد میں پانچ وقت کی نماز اور عبادت کے علاوہ بہت سے سیاسی ، مذہبی ، علمی اور دنیاوی فرائض انجام پاتے تھے - مسجدیں سیاست کے مراکز تھیں اور یہاں پر سماجی بہبود کے منصوبے ترتیب پاتے تھے - ہنگامی اجلاس ہوتے تھے - خلیفہ کا انتخاب ہوتا تھا - گھریلو مسائل اور

Marfat.com

گھریلو تنازعات پر غور کرکے ان کا تصفیہ کیا جاتا ۔ مسافروں ، غریب الوطنوں اور لاوارثوں کو پناہ دی جاتی ۔ مساجد بیواؤں اور یتیموں کی جائے پناہ بھی تھیں اور سرپرستی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی تھیں ۔ یہاں رہائش ، خور و نوش اور لباس و تعلیم کا انتظام ہوسکتا تھا ۔ مسجد میں نماز کے اجتماعات روحانی و ملی اتحاد پیدا کرتے تھے اور قومی یک جہتی کی روح پھونکی جاتی ۔ مساوات و اخوت و حریت کا سبق روح و قلب میں سرایت کرتا اس لیے جہاں پر بھی اسلام کا پیغام پہنچا وہاں مسجد کی تعمیر بھی ضرور ہوئی ۔ مسجد میں عبادت تو لازمی طور پر ہوتی تھی ، دینی و اخلاق تعلیم کا بھی انتظام تھا اور بعد کے ادوار میں دنیاوی تعلیم بھی لازمی طور پر دی جاتی تھی ۔ یہ مسجد کی علمی خدمات ہی کی برکت تھی کہ اسلامی معاشرے میں تقریباً ہر فرد اور ہر پیشہ ور خواندہ تھا ۔

مسجد مرکز درس و تدریس تھی :

مسلمانوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا مرکز مسجد تھی ۔ اسلام کی ابتداء ہی سے مسجد میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام پاتا رہا ۔ آنحضرت [؟] خود درس دیتے تھے ۔ معلم انسانیت خود علم کی روشنی سے مسلمانوں کو منور کرتے تھے ۔ اسلام کے آغاز سے صدیوں تک یہ کام بغیر وقفے کے جاری رہا اور اب بھی ہے ۔ ابتداء میں مسلمانوں کی تعلیم قرآن پاک کا درس ، دینیات اور حدیث شریف کی تدریس پر مشتمل تھی ۔ اس لیے مسجد عبادت گاہ ہونے کے علاوہ دینیات کی تعلیم بھی دیتی تھی ۔ کردار کی اعلیٰ تشکیل اور سوچ و عمل کو صالح بنیادوں پر ڈھالنے کے فرائض بھی سرانجام دیتی تھی اور یہ سب کام رضاکارانہ طور پر سرانجام پاتا تھا ۔

Marfat.com

مسجد نبوی میں درس و تدریس

مسجدِ قبا :

حضور ؐ نے مدینہ منورہ جاتے ہوئے شہر سے باہر قبا کی مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس مسجد کو تعمیر کیا ۔ اس میں درس دیا ۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے ۔

"المرید" میں مسجد :

جب آنحضرت ؐ مدینہ پہنچے تو آپ نے "المرید" میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور اس مسجد کو تعمیر کیا ۔ اسی مسجد میں آپ نے قرآن پاک پڑھایا ۔ اخلاق ضابطوں اور عمل صالح کی تعلیم شروع کی اور علم کو مقبول کیا ۔

مساجد کی تعمیر :

مسلمان ہر نئے شہر میں اور ہر مفتوحہ مقام پر مسجد بھی جلد از جلد تعمیر کرتے تھے ۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے بصرہ ، کوفہ ، شام اور مصر کے گورنروں کو ہدایات بھیج دیں کہ ایک جامع مسجد ہر جگہ تعمیر کی جائے تاکہ مسلمانوں کا وہاں پر اجتماع ہو سکے ، اور جمعہ کی نماز باجماعت جامع مسجد میں پڑھائی جائے ۔ اس قسم کے ماحول میں مسلمانوں کے اجتماع سے روحانی آہنگ پیدا ہوگا ۔ تخلیقی قوتوں کا ارتقاء ہوگا و اتحاد پیدا ہوگا اور اجتماع میں ملی روح پیدا ہوگی اور قومی اتحاد فروغ اور ارتقاء پائے گا ۔ چنانچہ مساجد کی تعداد تیزی سے ہونے لگی ۔ یہاں تک کہ بعض کا دعویٰ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں صرف بغداد میں تیس ہزار مساجد تھیں اور ہر مسجد درس و تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیتی تھی ۔

Marfat.com

مصر میں مساجد کی تعمیر اور علمی خدمات :

حضرت عمر بن العاص نے مصر کو فتح کیا تو اس فتح کے فوراً بعد ایک جامع مسجد تعمیر کروائی اور یہ مسجد جامع عمر کے نام سے مشہور ہوئی - ۱۳۳ھ تک یہ مسجد یوں ہی رہی اور پھر عبداللہ بن علی بن عباس نے مصر پر حملہ کیا اور اُسے فتح نصیب ہوئی تو یہ جامع مسجد بھی اُسی کی حکومت کے قبضے میں چلی گئی - پھر اُس نے دو مساجد او تعمیر کیں جو کہ جامع القضاء اور جامع العسکر کے نام سے موسوم ہوئیں - ۳۵۲ھ میں جامع ازہر کی بنیاد رکھی گئی - فاطمی جرنیل جوھرالکاتب العقلی نے ۳۵۹ھ مطابق ۹۷۰ع میں ازسرِ نو اس کی بنیاد رکھی، اور بعد میں دوسرے فاطمی خلفاء کی حکومتوں نے اس کو مزید وسعت دی - اس درس گاہ میں شیعہ علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی اور یہاں سے فاطمی علماء و دعاۃ دنیائے اسلام میں بھیجے جاتے تھے -[1] ۳۷۸ھ میں اُسے اہلِ قلم کے سپرد کر دیا گیا - اُسی وقت سے وہ اسلام کی مخصوص تعلیم کا فریضہ انجام دیتی رہی؛ اور بتدریج ایک اعلیٰ یونیورسٹی بن گئی - سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب مصر پر قبضہ کیا تو جامع ازہر کو اہلِ السنت کے علوم و معارف کا مرکز بنا دیا - کچھ ہی عرصے کے بعد عبدالعزیز نے ایک دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی جسے الحاکم نے مکمل کیا اور یہ "جامع الحاکم" کہلائی - الحاکم نے "جامع المقص" اور "جامع راشدہ" بھی تعمیر کروائیں - جامع مسجد

---

۱ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، 18/2 کراسہ ۳ ، ص ۱۶۳ - الخطط ، ۴ : ۴۹ تا ۵۶ ، قاہرہ ۱۳۲۶ھ - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم زبیری ، ص ۴۵ - ۴۶ -

Marfat.com

میں جمعہ کی نماز کا وسیع اجتماع ہوا کرتا تھا ، اور خطبہ بھی ہوا کرتا تھا ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مساجد تھیں جہاں روزانہ پانچ وقت کی نمازیں ہوا کرتی تھیں اور ہر مسجد علمی درس و تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتی تھی ۔

فاطمی حکمران الحاکم بامر اللہ نے قاہرہ میں دارالعلم یا دارالحکمتہ قائم کیا ۔ اس کے لیے ایک عمارت تیار کی گئی اور اسے ہر طرح سے آراستہ کیا گیا ۔ اس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا جو اسی دارالعلم سے ملحق تھا ۔ دارالعلم کی اصلی غرض و غایت شیعہ علوم کی اشاعت تھی اور اس دارالعلم کے مصارف کے لیے فسطاط کے بہت سے مکانات وقف تھے ۔[1]

ابنِ جبیر (متوفی ۶۱۴ھ) کے زمانے میں مساجد کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی تھی ۔ صرف اسکندریہ میں بارہ ہزار مساجد تھیں ۔ ابنِ جبیر کا قول ہے کہ اس نے ایک ہی مقام پر پانچ مساجد دیکھیں : (۱) جامع عمر ۔ (۲) جامع العسکر ۔ (۳) جامع ازہر ۔ (۴) جامع الحاکم ۔ (۵) جامع المقص ۔

مسجدوں میں تعلیم کی تفاصیل :

مسجدوں میں درس و تدریس کا سلسلہ لگاتار جاری رہا ۔ وقت کےساتھ ساتھ دینی مضامین میں بھی اضافہ ہوا ۔ قرآن پاک کی تدریس کے علاوہ تفسیر و حدیث کی تدریس ہوتی تھی اور ان دنیاوی مضامین کی تدریس بھی شروع ہوگئی جن سے کہ کارخانۂ حیات چلتا ہے ۔ ہر عمر کے لیے ہر معیار کی تعلیم کے مواقع فراہم کیے گئے ۔ مسجدوں سے

---

۱ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، الخطط ۲ : ۳۳۳ تا ۳۳۴ ، مطبوعہ قاہرہ ۔ بحوالہ ڈاکٹر احمد شلبی

Marfat.com

ملحق کتب خانے بھی تھے جن سے علمی خزانے ہر ایک کو یکساں حاصل ہوتے تھے۔

المغرب کے دربار اور مسجدوں کی علمی خدمات:

لیبیا، تیونس، الجزائر اور مراکش کے ممالک کو المغرب کے ممالک کہا جاتا تھا۔ ان کو فتح کرنے کے لیے ہزاروں مجاہدوں نے جہاد میں شرکت کی اور ہزاروں شہیدوں نے قربانیاں پیش کیں۔ بربروں سے عرب مسلمانوں کی لڑائیاں ۲۶ھ سے ۸۱ھ تک جاری رہیں۔ بربر اسلام لاتے اور پھر مرتد ہو جاتے۔ آخر میں حضرت امام حسنؓ کی نسل سے ادریس بن عبداللہ بن المثنیٰ المغرب چلے آئے اور ان کی جدوجہد اور تبلیغ و اشاعت دین کی وجہ سے بےشمار لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہ ان ہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ بہت سی مساجد تعمیر ہوئیں اور ان میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہوا۔ مہدیہ، قیروان، تلمسان، الجزائر اور فاس کی مساجد قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم کا بڑا مرکز تھیں۔ تیونس میں جامع زیتونیہ اور فاس کی جامع القرویین کی بنیاد بھی اسی زمانے میں پڑی۔

اسد بن الفرات کی علمی خدمات: المغرب میں علم کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ اسد بن انفرات (متوفی ۲۱۳ھ) کا تھا۔ اس کا خاندان نیشاپور سے تعلق رکھتا تھا، اور اس نے قیروان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

اسد ابن الفرات کا ذوقِ علم: یہ قیروان سے مدینہ منورہ گیا اور امام مالک سے مؤطا پڑھی۔ پھر عراق میں جا کر امام محمد اور امام ابویوسف سے مزید علم حاصل کیا اور اپنے علم کو وسیع کیا۔ اس کے بعد پھر قیروان واپس آیا اور المغرب کے ممالک میں علم کو پھیلایا۔

Marfat.com

اس نے ایک شہرۂ آفاق کتاب لکھی جس کا نام المدونہ ہے ۔ یہ فقہ کی کتاب ہے اور شمالی افریقہ میں آج تک استعمال ہو رہی ہے ۔[1]

تعلیم میں سفر کی اہمیت : اس زمانے میں تعلیم کے لیے سفر لازمی تھا ۔ یہ تصور عام تھا کہ سفر کے بغیر تعلیم نامکمل ہے اور سفر اور مختلف ممالک کے اساتذہ سے درس و تدریس کے بعد ہی علم کسی معیار تک پہنچ سکتا ہے ، اور یہ اصول علمِ حدیث کی وسیع ، گہری اور ٹھوس علمیت کے لیے خصوصاً ضروری تھا ۔ وطن سے باہر جانا ، بہت سے آئمہ سے درسِ حدیث حاصل کرنا اور اُن کے علم سے استفادہ کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا ۔ اس دور کے علماء و طلباء کو ریتلی زمین پر سفر کرنا اور سمندر کے ہولناک حوادث سے دوچار ہونا پڑتا تھا ۔ اور سفر کی صعوبتیں علماء کے ذوقِ علم اور ہمتوں کو پست نہ کر سکتی تھیں ۔

محدثین نے ایک ایک حدیث کے گہرے و ٹھوس مطالعے کی خاطر مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی سرزمین پر سفر کیا اور سفر کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں ۔ مصر کے طالب علم خراسان آتے تھے اور خراسان کے مصر جاتے تھے ۔ اندلس سے سسلی اور یہاں سے چل کر عراق ، مصر ، شام اور عرب آتے تھے اور مصر و شام سے سپین جاتے تھے ۔ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلس سے تحصیل علم کے لیے امام مالک کی خدمت میں مدینہ منورہ آتے تھے ۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی بیوہ ماں کے ساتھ ترکستان سے عرب کا سفر بغرضِ حصولِ علم کیا ۔ ایک اور سفر سے واپسی پر عراق ،

---

۱ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — جلد 18/2 ۔ کراسہ ۳ ۔ ظہرالاسلام ج : ۲۹۲ تا ۲۹۸ قاہرہ ۱۹۴۶ء احمد امین ۔

Marfat.com

ایران اور خراسان کی ایک مشہور درس گاہ میں بالتفصیل مطالعہ بھی کیا اور درس سے بھی استفادہ کیا ۔[۱]

عوام کے ذوق علم اور طلب علم کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ بصرے کی جامع مسجد میں امام بخاری نے جب مجلس اِملا منعقد کی تو ایک ہزار کے قریب محدثین ، فقہا اور حفاظ بھی شامل تھے ۔ امام بخاری سے جن لوگوں نے صحیح بخاری کی سند حاصل کی اُن کی تعداد نوے ہزار تھی ۔[۲]

بغداد میں جامع المنصور کی علمی خدمات :

بغداد کی بنیاد اور تعمیر کے بعد ۱۴۵ھ میں قصرالذھب اور جامع المنصور کی تعمیر شروع ہوئی ۔ اس منصوبے پر اٹھارہ کروڑ دینار صرف ہوئے ۔ ہارون الرشید کے عہد میں مسجد دوبارہ تعمیر ہوئی اور المعتضد کے دور میں نمازیوں کی کثرت کے باعث اس میں مزید توسیع کی گئی ۔

المنصور کی جامع مسجد میں مدرسہ :

جامع المنصور ایک عظیم مسجد تھی ۔ یہ ایک اعلیٰ معیار کے مدرسے کے فرائض بھی سرانجام دیتی رہی ۔ اس مسجد نے اعلیٰ معیار کی علمی خدمات انجام دیں ۔ علما کو اس مسجد میں درس دینے کی آرزو رہتی تھی ۔ کیونکہ یہ اہل علم کا مرکز تھا اور اس میں درس دینا ایک امتیازی فخر تھا ۔ خطیب بغدادی نے حرم شریف میں تین دعائیں مانگیں ، اُن میں سے پہلی دعا یہ تھی کہ

---

۱ ۔ وفیات الاعیان ، ۲ : ۶۳۹ ، مطبوعہ قاہرہ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد 18/2 ، کراسہ ۳ ، ص ۱۶۳ ۔

۲ ۔ ضحی الاسلام ، ۲ : ۶۹—۴۲ ، قاہرہ ۱۹۲۵ع از احمد امین ۔

Marfat.com

خدا مجھے اس مدرسے میں پڑھانے کا موقع نصیب کرے - الکسائی اس میں درس دیا کرتے تھے - ان کے درس میں ''الاحمر،، ابن السعدان اور الاخفش شریک ہوا کرتے تھے - اُستاد ابو الفیاھیہ ایک پرسوز نظم خواں تھے - ایک کوفی مسجد میں اتفاقاً ایسے وقت داخل ہوا جس وقت ان کی پرسوز نظم گونج رہی تھی - وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اُن کے حلقۂ درس میں داخل ہوگیا - اسی مسجد میں ابو عمرو الزاهد (متوفی ۳۴۵ھ) نے زبان سے متعلق ''الیاقوت'' نام کی ایک کتاب تصنیف کی - اس کی املا بھی کی گئی - اس پر نظر ثانی بھی کی اور ابو عمر مصنف نے اسی مضمون پر طلبا کو درس دے کر فیض یاب کیا - یہ ایک اعلیٰ علمی معیار کی کتاب تھی -

جامع مسجد دمشق کی علمی خدمات :

جامع مسجد دمشق کا شمار قرونِ وسطیٰ کے چار عجائبات میں کیا جاتا تھا - اگر کوئی شخص وہاں پر سو سال بھی قیام کرتا تو ہر روز اُس کے مشاہدے میں ایک نئی چیز آتی -

الولید بن عبدالملک نے یہ مسجد تعمیر کروائی تھی اور اُس نے اس پر اپنی سلطنت کے سالانہ محاصل کی خاصی بڑی رقم خرچ کی - مسجد کی تعمیر پر آٹھ سال صرف ہوئے - اس کی بنیاد و تعمیر کے متعلق کاغذات کو اٹھارہ اونٹوں پر لادکر بھیجنا پڑا - مسجد کی تعمیر کرنے والے مزدوروں کے لیے چھ ہزار دینار کی صرف دالیں ہی خریدی گئی تھیں - مسجد میں جھاڑ فانوس لٹکانے کے لیے چھ سونے کی زنجیریں استعمال ہوتی تھیں -

Marfat.com

جامع مسجد دمشق میں درس و تدریس :

یہ مسجد ایک تعلیمی مرکز تھی - ابن جبیر کا بیان ہے کہ اس مسجد میں درس کے متعدد حلقے تھے اور اساتذہ کے معقول مشاہرے مقرر تھے - ان مشاہروں کے علاوہ خور و نوش کا بھی انتظام تھا - اس مسجد میں کئی علمی حلقے قائم ہوگئے - علماء درس دیتے اور ان کے درس سے طلباء مستفید ہوتے -

مالکی مدرسہ : اس مدرسے میں مالکی طلبہ تھے جن میں سے اکثر مغربی تھے اور وہ مغربی گوشے میں ہی مالکی علماء سے سبق لیتے تھے - ایک علمی حلقے میں کثیر تعداد تھی - اُس کے اُستاد ستون سے سہارا لے کر سبق دیا کرتے تھے -

شافعی مدرسہ : اس مسجد کے داخلی دروازے "باب المرید" کے پاس ایک شافعی مدرسہ تھا جس کے وسط میں ایک حوض تھا - طلباء شوروغل سے دور بیٹھ کر مطالعہ کرنے کے لیے مدرسہ شافعی کے پرسکون گوشوں میں چلے جاتے اور وہاں پر مطالعے میں مصروف ہوجاتے -

الخشب بغدادی کا مدرسہ : الخشب بغدادی کے مدرسے میں وہ خود درس دیتے تھے - اُن کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا جہاں پر ایک کثیر تعداد طلباء کی حاضر ہوتی اور اُن کے درس سے فیض یاب ہوتی تھی -

جامع مسجد عمر کی تعمیر :

اس جامع مسجد کی تعمیر ۲۱ھ میں ہوئی - بعد ازاں متعدد

Marfat.com

بار مرمت و توسیع ہوئی - ۳۸ ھ سے یہاں پر سلیمان بن عمر الصاف فراہم کرتا تھا - وہ لوگوں کے مسائل سنتا اور لوگوں کے باہمی انفرادی و اجتماعی جھگڑوں کی تفاصیل سنتا - اُن جھگڑوں کو جانچتا اور ان تنازعوں کا تصفیہ کرتا تھا - "القصص" کی مدد سے وہ ایسے وعظ بھی کرتا جو نصیحتوں و اعلیٰ قدروں سے سامعین کو روشناس کراتے - اس دور میں یہ جامع مسجد تعلیمی مرکز ہونے کے علاوہ جھگڑوں کے تصفیے کے لیے عدالت کا کام بھی دیتی تھی - اس جامع میں چالیس حلقہ ہائے درس و تدریس قائم تھے -

مسجد کے تین زاویے :

زاویۂ امام شافعی : اس زاویے میں امام صاحب خود درس دیا کرتے تھے - المقریزی کے زمانے تک اس علمی زاویے میں اعلیٰ پائے کے فضلاء و علمائے دینیات کا درس دیا کرتے تھے -

زاویۂ مجدیہ : اس زاویے میں قاضی القضاۃ وحید الدین عبدالوہاب البہنی کا تقرر ہوا تھا - المقریزی کے زمانے تک یہ عہدہ ایک امتیازی شان کا عہدہ تصور کیا جاتا تھا -

زاویۂ مساحیہ : اس میں شافعی و مالکی اساتذہ کا تقرر ہوا کرتا تھا -

جامع مسجد عمرو کی ادبی مجالس :

اس مسجد میں ادبی مجالس بھی منعقد ہوا کرتی تھیں - ۲۵۳ھ میں الطبری نے یہ ادبی حلقہ قائم کیا تھا جہاں پر اس نے الطرماح کا کلام سنانے کا اہتمام کیا - اس کلام کے سننے کی فرمائش "ابوالحسن بن المراح" نے کی تھی -

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس کا حلقہ : وہ ہر جمعرات کو کعبہ میں درس کا حلقہ قائم کرتے ۔ تفسیر کا درس دیتے ۔ مالک محسن اور مدینہ کے دوسرے ممتاز علماء آئین کا درس دیتے ۔

الحسن البصری کا حلقہ : یہ حلقہ دینیات کے درس کے لیے بصرہ میں قائم ہوا تھا ۔ پھر واصل بن عطاء نے ایک نیا حلقہ قائم کیا اور اس طرح سے حسن بصری کے حلقے کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور بات چیت کے ذریعے دینیات کو فروغ ہوا ۔

کمیت بن زید کا حلقہ : کوفے کی مسجد میں کمیت بن زید وجادالراویہ نے ایک ادبی حلقہ قائم کیا ۔ اس حلقے میں دونوں شاعر ادبی مسائل پر بحث کرتے تھے ۔

سلیم بن الولید کا حلقہ : یہ شاعر بصرہ کی مسجد میں حلقہ قائم کرتے اور اپنا کلام سناتے ۔

سعید بن المسیب کا حلقہ : اس حلقے کو اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ عربی شاعری پر بحث ہو ۔ یہ حلقہ اسی مقصد کو پورا کرتا تھا اور اس میں عربی شاعری پر مباحثے ہوتے تھے ۔

تحقیق : اس مسجد میں تحقیق بھی ہوتی تھی ۔ چنانچہ تفسیر ، حدیث ، فقہ اور علم ہیئت پر تحقیق کا بہت سا کام ہوا ۔

طب کا درس : مساجد میں طب کا درس بھی ہوا کرتا تھا ۔ عبداللطیف بغدادی سے روایت ہے کہ جامع ازہر میں وہ خود صبح و شام درس دیتا تھا اور دوپہر کو ایک اور عالم آتے تھے جوکہ طب پر درس دیا کرتے تھے ۔

Marfat.com

علمی حلقوں کا فروغ : علمی حلقوں کے درس کا فروغ ہوا علماء اور فقہا حلقہ ہائے درس قائم کرتے تھے اور ہزاروں طالب علم ان حلقوں میں جمع ہو جاتے اور ماہرین کے درس سے فیض‌یاب ہوتے تھے - ابوالتقی کے زمانے میں علمی حلقوں میں دس دس ہزار افراد شریک ہوتے تھے - ابو حامدالتفرائنی کا ایک علمی حلقہ تھا - الخطیب بغدادی اس کے درس میں خود بھی شریک ہوئے اور ان کا بیان ہے کہ سات سو شاگرد ان کے درس میں حاضر ہوتے تھے - فراء نحوی نے یہاں کتاب المعانی پر تقریر کی تو سینکڑوں حاضرین نے سنی اور علم سے استفادہ کیا - اور ان ہی حاضرین میں اسّی سامعین ایسے بھی تھے جو درجہٴ قضاء پر فائز تھے - رضی‌الدین نیشاپوری کے درس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے اور درس سے فیض‌یاب ہوتے - ان میں چار سو اہلِ علم تھے - بصرہ کی جامع مسجد میں امام بخاری نے جب حدیث کی املاء فرمائی تو ایک ہزار کے قریب محدثین ، فقہا ، حفاظ اور اہلِ مناظرہ شامل ہوئے تھے[1] -

امام بخاری سے جن لوگوں نے صحیح بخاری کی سند حاصل کی ان کی تعداد تقریباً نوے ہزار تھی - اس حلقہٴ درس میں ممتاز عالم و فاضل حدیث سننے کو آتے تھے اور یہاں پر آنے کو فخر سمجھتے تھے -

تصنیف و تالیف : ابتدائی دور میں تعلیم زیادہ تر حافظے پر منحصر تھی - درس یاد کرائے جاتے تھے اور طلباء زبانی یاد کرتے جاتے تھے - ہارون‌الرشید کے دور خلافت میں خاندان برامکہ کے وزراء نے بغداد میں کاغذ سازی کا کارخانہ قائم کیا - اس طرح کاغذ فراہم ہوا

---

۱ - ہمارا نظامِ تعلیم ، از پروفیسر سعید اختر - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم زبیری -

Marfat.com

اور تالیف کے کام کو فروغ ہوا ۔ درسی نصاب مرتب ہوا اور نصاب کی تدریس کے لئے اس کے علمی تقاضے پورے کرنے کے لئے درسی کتب تالیف کی گئیں[۱]۔

تالیفات : علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ بنو عباس کے زمانے میں پہلی مرتبہ حدیث ، تفسیر اور فقہ کی تالیفات ہوئیں اور بہت جوش و خروش سے ہوئیں ۔ مختلف علماء نے مختلف شہروں میں اپنی اپنی تالیفات پیش کیں ۔ حدیث اور سیرت پر بہت سی کتب لکھی گئیں ۔ ابن جزع نے مکہ معظمہ میں اپنی تالیف پیش کی ۔ امام مالک بن انس نے مدینہ منورہ میں ، امام اوزاعی نے شام میں ، معمر نے یمن میں ، حماد بن مسلم نے بصرہ میں اور سفیان ثوری نے کوفہ میں حدیث و سیرت کی کتب لکھیں ۔ محمد بن اسحاق بن یسار نے سیرت و مغازی کی کتب لکھیں ۔ امام ابو حنیفہ نے دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا اور اس طرح تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا ۔

ادبی نشستوں کی علمی خدمات

ادبی نشستیں بھی علمی خدمات انجام دیتی تھیں ۔ ان میں علمی مباحثے ، مناظرے و لیکچر ہوتے اور ان کے ذریعے وہ علم کو پھیلاتیں بھی اور علم کا ارتقاء بھی کرتیں ۔ ابتداء میں ان نشستوں میں سادگی و قلندری کا رجحان تھا ۔ یہ ادبی نشستیں اس قلندری کے باوجود ٹھوس علمی خدمات پیش کرتیں اور ان نشستوں نے علم کے ارتقاء میں نمایاں کردار ادا کیا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ جہاں علم کا ارتقاء ہوا

---

۱ ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم ۔ ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر ۔

Marfat.com

وہاں دولت کی فراوانی ہوئی ۔ کھدرپوش خلفاء کی بجائے جواہرات جڑے لباس و زیورات سے آراستہ خلفاء نظر آنے لگے اور ان کی ادبی نشستوں میں تکلف و آرائش کی فراوانی ہوئی ۔

اوائل اسلام کی ادبی نشستیں :

اسلام کا ابتدائی دور فقر و قلندری کا دور تھا ۔ خلفائے راشدین کے دور میں سادگی کا تسلط تھا ۔ خلیفہ روحانی پیشوا اور دنیاوی قائد تھا ۔ خلیفہ کو نام سے بھی خطاب کرسکتے تھے اور امیرالمومنین کہہ کر بھی مخاطب کیا جاتا تھا ، سب لوگ کسی معمولی فرش یا چٹائی پر بیٹھ جاتے اور خلیفہ صدارت فرماتے اور ادبی مجلس منعقد ہو جاتی ۔ جس کا جی چاہتا ، جس وقت چاہتا وہ اس مجلس میں آ کر بیٹھ سکتا تھا اور جب چاہتا اٹھ کر جا سکتا تھا ۔ یہ سادگی سے معمور قلندروں کی ادبی نشست ہوتی جہاں پر سیرت ، حدیث اور تفسیر پر درس دیا جاتا تھا اور علمی بات چیت ہوتی تھی ۔

محلات کی ادبی نشستیں :

اسلام میں جیسے ہی محلات کی تعمیر شروع ہوئی ، ساتھ ہی یہ ادبی نشستیں بھی وجود میں آ گئیں ۔

امیر معاویہ کی ادبی نشستیں :

امیر معاویہ علماء کو مدعو کرتے اور ان سے التماس کرتے کہ وہ اقوام عرب کی تاریخ ، ان کی مشہور لڑائیوں کی تفاصیل ، غیر ملکی بادشاہوں کے عادات و خصائل اور ان کی حکومتوں کی تفاصیل ، ان کے انتظامی اداروں کی کارکردگی اور حکومت چلانے کے طریقوں کے بارے میں تفصیل سے معلومات اہل محفل کو فراہم کریں اور اپنی

Marfat.com

علمیت سے دوسروں کو بھی مستفید کریں - ان ہی مسائل پر اس ادبی نشست میں بحث و مباحثہ ہوتا تھا - امیر معاویہ کو اس قسم کی معلومات کی ضرورت بھی تھی کیونکہ وہ خود نئے نئے حکمران تھے اور وہ ایک نئے نظامِ حکومت کی بنیاد رکھ رہے تھے - خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو رہی تھی -

ابو جعفر منصور کی ادبی نشستیں : یہ خلیفہ بھی علماء کو دعوت دیتا تھا تاکہ وہ تاریخی ، سیاسی اور انتظامی امور پر مناظرے اور مباحثے منعقد کریں اور اہلِ محفل کو فیض یاب کریں -

عبدالملک کی ادبی نشستیں : اس کے زیرِ انتظام بھی ادبی نشستیں اور ادبی مناظرے منعقد ہوتے تھے -

عہدِ عباسیہ کی ادبی نشستیں : خاندان عباسیہ کے بر سرِ اقتدار آنے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ ادبی نشستیں اعلیٰ معیار پر پہنچ گئیں - ان ادبی نشستوں کو بہت فروغ ہوا - یہ ادبی مجالس نہ صرف خلیفہ کے محل میں منعقد ہوتی تھیں بلکہ وزراء کے ایوانوں میں بھی ہوتی تھیں - یہ ادبی مجالس بہت ہی تزک و احتشام سے آراستہ کی جاتی تھیں اور اس عہد کی رنگا رنگ تہذیب و ثقافت کی عکاسی کرتی تھیں - عباسی عہد کی ادبی نشستوں کا معیار علمی و ثقافتی لحاظ سے اس دور میں سب سے زیادہ بلند تھا -

عہدِ عباسیہ کی ادبی نشستوں کے قواعد و ضوابط و اخلاقی ضابطے :

ان ادبی نشستوں کے لیے بہت آرائش کی جاتی تھی - چند مخصوص اعلیٰ ادبی معیار کے حامل افراد کو شرکت کی اجازت ہو سکتی ہے- اہلِ محفل کے لیے وقتِ مقررہ پر آنا ضروری تھا اور خلیفہ کے بعض

Marfat.com

مخصوص اشاروں پر رخصت ہو جانا بھی لازمی تھا ۔ بحث کی ابتداء خلیفہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تھا ۔ ان ادبی نشستوں میں قدیم مجالس کے مقابلے میں زیرِ بحث آنے والے بہت سے مضامین و عنوانات میں اضافہ ہو گیا ۔ مضامین زیرِ بحث کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی تھی ۔ عنوانات میں بھی بہت اضافہ ہوگیا تھا اور وسیع اور گہری معلومات اہلِ محفل کو حاصل ہوتی تھیں ۔

ان ادبی نشستوں کے آداب ، اخلاقی ضابطے اور تنظیم کے قواعد و ضوابط بہت زیادہ تھے ۔ "الصابی" اپنی کتاب رسومِ دارالخلافہ (غیرمطبوعہ ، صفحہ ۳۶) اور کشاجم اپنی تصنیف "ادب الندیم" (صفحہ ۳۲) پر ان ادبی نشستوں کے دلچسپ آدابِ محفل اور قواعد و ضوابط کا بالتفصیل ذکر کرتے ہیں جو شرکت کرنے والوں کو ملحوظ رکھنے پڑتے تھے ۔ اُن کی سرسری سی جھلک یہ ہے ۔[۱]

"خلیفہ کی خدمت میں جو شخص حاضر ہو اُسے نہایت ہی صاف ستھرا ہونا چاہیے ۔ لباس نہایت ہی اچھا ہو ، چال ڈھال پُروقار ہو ۔ جب خلیفہ کے سامنے جائے تو السلام علیکم یا امیرالمومنین کہہ کر آداب بجا لائے ۔ وزراء اور اعلیٰ عہدے دار خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیں ۔ شاہی خاندان کے افراد اور علماء دست بوسی سے مستثنیٰ تھے ۔ اُن کے لیے لازمی تھا کہ وہ اپنے ہم رتبہ لوگوں کے لیے مقرر کی ہوئی جگہ پر بیٹھیں ۔ ہر فرد کی توجہ ہمہ وقت خلیفہ کی طرف رہنی چاہیے ۔ وہ حتی الوسع بےحرکت بیٹھا رہے ۔ ہر شریکِ محفل فرد کو ہدایت کی جاتی تھی کہ اگر شاہی ادبی نشست میں اسے امتیازی مقام اور عزت و توقیر حاصل کرنی ہے تو محفل

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم زبیری ۔

Marfat.com

میں اسے ایک مجسمے کی شکل اختیار کرنا چاہیے جس کے اندر نہ تو کوئی چیز داخل ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے خارج ہو سکتی ہے۔ گفتگو کی ابتدا ہمیشہ خلیفہ کرتا تھا۔ اس دوران ہر شخص کو اس کی طرف متوجہ رہنا پڑتا تھا۔ خلیفہ کو کسی بات کے دہرانے کے لیے کہا جانا، خواہ شائستہ ترین الفاظ و انداز میں التماس کیا جائے، حد درجے کی بداخلاقی اور گستاخی تھی۔ جو شخص بحث میں حصہ لے وہ حد درجہ دھیمی آواز میں بولے۔ درشت الفاظ اور طنزیہ اسلوب بیان سے لازمی طور پر دور رہنا ہوتا تھا۔ ہر شریک محفل سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ کسی کی تقریر میں مداخلت نہ کرے۔ نہ بات قطع کرے اور نہ اس بات کا اظہار کرے کہ مقرر جو کچھ کہہ رہا تھا اسے پہلے ہی سے معلوم تھا۔[۱]

ہارون الرشید کے دور کی ادبی نشستیں :

ہارون الرشید (متوفی ۱۹۳ھ) کے عہد میں ان کی علمی سرگرمیاں اعلیٰ معیار کی تھیں اور نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تھیں۔ اس کے دربار میں مشاعرے، مناظرے، مذہبی مباحثے اور مختلف النوع ادبی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں۔

یحییٰ بن خالد کی ادبی مجالس :

یحییٰ بن خالد نے علم کلام کے مسائل پر بحث کرنے کے لیے مستقل مجالس منعقد کرنے کا انتظام کیا تھا۔ یہاں پر علما فلسفہ و دینیات پر آزادانہ بحث و مباحثہ کرتے تھے۔

مامون کے دور کی ادبی نشستیں : مامون خود ایک عالم تھا۔

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم زبیری۔

Marfat.com

اس کے دربار میں نامور علماء مشرق و مغرب سے آتے تھے جن کا انتخاب مامون نے ان کی علمی قابلیت سے متاثر ہوکر کیا تھا۔ ماہرین علم و فن، عالم اتالیق، ممتاز مترجم اور مفسرین اس کے دربار کے ارا کین میں سے تھے۔ اس کے دربار میں علماء، فضلاء، شعراء، اطباء اور فلاسفروں کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ متمدن دنیا کے ہر حصے سے آتے تھے۔ ان ادبی نشستوں سے مختلف علوم و فنون میں بیش بہا اضافہ ہوا۔[۱]

ابن سعدان کی ادبی نشستیں:

صمصام الدولہ کے وزیر ابن سعدان (متوفی ۳۷۵ھ) نے ایک ادبی نشست قائم کی جہاں اس دور کے نامور علماء جمع ہوا کرتے تھے۔

حلقہ سیف الدولہ کی ادبی خدمات:

یہ ایک علمی و ادبی جماعت تھی جس کی ذہانت و علمی قابلیت سے علمی و ادبی فروغ تیزی سے ہو رہا تھا اور مشہور و ممتاز علماء اس حلقے میں شریک ہوکر اپنی علمی خدمات پیش کرنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

امام غزالی کے مباحثے:

امام غزالی نے الپ ارسلان کے دربار میں اس کے وزیر نظام الملک طوسی کی موجودگی میں ایک مباحثے میں حصہ لیا۔ اس مباحثے میں وہ جیت گئے۔ نظام الملک اتنا متاثر ہوا کہ اس نے امام غزالی کی نظامیہ بغداد کے سٹاف پر پروفیسر مقرر کر دیا تاکہ دربار نظامیہ ان کی علمی قابلیت سے استفادہ کر سکے۔

۱۔ المامون، از علامہ شبلی نعمانی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی۔

Marfat.com

محمود غزنوی کی علمی سرگرمیاں :

سلطان محمود غزنوی علم کے ارتقاء و فروغ کا شیدائی تھا۔ اس کی تمنا تھی کہ اس کا دربار علم و ادب اور فن و تہذیب کی ترقی کا مرکز ہو۔ اس کے دربار میں علمی اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اپنے زمانے کے ممتاز علما اس کے دربار میں علمی خدمات انجام دیتے تھے۔ البیرونی اور مؤرخ العتبی اس کے درباری عالم تھے۔

نورالدین کے دربار کے علمی مباحثے :

نورالدین کے دربار کے علمی مباحثے، علمی ارتقاء و علمی فروغ کا باعث تھے۔ اس کے دربار میں ممتاز علماء کے بڑے بڑے اجتماع ہوا کرتے تھے جن میں نامور مقامی و بیرونی علماء مدعو کیے جاتے تھے۔ مقامی اور دور دراز کے طلباء کو بھی دعوت دی جاتی تھی کہ وہ آئیں اور ان مجالس میں علم حاصل کریں۔ یہ مجالس اس کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھیں۔

مصر کی ادبی نشستیں :

مصر میں علمی سرگرمیاں آہستہ آہستہ حکمرانوں کے زیر تصرف چلی گئیں اور ان حکمرانوں کے زیر سرپرستی ارتقاء پاتی رہیں۔

خاندان طولون کی ادبی نشستیں :

عربوں کی آمد کے بعد سے خاندان طولون پہلا آزاد حکمران خاندان تھا۔ ان حکمرانوں نے ادبی نشستوں کو رائج کیا۔ ابن زولاق کا بیان ہے کہ "طوطولونیوں اور اخشندیوں کے عہد میں مدارس کا وجود تک نہ تھا اس لیے شہزادوں، وزیروں اور وزیرزادوں کی تعلیم علماء کے مکانات یا محلات میں ہوتی تھی یا دربار کی ادبی نشستوں کے ذریعے بھی علمی فروغ ہوتا تھا۔

Marfat.com

اخشندیوں کے دربار کی ادبی نشستیں :

اخشند کے دربار میں ہر شب تاریخ کے مضمون پر ایک مناظرہ و مباحثہ منعقد ہوتا تھا اور اس کے ذریعے بیش قیمت تاریخی معلومات حاصل ہوتی تھیں ۔

کافور کی ادبی نشستیں اور علمی خدمات :

اسی دربار میں کافور نے ان ادبی نشستوں میں شرکت کی اور ان سے تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ اخشند اس کی علمی وسعت اور قابلیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے اپنے لڑکوں کی تعلیم اس کے سپرد کردی ۔ کافور اپنی ذہانت و ذکاوت سے خلافت پر متمکن ہوا تو اُس نے ان ادبی نشستوں کو فروغ دیا ۔ اُن میں ممتاز علماء علمی مباحثے و مناظرے کرتے تھے ۔ اس کی ادبی نشستوں میں المقینی جیسے علماء بھی شرکت کرتے تھے ۔

فاطمیوں کی ادبی نشستیں :

فاطمیوں کی ادبی نشستوں کا معیار طولونیوں اور اخشندیوں کے مقابلے میں بہت ہی بلند تھا ۔ فاطمی خلفاء اکثر و بیشتر علمی مباحثے منعقد کیا کرتے تھے ، جہاں پر علماء اپنے شعبوں کے مطابق منقسم ہو جاتے تھے ۔ مثلاً منطقی ، فقیہ ، ماہرینِ ریاضی ، ماہرین طبیعات وغیرہ ۔ اپنے اپنے مخصوص علم کے ماہرین علماء یکجا ہو جاتے تھے اور علمی مناظرے اور مباحثے کرتے تھے ۔ اپنی تحقیقات ، علمی تجربات اور تصنیفات پیش کرتے تھے ۔ ادبی نشست کے وقت وہ اپنے مخصوص علمی لباس میں ملبوس ہوتے تھے ۔ اس لباس کو خلع کہتے تھے ۔ یہ ادبی اور علمی مجالس محلات میں بھی منعقد ہوتیں تھیں اور درباروں میں بھی ۔

Marfat.com

بنی فاطمہ کے دور حکومت کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ انھوں نے ان علمی مجالس کا اہتمام نہایت وسیع پیمانے پر کیا۔ ہفتے میں دو بار یعنی شنبہ و دو شنبہ کو قاضی القضاۃ ان علمی ادبی مجالس کا اہتمام ''دارالحکمت'' میں کیا کرتے تھے۔ ان مجالس میں بھی مرد و زن کو سفید لباس پہننا ضروری تھا۔ المقریزی نے ان مجالس علامیہ کا حال بالتفصیل لکھا ہے۔ وہ ان مجالس کو مجالس الحکمہ کا نام دیتا ہے۔

ابن کلس کی ادبی نشستیں :

ابن کلس نے ادبی نشستوں کے لیے منگل کا دن مقرر کیا تھا جہاں پر فقیہ، متکلمین اور منطقی جمع ہوا کرتے تھے اور ان اہل علم کے درمیان مباحثہ ہوا کرتا تھا۔[1]

الحاکم کی ادبی نشستیں :

الحاکم نے ادبی نشستوں کی سرپرستی کرکے اہل علم کی حوصلہ افزائی کی اور علم کو فروغ دیا۔ الحاکم نے ۴۰۳ھ میں ایک علمی مجلس مناظرہ منعقد کی۔ اس میں مختلف مضامین کے ماہر علماء نے شرکت کی۔ علم الحساب، منطق، فقہ، طب اور دیگر علوم کے ماہرین کو مدعو کیا۔ انھوں نے ان مضامین کے متعلق بہت سے مسائل پر مناظرہ و مباحثہ پیش کیا۔ پھر ان علماء نے مناظرے و مباحثے کے بعد ان مسائل کو تحلیل کر کے ان کا حل متعین کیا۔ جلسے کے اختتام پر خلیفہ نے ان کو اعلیٰ علمی خدمات کے لیے انعامات دیے اور خلعتیں عطاء کیں۔

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم زبیری۔

Marfat.com

الملک الصالح طلائع بن زریک کی ادبی نشستیں :

اس خلیفہ کے دربار میں بھی نامور اور ممتاز عالم جمع ہوتے تھے۔ عمارۃالیمنی کا بیان ہے کہ ان علماء میں ہر ایک اپنے مضمون کا ممتاز ماہر تھا۔ ہر ایک کا علم وسیع، ٹھوس اور گہرا تھا۔ وہ مزید کہتا ہے کہ اس نے بھی ان ادبی نشستوں میں شرکت کر کے اپنے علم میں توسیع کی اور اپنے علم کو ان کے علم کی کسوٹی پر پرکھا۔ اپنے علم کو ان کے علم کے آئینے میں جانچا۔ اس نے ان نشستوں میں آداب محفل، مجلسی اخلاق ضابطے اور گفتگو و مباحثے کے قواعد بھی سیکھے۔ ان ادبی نشستوں میں مناظرے اور مباحثے اکثر منعقد ہوتے تھے اور اکثر "الملک الصالح" بھی اپنے اشعار ان ادبی نشستوں میں سنایا کرتا تھا[1]۔

مملوک تاجداروں کی ادبی نشستیں :

مملوک تاجداروں کے عہد میں بھی یہ علمی مناظرے جاری رہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام "مجلس السلطان الغوری" ہے۔ یہ کتاب در حقیقت ان ہی مناظروں کا مجموعہ ہے۔ یہ بہت ہی دلچسپ کتاب ہے اور اس میں مملوک تاجداروں کی ادبی نشستوں اور علمی سرگرمیوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

دربار یا یونیورسٹیاں :

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں کثرت سے آزاد اور نیم آزاد حکمران خاندان پیدا ہوگئے۔ ان حکمرانوں نے علم کے میدان میں بھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ چنانچہ علمی سرگرمیوں کی سرپرستی بھی کی اور علمی ترقی میں جد و جہد

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم زبیری۔

Marfat.com

بھی بہت کی ۔ اسی ذوق علم کی وجہ سے شاہی محلات اور دربار علم و ثقافت کے مراکز بن گئے ۔ اُن سے وہی علمی مقاصد پورے ہوتے جو آج کل یونیورسٹیاں کر رہی ہیں ۔

حرفِ آخر :

اس ساری بحث سے یہ ثابت ہوا کہ سب سے اول تعلیم اور اُس کے فروغ کو مذہبی تائید حاصل ہوئی ۔ آنحضرتؐ نے اس کام کی ابتدا مسجد سے کی ۔ لیکن مسجد کے علاوہ بھی کچھ معلم تھے جوکہ علم کو فروغ دینے کے لیے تن دہی سے کام کر رہے تھے ۔ کتاب ، علماء کی قیام گاہیں ، کتب فروشوں کی دکانیں ، عام دکانیں ، کتب خانے ، شاہی محلات اور دربار اُن میں شامل ہیں ۔ خلفاء کے درباروں کی ادبی نشستیں ، وزراء کی ادبی نشستیں ، علمی مناظرے و مباحثے ایسی علمی سرگرمیاں تھیں جو علمی ارتقاء و علمی فروغ کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے ۔ لیکن باقاعدہ اور منظم مدارس کا قیام پانچویں صدی ہجری میں عمل میں آیا ۔

★ ★ ★

Marfat.com

آمہات المدارس

چوتھی صدی کے اخیر میں درس‌گاہوں کے لیے مستقل عمارات بنانے کی ابتداء ہوئی اور اسے اس قدر مقبولیت ہوئی کہ ایک ہی صدی میں اسلامی دنیا میں اس کا رواج عام ہوگیا ۔ مدرسوں کے لیے عمارات تعمیر کی گئیں اور ان کے اخراجات پورے کرنے کے لیے بڑی بڑی جائدادیں وقف کردی گئیں ۔ یہ جائدادیں حکومت نے بھی وقف کیں اور مخیر حضرات نے بھی ۔ مدرسہ قائم کرنا اور مدرسے کے اخراجات کے لیے جائداد وقف کرنے کے عمل نے عبادت کا درجہ حاصل کرلیا اور کار ثواب گردانا گیا ۔ اسلامی تمدن نے ان مدارس کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا کردیے اور ان کی عمارات ، اساتذہ کے تقرر اور ان میں درس و تدریس کے لیے مفصل نظامِ عمل تیار کرلیا گیا ۔[1]

۱ - سب سے پہلا مدرسہ :

سب سے پہلا مدرسہ الحاکم بامراللہ نے ۴۰۰ھ مطابق ۱۰۰۹ء میں قائم کیا ۔ یہ پہلا مدرسہ تھا جو سلطنت کی طرف سے قائم کیا گیا ۔ یہ ایک شاندار مدرسہ تھا ۔ اس کا سنگِ بنیاد ایسی نیک گھڑی میں رکھا گیا کہ یہ مدرسہ سلاطین و امرائے دولت کے لیے مشعل راہ بن گیا[2] ۔

---

۱ - اسلامی نظامِ تعلیم —سید ریاست علی ندوی ، صفحہ ۴۴ ۔
۲ - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔

Marfat.com

۲ - نیشاپور کا مدرسہ[1] :

سید سلیمان ندوی نے بحوالہ سبکی اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ نیشاپور کے پہلے مدرسے کا بانی وہاں کا سامانی حاکم ناصرالدولہ ابوالحسن سیمجوری (متوفی ۳۷۸ع) ہے - عوام کے قومی جذبے کے تحت اور عوامی تائید کی مدد سے ناصرالدولہ ابوالحسن نے ابوبکر فورک کے لیے تعمیر کیا - ابوبکر محمد بن حسن بن فورک کی وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی -[2]

۳ - مدرسۂ بیہقیہ نیشاپور :

اس کے بعد دوسرا مدرسہ بیہقیہ نیشاپور ہے - اس مدرسے میں امام الحرمین نے تعلیم پائی تھی - اس مدرسے کی تعمیر کی تاریخ کا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا - لیکن شیخ ابو محمد عبداللہ جوینی اور امام الحرمین جوینی کے حالات کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مدرسہ مصر کی درس گاہ کے قیام کے بعد قائم ہوا - امام غزالی کے استاد امام الحرمین نے اپنے والد شیخ ابو محمد عبداللہ سے ابتدائی کتب پڑھیں اور والد کے انتقال کے بعد امام الحرمین مدرسہ بیہقیہ نیشاپور میں داخل ہوا - اس مدرسے میں تعلیم کا انتظام اعلیٰ پیمانے کا تھا - اسی وجہ سے بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلا مدرسہ بیہقیہ تھا -[3]

---

۱ - حالات ابن فورک — ابن خلکان، جلد اول -

۲ - اسلامی نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی ، صفحہ ۴۵ - حالات ابن فورک — ابن خلکان جلد اول - طبقات الشافعیہ — جلد ۳ ، صفحہ ۱۳۷ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۶۴ -

۳ - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - اسلامی نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی -

Marfat.com

۴ - غزنی کا مدرسہ :

سلطان محمود غزنوی نے متھرا کی فتح سے واپس جا کر تقریباً ۴۱۰ھ یا ۱۰۱۹ء میں ایک عالی شان مدرسہ اپنے دارالسلطنت غزنی میں تعمیر کرایا - اس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا جس میں مختلف کتب خانوں کی عمدہ کتابوں کی نقلیں کروا کر نہایت اہتمام سے جمع کی گئی تھیں - مدرسے کے اخراجات کے لیے بہت سے دیہات اور مواضع وقف کیے گئے تھے -

۵ - نیشاپور کا مدرسۂ سعیدیہ :

اسلامی دنیا کا پانچواں اور نیشاپور کا دوسرا مدرسہ سلطان محمود کے بھائی امیر نصر بن سبکتگین نے اس زمانے میں تعمیر کروایا جب وہ نیشاپور کا والی تھا - [1] اس کا نام مدرسۂ سعیدیہ رکھا -

۶ - مدرسۂ نیشاپور :

چوتھا مدرسہ بھی یہیں تعمیر ہوا - یہ مدرسہ علامہ ابواسحاق اسفرائنی (متوفی ۴۱۰ھ مطابق ۱۰۲۷ء) نے بنایا تھا -

۷ - مدرسۂ نیشاپور :

نیشاپور کا پانچواں مدرسہ تعمیر ہوا - اسے صوفی واعظ ابوالسعید اسماعیل بن علی بن مثنیٰ استرآبادی نے تعمیر کیا تھا - [1]

---

۱ - طبقات الشافعیہ — السبکی : ۳ ، ۱۳۷ ، ۱۵۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — جلد ۱۸/۲ کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۶۵ - اسلامی نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی ، صفحہ ۴۷ - خیام — سید سلیمان ندوی ۴۳ ، ۷۵ ، ۴۸ -

Marfat.com

۸ - مدرسہ نیشاپور :

نیشاپور کا چھٹا مدرسہ طغرل بیگ نے ۴۴۷ھ میں تعمیر کروایا -

۹ - نظامیہ نیشاپور :

نیشاپور کا ساتواں مدرسہ نظام الملک طوسی نے اپنی وزارت کے زمانے میں ۴۵۶ھ کے بعد امام الحرمین کے لیے بنوایا تھا -

اس طرح سات مدرسے نیشاپور میں اور ایک مصر میں اور ایک غزنی میں قائم ہوا - یہ مدارس تاریخ میں آمہات المدارس کے نام سے پکارے جاتے ہیں - لیکن عراق ، عرب اور عجم خواجہ نظام الملک جیسی علمی شخصیتوں سے مستفیض ہونے والا تھا ، جس نے علمی فروغ میں بہت ہی نمایاں کام کیا - اسی علمی فروغ کو منظم کرنے کے لیے بغداد اور نیشاپور میں مدرسوں کی بنیاد ڈالی -[1]

نظامیہ بغداد کی اولیت کا مسئلہ :

یہ سوال اکثر سامنے آتا ہے کہ کیا جامعہ نظامیہ بغداد پہلا دارالعلوم تھا یا نہیں - اس سوال کے بارے میں علامہ السبکی "طبقات الشافعیہ" میں فرماتے ہیں کہ اکثر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نظام الملک طوسی نے ہی سب سے پہلے مدرسوں کی بنیاد رکھی ، لیکن یہ موقف درست نہیں - کیونکہ مدرسہ بیہقیہ نیشاپور جہاں امام الحرمین نے تعلیم پائی ، موجود تھا اور نظام الملک کی

---

۱ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۶۵ - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی - اسلامی نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی - خیام — سید سلیمان ندوی - حسن المحاضرہ — جلال الدین سیوطی -

Marfat.com

پیدائش سے پہلے ہی قائم ہو چکا تھا - پس نیشاپور میں ہی مدرسۂ بیہقیہ ، مدرسۂ سعیدیہ ، مدرسۂ استرآبادی ، مدرسۂ اسفرائنی ، مدرسۂ طغرل بیگ اور مدرسۂ نظامیہ نیشاپوری پہلے ہی سے موجود تھے - پھر مدرسۂ بیہقیہ سے بھی پہلے فورک کے لیے مدرسہ تعمیر ہوا تھا - ان سات مدرسوں کے علاوہ سلطان محمود کا غزنی کا مدرسہ اور مصر کا مدرسہ بھی موجود تھا جو کہ ۴۰۰ھ میں قائم ہوا - چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ امہات المدارس نظام الملک طوسی کے نظامیۂ بغداد سے پہلے قائم ہو چکے تھے - ان کی عمارتیں بھی تعمیر ہو چکی تھیں - لیکن نظام الملک طوسی کو اس لحاظ سے اولیت کا شرف ضرور حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل طلباء کے وظیفے مقرر کیے تھے ، تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سے پہلے مدرسوں میں طلبا کو وظائف سرکاری خزانے سے یا اوقاف سے ملتے تھے یا نہیں - اس کی تعلیم اعلیٰ پیمانے کی تھی - یہ اپنے حسنِ انتظام ، اعلیٰ علمی معیار اور اعلیٰ درس و تدریس کی وجہ سے اپنے تمام ہم عصر مدرسوں سے سبقت لے گیا -[1]

★ ★ ★

۱ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام — جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، ۱۶۴ - اسلامی نظامِ تعلیم — سید ریاست علی ندوی - خیام — سید سلیمان ندوی - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی -

Marfat.com

بغداد اور مدرسہ نظامیہ

بغداد کی تاریخ دلچسپ ہے ۔ عباسی خلفا کے دور میں اس میں بہت سے رد و بدل اور اضافے ہوئے ۔ خلیفہ منصور عباسی نے جب بغداد میں اپنی سلطنت کا دارالخلافہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا تو بغداد کے مغرب اور مشرق میں عمدہ قطعات اراضی تلاش کیے ۔ اس نے بغداد کے مغربی گوشے کو پسند کیا جس کا نام کرخ تھا ۔ یہ وہ علاقہ تھا جس کو شاپور ذوالاکتاف نے آباد کیا تھا ۔ مشرقی گوشے میں "ساباط" کا انتخاب کیا ۔ یہ بھی ایک مشہور گاؤں تھا جہاں پر نوشیروان عادلؒ نے ایک باغ لگایا تھا ۔ اس جگہ وہ اکثر مقدمات کے فیصلے کیا کرتا تھا ۔ اور یہ علاقہ "باغ داؤد" کے نام سے بھی مشہور تھا ۔ بہر حال خلیفہ منصور عباسی نے کرخ میں ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور شہر کو دائرے کی شکل میں تعمیر کروایا ۔ مرکز میں ایوان خلافت تعمیر کیا گیا ۔ دریائے دجلہ کی "وادیٔ السلام" کو وسط میں لے لیا ۔ اس نے شہر کو بڑی بڑی سڑکوں میں تقسیم کردیا اور سڑک کی چوڑائی چالیس گز قرار دی ۔ شہر پناہ میں چار دروازے نصب کیے گئے جن کے نام یوں تھے : باب الکوفہ ، باب الخراسان ، باب البصرہ ، باب الشام ۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے کا فاصلہ ایک میل تھا ۔ شہر کے مکانات و باغات میں پانی نہروں کے ذریعے پہنچتا تھا ۔[1]

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی—عبدالرزاق کانپوری ۔ ص ۶۴۳ ۔ ۶۴۲ ۔
المعجم جلد ۱ و ۲ ۔ سفرنامہ ابن جبیر ۔

Marfat.com

نہروں کو عبور کرنے کے لیے مختلف مقامات پر پُل تعمیر کیے گئے تھے - یہ ایک سو پچپن پُل تھے جو دریائے دجلہ پر بنائے گئے تھے - نہروں میں نہر عباسی خصوصی اہتمام سے بنائی گئی تھی - اب اس نہر کے آثار ''السعوجہ'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں -

خلیفہ مہدی کا دورِ خلافت :

خلیفہ منصور عباسی کے بعد خلیفہ مہدی کا زمانہ آیا - اس نے دارالخلافت کو مغرب سے مشرق کی جانب منتقل کر دیا - شاہی محلات میں بھی اضافہ کیا - پھر چونکہ ہارون الرشید اور مامون الرشید نے بھی اسی حصے کو پسند کیا ، پس مشرق حصہ بےحد خوبصورت بن گیا - رشکِ جنت کہلایا اور یہ جدید بغداد ''رصافہ'' کے نام سے مشہور ہوا -[1]

خلیفہ ہارون الرشید کا عہد :

اس کے عہدِ خلافت میں بغداد کا طول بارہ میل اور عرض ساڑھے چار میل تھا - مردم شماری کا درست تخمینہ بیس لاکھ تھا -

خلیفہ المعتصم کا دور :

اس نے غلاموں کی کثرت سے مجبور ہو کر اپنی سلطنت کے دارالخلافہ کو بغداد سے ''سامرہ'' منتقل کر دیا - اس علاقے کا اصلی نام سیرہ - من - ای تھا - لیکن کثرتِ استعمال سے سامرہ ہو گیا -

خلیفہ معتضد کا دورِ حکومت :

اس خلیفہ نے بغداد کو از سرِ نو اپنی سلطنت کا دارالحکومت

---

۱ - نظام الملک طوسی—عبدالرزاق کانپوری - ص ۶۴۲ - ۶۴۳ - المعجم جلد ۲ ، تذکرۂ بغداد -

Marfat.com

بنا لیا اور اکسٹھ برس کے بعد بغداد پھر سے سلطنتِ عباسیہ کا دارالخلافہ بن گیا۔[1]

خلیفہ المستظہر باللہ : (متوفی ۵۱۲ھ مطابق ۱۰۹۴ع)

اس خلیفہ نے بغداد شہر میں ترمیم کی اور خندق اور فصیل کو ازسرِ نو تعمیر کروایا۔ اس نے مشرقی حصے میں چار دروازے تعمیر کیے۔ پہلا دروازہ دجلہ کے سرے پر تھا جس کا نام "باب السلطان" تھا۔ دوسرے باب کا نام "الضعریہ"، تیسرے کا نام "الحلبہ" اور چوتھے دروازے کا نام "باب البلیہ" تھا۔ چونکہ مشرقی حصے میں آبادی بہت زیادہ ہو گئی تھی اور غیرمعمولی طور پر آبادی میں اضافہ ہوگیا تھا اس لیے اس نے اندرون شہر میں "باب المراتب" اور "باب الارخ" کے نام سے دروازے بڑھا دیے۔ تمام شاہی محلات اور اعلیٰ طبقے کے مکانات "باب المراتب" میں تھے اور یہ گویا شاہی محلہ تھا۔ "باب الارخ" بھی بہت بڑا محلہ تھا جس میں مثل شہر بہت سے محلے آباد تھے۔ چوتھے دروازے بنام باب الصیلہ کی آبادی جنوب اور مشرق میں تھی اور مشرقی حصہ باب کلوادی سے متصل تھا۔ یہ علاقہ سامرہ، بغداد و تکریت سے دس میل کے فاصلے پر ہے[2]۔

بغداد کے بارے میں ابن بطوطہ کی رائے :

ابن بطوطہ ۷۲۷ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ وہ مشرقی بغداد

۱۔ نظام الملک طوسی—عبدالرزاق کانپوری، ص ۶۴۳۔ ذکر بغداد۔
حالات بغداد—سفرنامہ ابنِ بطوطہ۔

۲۔ نظام الملک طوسی—عبدالرزاق کانپوری۔
المعجم، جلد اول، تذکرۂ بغداد، ص ۶۴۳۔

Marfat.com

کے حالات میں لکھتا ہے : ''بغداد کے مشرق حصے میں بڑی ترتیب کی آبادی ہے - بازار بکثرت ہیں - سب سے بڑا دروازہ ''سوق الثلاثہ'' ہے جس میں ہر چیز کا جدا کارخانہ ہے - اسی بازار کے وسط میں بغداد کا مدرسہ نظامیہ تعمیر ہوا - سوق الثلاثہ کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں پر ہر سہ شنبہ (یعنی منگل) کو بازار لگتا ہے - یہ دستور بغداد کے آباد ہونے سے قبل بھی تھا - منصور کے زمانے میں یہاں میدان تھا جہاں بازار لگتا تھا اور بغداد کے اطراف کے لوگ یہاں سے چیزیں خرید کر لے جاتے تھے - نظامیۂ بغداد کی عمارت کی تعمیر کے وقت یہ بازار سب سے زیادہ آباد تھا - ۱

سلجوقیوں کا ذوقِ تعلیم :

سلجوقیوں کا دورِ حکومت ۴۲۹ھ سے ۵۵۲ھ تک ہے - ان کے دورِ حکومت میں علمی تحقیق اور علمی فروغ مثالی ہوا - اس دور میں ابتدائی و ثانوی تعلیم کے دوش بدوش اعلیٰ تعلیم کی طرف بھی خصوصی توجہ ہوئی - اعلیٰ معیار کے جامعات و کلیات قائم ہوئے - مثلاً مصر میں جامعۂ ازہر کی بنیاد پڑی - سلطان محمود نے ''جامعۂ عروسِ ملک'' کا سنگِ بنیاد رکھا - مثلاً قومی مدرسہ فورک ، مدرسۂ بیہقیہ ، مدرسۂ سعیدیہ ، مدرسۂ استر آبادی ، مدرسۂ اسفرائنی اور مدرسۂ طغرل بیگ اس دور کے مشہور مدرسے تھے - ان مدارس کی تعمیر و اخراجات کی ذمہ داری مسلمان سلاطین نے سنبھال رکھی تھی - سلجوق فرمانرواؤں میں الپ ارسلان و ملک شاہ علم کی قدردانی ، علماء کی قدرافزائی اور

---

۲ - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - حالات بغداد — سفرنامۂ ابنِ بطوطہ - المعجم، جلد اول و دوم ، تذکرۂ بغداد -

Marfat.com

علمی فروغ میں ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ان دونوں کے عہد میں سلطنت کے ہر شہر اور قصبے میں ابتدائی و ثانوی مدرسے قائم ہوئے۔ اس کے علاوہ سلجوقی فرمانرواؤں کو خواجہ نظام الملک جیسا وزیر ملا جس نے علماء کی علمی خدمات کو فروغ دینے میں فخر محسوس کیا۔ علمی اداروں کی ترقی میں مصروف رہا۔ علم کے ارتقاء پر فیاضی سے خرچ کیا۔ علم کو ہر فرد تک پہنچایا اور اس خدمت کو عبادت جانا۔ یہ ایک مدبّر، بیدار مغز اور علم دوست وزیر تھا۔

* * *

Marfat.com

نظام الملک طوسی کی علمی خدمات

(۱۰۱۷ع تا ۱۰۹۲ع)

نظام‌الملک طوسی کا تعارف :

نظام‌الملک طوسی ایران کے سلجوق فرمانرواؤں کا وزیر تھا۔ یہ مشہد سے پچاس میل شمال میں رؤکان کے مقام پر پیدا ہوا تھا۔ چکر بیگ کے مشورے پر سلطنت الپ ارسلان کا وزیر ہوا۔ یہ دانا وزیر حکیم عمر خیام کا دوست اور سرپرست تھا۔ ملک شاہ کے بیس سالہ عہد حکومت میں تمام اقتدار و اختیار نظام‌الملک طوسی کے ہاتھ میں رہا۔ یہ علم دوست تھا۔ اسی کی تجویز پر ۱۰۶۷ع میں بغداد میں مدرسۂ نظامیہ قائم ہوا۔ ۱۰۷۴ع تا ۱۰۷۵ع میں اس نے ہیئت دانوں کی کانفرنس طلب کی اور نیشاپور کی نئی رصد گاہ میں ان کا اجلاس منعقد کیا۔ ان سے درخواست کی کہ وہ ایرانی کیلنڈر کی اصلاح فرمائیں۔ پھر ہلالی کیلنڈر رائج کیا۔ یہ کیلنڈر جلال‌الدین ابوالفتح ملک شاہ کے نام سے رائج کیا۔ اس نے ایک کتاب بہ عنوان ''سیاست نامہ'' تالیف کی جو حکومت کے آئین اور جہاں بانی کے طور طریقوں کو محیط ہے۔ یہ کتاب ملک شاہ کے حکم پر لکھی تھی جو معیاری حکومت کے موضوع پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ اپنے وقت کی بلند معیار تصنیف ہے۔ نظام‌الملک طوسی کی اخیر عمر میں ملکۂ ترکان خاتون کے ایما پر ملک شاہ نے اس کو وزارت سے بر طرف کر دیا تھا۔ ۱۰۹۲ع میں حسن بن صباح کے ایک فدائی نے اسے قتل کر دیا[۱]۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ نظام الملک طوسی— عبدالرزاق کانپوری۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار— رشید احمد ندوی۔

Marfat.com

نظام الملک طوسی کی سوانح حیات :

ابتدائی دور : نظام الملک کا نام حسن تھا اور کنیت ابو علی تھی - ۴۰۸ھ مطابق ۱۰۱۷ء میں پیدا ہوا تھا - یہ طوس کے ایک کاشتکار گھرانے میں پیدا ہوا اور بچپن میں ہی ماں کی شفقت سے محروم ہو گیا - لیکن یتیمی کے باوجود نظام الملک نے علم حاصل کیا - سات برس کی عمر میں ہی اس نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا - پھر عربی زبان سیکھی ، مذہب کی تعلیم حاصل کی ، ریاضی میں دلچسپی تھی اور اس کو بھی سیکھا - اس کے دو ہم سبق تھے - ایک شاعر فلسفی عمر خیام اور دوسرا فرقۂ باطنیہ کی حشیش شاخ کا بانی حسن بن صباح -

ملازمت کے نشیب و فراز :

تعلیم مکمل کرنے کے بعد نظام الملک بہت سی حکومتوں میں معمولی عہدوں پر کام کرتا رہا - پھر اس نے بلخ کے حاکم ابو علی بن شاذان کی ملازمت کر لی - ابو علی بد کلام و بد مزاج آدمی تھا اس لیے وہ تنگ آ گیا اور اس نے ملازمت ترک کر دی اور سلجوق کے پوتے جعفری بیگ کے دربار میں پہنچ گیا - وہ اس کے علم سے بہت متاثر ہوا اور اس کی سفارش پر اس کے بیٹے الپ ارسلان نے نظام الملک کو اپنا کاتب مقرر کر لیا - جب بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو الپ ارسلان نے نظام الملک کو اپنا وزیر مقرر کیا اور تمام امور سلطنت اس کے سپرد کر دیے - اس نے اپنے پچپن (۵۵) سالہ عہد حکومت میں تمام اقتدار و اختیار اسی کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ سیاہ و سفید کا مالک بن گیا - یہ نظام الملک ہی کی سیاست و

Marfat.com

حکمت عملی کا ثمرہ تھا کہ قسطنطنیہ کی بازنطینی حکومت سلجوقیوں کی باجگزار ہونے پر مجبور ہوگئی - اسی کے سیاسی تدبر اور دانش کا نتیجہ تھا کہ ''حرمین شریفین'' فاطمیوں کے اثر و اقتدار سے نکل کر پھر عباسیوں کے زیرِ حکومت آ گئے - الپ ارسلان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ بادشاہ ہوا تو اس نے نظام الملک کو اتابک عمادالدولہ کا خطاب عطا کیا اور اس کو اپنی پوری سلطنت کا وزیر رکھا اور مکمل طور پر اختیار و اقتدار عطا کیا -

نظام الملک نے ملک شاہ کے وزیر کی حیثیت سے بیس سال بیش قیمت خدمات سرانجام دیں - لیکن حاسدین کی سازشوں اور تخت کی وراثت کے جھگڑوں نے نظام الملک کو بھی اپنا شکار بنا لیا - پہلے تو اسے ملک شاہ نے برطرف کیا اور معزولی و برطرفی کے چند ماہ بعد بادشاہ کے ساتھ جاتے ہوئے قتل کر دیا گیا - ایک شبہ یہ ہے کہ ملک شاہ نے خود قتل کرایا ، جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملکہ ترکان خاتون نے اسے قتل کروایا - تخت کے وارث تاج الملوک پر بھی شبہ ہے کہ شاید اس نے قتل کروایا ہو - اکثر مورخین کا شبہ حسن بن صباح پر بھی ہے کیونکہ نظام الملک نے اس کی باطنی تحریک پر بھی کاری ضرب لگائی تھی اور اپنی تصانیف میں اس پر کڑی تنقید کی تھی - ۱۰۹۲ء میں پچھتر برس کی عمر میں رحلت پائی -

نظام الملک کی بیش قیمت خدمات :

اپنی وزارت کے دور میں نظام الملک نے ملک شاہ کے تمام مخالفین کو زیر کیا ، تہذیب و ثقافت کو فروغ دیا ، سلطنت نے خوشحالی ، فارغ البالی اور ثقافتی لحاظ سے ممتاز درجہ حاصل کیا اور یہ

Marfat.com

امتیاز ملک شاہ کو حاصل ہوا ۔ تاریخ اسلام میں الپ ارسلان اور ملک شاہ کا دور خوش حالی کا دور ہے اور یہ خوش حالی نظام الملک کے حسن تدبیر و حسن انتظام کا نتیجہ تھی ۔

نظام الملک کے اعلیٰ انتظام نے بہت سے رفاہ عام کے کام سرانجام دیے ۔ اس نے بے شمار مسجدیں بنوائیں ۔ اس کے تعمیر کردہ حوضوں ، تالابوں اور قافلوں کی فرود گاہوں کا اندازہ لگانا مشکل ہے ۔ اس کے انصاف ، غربا پروری اور غربا نوازی کے واقعات سے اس کے دور وزارت کی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں ۔

نظام الملک خود بھی عالم تھا ۔ اس نے ''سیاست نامہ'' جیسی شہرۂ آفاق کتاب تصنیف کی ۔ یہ علماء کا قدردان تھا ۔ اس کے دربار میں ممتاز علما کا ہجوم رہتا تھا ۔ وہ ان کی علمی خدمات اور علمی فضیلت کی طرح طرح سے حوصلہ افزائی کرتا اور علمی تحقیق کا موقع دیتا ۔ وہ مال اور انعامات سے بھی انہیں سرفراز کرتا ۔ وہ علم کو ملک بھر میں پھیلانا چاہتا تھا ۔ ہر خاص و عام کو علم حاصل کرنے کے مواقع مہیا کرنا چاہتا تھا ۔ مفت تعلیم ، وظائف اور مدارس قائم کرکے علم کو مقبول کرتا تھا ۔ اس نے تقریباً ہر بڑے شہر میں مدرسہ قائم کیا ۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد اسی نے قائم کیا تھا جس نے بہت شہرت پائی اور تین سو سال سے زائد عرصے تک بیش قیمت علمی خدمات انجام دیں ۔ نامور علمی شخصیتیں پیدا کیں ۔ ابوالخطیب ، ابواسحاق اسفرائنی اور امام محمد غزالی جیسی قدآور شخصیتوں کی وجہ سے بھی اس مدرسے کو بہت شہرت حاصل ہوئی ۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد اور دیگر مدارس کے اخراجات کا ایک بڑا حصہ نظام الملک خود اپنی جیب سے ادا کرتا تھا ۔

Marfat.com

نظام الملک کے خطابات :

ملک شاہ کے عہد میں نظام الملک کو جو خطابات دیے گئے ان کی فہرست بہت طویل ہے اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک شاہ کو اس کی شخصیت کا کس قدر احترام تھا ۔ چند خطابات مندرجہ ذیل ہیں :

وزیر کبیر ، خواجۂ بزرگ ، تاج الحضرتین ، قوام الدین ۔ نظام الملک کو ہمعصر نامور علما نے بھی اس کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خطابات دیے تھے ۔ امام غزالی کے استاد امام الحرمین جوائنی نے بھی اسے یہ خطابات دیے : سیدالوراء ، مؤیدالدین ، مستخدم السنت و التعلیم ۔

عباسی خلیفہ کی قدردانی :

سلجوق سلاطین کے علاوہ اُن کے ہم عصر عباسی خلیفہ مقتدر باللہ نے بھی نظام الملک کی مثالی شخصیت کا اعتراف کیا اور احترام بھی کیا ۔ اس خلیفہ نے اپنی شادی کے موقع پر سلجوق وزیر کو خلعت فاخرہ عطا کی ۔ نیز وزیر عالم ، عادل نظام الملک ، رضی المومنین کے خطابات عطا کیے ۔ شادی کے جلوس پر خلعت فاخرہ عطا کیا اور سواری پر چلنے کی اجازت دی جبکہ تمام رؤسا و عمائدین پیادہ تھے اور وہ سواری استعمال نہیں کرسکتے تھے ۔

ایک مفلس کاشتکار کے اس یتیم بیٹے نے ایسا عروج پایا کہ ایک عالم مدبّر ، بیدار مغز وزیر ہوا مگر آخر میں سازشوں کا شکار ہو کر قتل ہوا ۔ چھہتر برس کا یہ ضعیف آدمی بہت بڑا عالم اور ایک مؤثر شخصیت تھی مگر حاسدوں نے قتل کر کے نابود کیا ۔ لیکن وہ تاریخ میں نظامیۂ بغداد کے حوالے سے ہمیشہ زندہ رہے گا ۔

Marfat.com

نظامیہؑ بغداد

آل سلجوق کے فرمانروا عربوں کے سوا مسلمان سلاطین میں سب سے زیادہ طاقتور و پرعظمت تھے ۔ الپ ارسلان و ملک شاہ کی طاقت و عظمت کی دہشت ایشیا اور یورپ پر مسلط رہی ۔ نظام الملک طوسی ہی ان دونوں کے وزیر اعظم تھے ۔ وہ وزیر اعظم ہی نہ تھے بلکہ مملکت میں مکمل طور پر سیاہ و سفید کے مالک تھے ۔ اس کے دور وزارت میں بیش قیمت علمی خدمات انجام پائیں جن میں نظامیہؑ بغداد کا قیام ایک امتیازی علمی خدمت ہے ۔

گبن صاحب لکھتے ہیں : ''ایک سلطان کے وزیر نے بغداد میں ایک مدرسہ قائم کیا ۔ اس کے لیے دو لاکھ دینار وقف کیے ۔ پندرہ ہزار دینار سالانہ اس کے صرف کے لیے مقرر کیے گئے ۔ اس مدرسے نے بہت شاندار علمی نتائج پیش کیے ۔ چھ ہزار طلبا مختلف علوم و فنون سے مستفید ہوتے ۔ امرا و غربا کے لڑکے ایک وقت اور ایک ہی جگہ تعلیم پاتے تھے ۔ غریب طالب علموں کے لیے کافی آمدنی مقرر تھی ۔ مدرسین و محققین کی تنخواہیں بہت زیادہ تھیں ۔

نظام الملک کی علمی سرپرستی :

نظام الملک نے نظامیہؑ بغداد تعمیر کیا تو مدرسہ کے اخراجات کے لیے شاہی خزانے سے چھ لاکھ دینار کی رقم مقرر کی ۔ اس نے بہت سے مکتب و مدرسے قائم کیے اور اپنی جاگیروں میں سے دسواں حصہ مدرسوں کے لیے وقف کر دیا ۱ ۔

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار — رشید احمد ندوی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۱۸/۲ ، کراسہ ۳ ۔

Marfat.com

علمی ارتقاء کی افادیت :

نظام الملک کا خیال تھا کہ علم سے فرد کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور قوم کو بھی ۔ سب سے اول وہ خود ایک علمی شخصیت اور اپنے زمانے کا مشہور فقیہ و محدث تھا ۔ عالموں کا قدردان تھا اور عالموں کی صحبت مرغوب تھی ۔ اس کی مجلس میں علما و صوفیا کا ہجوم رہتا تھا ۔ اس کا عقیدہ تھا کہ ملک و قوم کی ترقی ، فارغ البالی اور عظمت کا وسیلہ صرف اعلیٰ تعلیم و تربیت ہے ۔ علم سے آراستہ روشن خیال شہری ہی ملک کو عروج پر لے جا سکتے ہیں اور اس کا یہ بھی پختہ یقین تھا کہ تعلیم کو عام کرنے کے لیے ایک بیت العلوم یعنی یونیورسٹی کا قیام ضروری ہے ۔ چنانچہ اس نے بڑے پیمانے پر ایک درس گاہ بنانے کا قصد کیا[1] ۔

مدرسے کی تحریک :

ایک دن شیخ الشیوخ ابوسعد صوفی نیشاپوری خواجہ نظام الملک طوسی سے ملنے آئے اور کہا کہ وہ ان کے نام پر ایسا مدرسہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جو کہ امتیازی علمی خدمت پیش کرے اور اس کے ذریعے نظام الملک کا نام قیامت تک زندہ رہے ۔ اس التماس کو خواجہ صاحب نے منظور کیا اور فوراً مدرسے کے قیام کی منظوری دے دی ۔

عمارت کی تعمیر :

شیخ موصوف نے دجلے کے کنارے ایک خوبصورت قطعہ زمین خریدا ۔ ۴۵۷ھ ذی قعدہ کے مہینے میں منگل ۴ اکتوبر ۱۰۶۵ء کو

۱ ۔ نظام الملک طوسی— عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

اس مدرسے کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا ۔ ذی قعدہ ۴۵۹ھ یعنی ستمبر ۱۰۶۷ع کو پورے دو سال کے بعد مدرسے کی عمارت مکمل ہوگئی ۔[1]

مدرسے کی عمارت : شیخ ابو سعد نے عمارت پر خواجہ نظام الملک کا نام نقش کیا ۔ مدرسے کے چاروں طرف بارونق بازار آباد کیے ۔ بہت سے حمام بھی بنائے گئے ۔ اس کے اخراجات کے لیے بہت سے دیہات وقف کیے ۔ مدرسے کی عمارت کی تعمیر کے لیے ساٹھ ہزار دینار ابوسعد صوفی کو دے دیے گئے تھے ۔ اس عمارت کی وقتاً فوقتاً توسیع بھی ہوتی رہی ۔ چنانچہ ۵۰۴ھ مطابق ۱۱۱۰ع میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ ہوا ۔

نظامیہ بغداد کی ایک جھلک : نظامیہ بغداد کا محل وقوع قدرتی طور پر دلکش تھا ۔ یہ دجلہ کے کنارے بغداد کے مشرقی حصے میں سوق الثلاثہ کے عین وسط میں تعمیر ہوا تھا ۔ اس کی تعمیر پر ساٹھ ہزار دینار خرچ ہوئے ۔ ایک مغربی مصنف کے الفاظ میں پندرہ ہزار دینار سالانہ سے اس درس گاہ کے اخراجات پورے کیے جاتے تھے ۔ اس مدرسہ کی زیب و زینت ، بازاروں کی رونق اور آبادی کی گہما گہمی قابل دید تھی ۔ اس کی شاندار عمارت اپنی شان و شوکت میں عباسی محلات کو شرمندہ کرتی تھی ۔ نظام الملک کی اپنی حویلی بھی اسی کے قریب تھی ۔ اس کے متولی جالی الملک اور مویدالملک نے بھی اپنی حویلیاں یہیں پر تعمیر کی تھیں ۔ یہ خوبصورت حویلیاں مدرسے کی آرائش میں زبردست اضافہ کرتی تھیں ۔[2] مدرسہ میں تعلیم بھی

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ سراج الملوک ، صفحہ ۲۰ ۔

Marfat.com

معیاری تھی ۔ انتظام اور نگرانی بھی اعلیٰ معیار کی تھی ۔ یہ پہلا ادارہ تھا جس میں معلمین کے مشاہرے اور طلباء کے وظائف حکومت وقت سرکاری خزانے سے ادا کرتی تھی ۔

نظامیہ کی وسعت :

نظامیۂ بغداد کی عمارت کا رقبہ بہت بڑا تھا ۔ کسی تاریخ نے یہ بات وضاحت سے پیش نہیں کی کہ جس قطعۂ زمین پر اس مدرسے کو تعمیر کیا گیا تھا اُس کا رقبہ کتنا تھا ۔ لیکن مؤرخین کا بیان ہے کہ نظامیہ کی عمارت جتنی عظیم الشان تھی اُتنی ہی وسیع بھی تھی ۔ یہاں تک کہ وہ آس پاس کے شاہی محلات کے ہم پلہ تھی ۔۱

علامہ ابو اسحٰق شیرازی کے حالات میں لکھا ہے کہ جس دن علامہ درس کے لیے نظامیۂ بغداد میں تشریف لاتے تو طلباء کے علاوہ عوام کا ہجوم بھی نظامیہ کے اندر آ جاتا ، تاکہ وہ بھی اُن کے درس سے فیض یاب ہوں ۔ یہ زمانہ خلیفہ القائم بامراللہ کا تھا ۔ یہ عہد انحطاط کا عہد تھا ہے ۔ بغداد کی آبادی تقریباً دس لاکھ ہوگی ۔۲ اسی سے مدرسے کی وسعت کا اندازہ بھی کچھ ہو سکتا ہے کہ جب عوام کا ہجوم آتا ہوگا اور جن ہال کمروں میں سماتا ہوگا اُن کی وسعت کیا ہوتی ہوگی ۔ سامعین کے ہجوم سے ہال کمروں کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ تاریخ کامل ، جلد ۱۰ ، صفحہ ۸۰ پر ابوالمظفر ابن منصور نے یہاں کے واعظ کے حالات میں لکھا ہے : "مدرسے کے

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ تاریخ کامل از ابن اثیر ، جلد ۱۰ ، صفحہ ۳۶ ۔

۲ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ تاریخ کامل از ابن اثیر ، جلد ۱۰ ، صفحہ ۶۸ ۔

Marfat.com

واعظ کے حلقے میں ایک دن بہت بڑا مجمع ہوا ، تب لوگوں کو خیال ہوا کہ اس حلقے کی پیمائش کی جائے ۔ جب پیمائش کی گئی تو حلقہ ۱۷۵ گز طول میں اور ۱۲۰ گز عرض میں تھا اور اس پورے رقبے میں حلقے میں شریک سامعین بیٹھے تھے ۔ وعظ کا یہ حلقہ نظامیہ بغداد کی عمارت کے اندر منعقد ہوتا تھا ۔ یہ پیمائش صرف ایک حصے کی تھی جہاں پر کہ یہ حلقہ منعقد ہوتا تھا ۔ اب اسی نسبت سے نظامیہ کی کل وسعت کا تصور کیا جا سکتا ہے ۔

رسم افتتاح :

۴۵۷ھ میں ذیقعدہ کے مہینے میں نظامیہ بغداد کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۰ ذیقعدہ بروز شنبہ ۴۵۹ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۰۶۷ع کو مدرسے کا افتتاح ہوا ۔ یہ مدرسہ بڑی شان و شوکت سے کھولا گیا تھا ۔ خلفائے عباسیہ کے دارالخلافہ کی شان و شوکت ، نظامیہ بغداد کا کرّوفر ، افتتاح کے جشن کے دن بغداد میں گہما گہمی اور افتتاح کے جلسے کی شان و شوکت کی منظر کشی الفاظ میں بیان کرنی ممکن نہیں ۔[1]

''اس علمی مرکز میں سارا بغداد اُمڈ آیا تھا ۔ ممتاز علماء اور دانشور اس جشنِ افتتاح میں شرکت کے لیے دور دور سے آ گئے تھے ۔ رسمِ افتتاح کے لیے علامہ شیخ ابو اسحٰق شیرازی کا انتخاب کیا گیا جو اس زمانے میں شیخ الشیوخ اور استاد کامل کا درجہ رکھتے تھے ۔ علامہ افتتاح کے لیے مدرسہ کی جانب آ ہی رہے تھے کہ راستے میں

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ تاریخ آلِ سلجوق ، صفحہ ۴۲ ۔
حسن المحاضرۃ — علامہ جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

کسی لڑکے نے کہہ دیا کہ جس قطعۂ اراضی پر مدرسہ تعمیر ہوا ہے وہ غصب کیا گیا ہے - یہ سنتے ہی شیخ موصوف راستے ہی سے واپس لوٹ گئے اور چھپ گئے۔ جشنِ افتتاح کے حاضرین نے صبح سے دوپہر تک ان کا انتظار کیا مگر پھر شیخ عبدالملک منصور بن یوسف نے ، جو بغداد کی ممتاز شخصیتوں میں سے تھے حاضرین سے خطاب کیا ۔ اس موقع پر علماء و دانشوروں کے اجتماع میں درس لازمی تھا اس لیے یہ فریضہ نصر بن صباغ شامل نے سرانجام دیا ۔ ابو نصر مسند پر بیٹھے اور انھوں نے ہی مدرسے کا افتتاح کیا ، اور اس کے لیے اکثریت کی رائے ذمہ دار تھی ۔

نظامیۂ بغداد کے مدرسِ اعظم :

علامہ ابواسحٰق شیرازی جو کہ اس زمانے میں ممتاز عالم تسلیم کیے جاتے تھے ، وہ مدرس اعظم منتخب ہوئے۔ شروع میں انھوں نے اس لیے انکار کیا کہ انھیں شبہ تھا کہ جس زمین پر عمارت تعمیر ہوئی ہے وہ غصب کی گئی ہے ، چنانچہ ان کی جگہ ابونصر بن صباغ شامل اس عہدے پر فائز کر دیے گئے - پھر علامہ کا شبہ دور کرنے کی کوشش کی گئی اور بیس دن کے بعد ان کا شبہ دور کردیا گیا تو پھر انھوں نے مدرسِ اعظم کا عہدہ قبول فرما لیا ۔

نظامیہ بغداد کے اساتذہ :

شیخ الشیوخ علامہ ابواسحٰق شیرازی مدرس اعظم مقرر ہوئے اور امام غزالی ، امام طبری ، ابنِ خطیب طبریزی ، شارح حماسہ ، امام عبدالقاہر جیلانی ، ابوالمعالی قطب الدین شافعی جیسے مشہور عالم اس ادارے کے ساتھ بحیثیت نائب مدرسِ یا مدرس اعلیٰ وقتاً فوقتاً وابستہ رہے ۔

Marfat.com

نظامیہ بغداد کے اساتذہ کا انتخاب :

نظامیہ بغداد کی تاریخ میں ممتاز علماء کے لیے نظامیہ کے عملے میں تقرری سے بڑھ کر کوئی عہدہ باعث اعزاز نہ ہو سکتا تھا ۔ کبھی کوئی ایسا استاد منتخب نہ کیا جاتا تھا جو اپنے ہم عصروں میں ممتاز عالم یا یکتائے روزگار مدرس نہ سمجھا جاتا ہو ۔ نظامیہ کی تقرری سے بڑا کوئی اعزاز نہ تھا ۔ مدرسین کی تنخواہیں خلیفہ وقت خود مقرر کرتا تھا ۔[۱]

نظامیہ بغداد کے نامور طلباء و اساتذہ :

شیخ سعدی شیرازی نظامیہ کے آخری زمانے کے طالب علم تھے ۔ ابن الخطیب تبریزی ، شارح حماسہ، ابوالحسن فصیحی ، امام عبدالقاہر امام غزالی ، امام طبری ، جیلانی مدرس اعظم بھی ۔ امام غزالی ، ابوالمعالی قطب الدین شافعی وقتاً فوقتاً یہاں نائب مدرس بھی رہے اور اسی درسگاہ کے طالب علم تھے ۔

نظامیہ بغداد کی علمی خدمات :

نظامیہ بغداد کی عمر تین سو اسّی برس ہوئی ۔ جب تک یہ قائم رہا علم کا فیض جاری رہا ۔ اس کا علمی اثر بغداد تک محدود نہ رہا بلکہ دور دراز کے ملکوں تک بھی پہنچا ۔ یہ ایک شہرۂ آفاق مدرسہ تھا جس میں دور دراز کے ملکوں سے طلبا آتے اور علم سے مستفید ہو کر واپس جاتے اور پھر اپنے وطن میں یہاں سے حاصل کردہ علم سے روشنی کرتے ۔

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم — علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ الکامل — ابن اثیر ۔

Marfat.com

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں : "جب تک نظامیہ بغداد قائم رہا وہ اپنے علم سے دور دراز کے ملکوں کو بھی فیضیاب کرتا رہا ۔ اس کی علمی خدمات کامیاب بھی بہت رہیں ۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ طلبا اور عوام کی ذہنی رہنمائی کے لیے مبلغین کی ایک جماعت بھی مقرر کی گئی تھی ۔ مبلغین کی یہ جماعت لوگوں کی رہنمائی کے لیے تقاریر اور پند و نصائح کا اہتمام بھی کرتی ۔ جب کوئی ممتاز عالم بغداد میں آ جاتا تو اُن کی تقریر کا جامعہ نظامیہ بغداد میں ضرور اہتمام کیا جاتا اور یہ ایک ایسا دارلعلوم تھا جو علم کا گہوارہ تھا[1] ۔ نظامیہ بغداد میں ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا جو مدرسہ کے ساتھ ملحق تھا ۔[1]

نصابِ تعلیم :

نظامیہ بغداد کا نصاب اُس دور میں تمام عالمِ اسلام کا نصاب تھا ۔ جامعہ نظامیہ میں جو مضامین پڑھائے جاتے تھے اُن میں دینی علوم مثلاً ، قرآنِ حکیم ، قرآنِ حکیم کی تفسیر ، اصولِ تفسیر ، علمِ حدیث و اصولِ حدیث ، علمِ فقہ و اصولِ فقہ ، علمِ عقاید ، علمِ کلام ، علم اخلاق ، جیسے مضامین شامل تھے اور نصاب میں اساسی و مرکزی حیثیت رکھتے تھے ۔ ارضیات کے مضامین بھی پڑھائے جاتے تھے ۔ علمِ طب ، علمِ افلاک ، علمِ نباتات اور علمِ حیوانات کی تدریس کا بھی معقول انتظام تھا ۔ وقت گزرنے پر جب دینی علوم سے غفلت کا انداز پیدا ہوا تو امام غزالی جیسے مصلحِ قوم ، ماہر تعلیم اور اخلاق تشکیل کے ماہر نے اپنی تعمیری

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ اسلامی کتب خانے — الحاج محمد زبیر ۔

Marfat.com

تنقید سے مستفید کیا ۔ یہ تنقید درس و تدریس کے ذریعے بھی رو پذیر ہوئی اور انھوں نے شہرۂ آفاق کتب بھی تالیف کیں جن کو دوام حاصل ہوا ۔

نظامیۂ بغداد کے کتب خانے :

نظامیہ بغداد کی عمارت میں ایک حصہ کتب خانے کے لیے مخصوص تھا اور عمارت کے اس مخصوص حصے میں ایک شاندار کتب خانہ قائم ہوا ۔ اس کتب خانے کا نام اس وقت خزانۃ الکتب رکھا گیا ۔ کتب خانے کی عمارت تعمیر ہوئی تو اس کے لیے نادر اور بیش قیمت کتابیں فراہم کی گئیں اور ترتیب سے رکھی گئیں ۔ خزانۃ الکتب کے مہتمم علامہ ابو زکریا تبریزی مقرر ہوئے اور نظامیہ بغداد کے افتتاح کے فوراً بعد ہی ان کا تقرر ہوگیا ۔ یہ ایک مشہور عالم تھے اور بیش بہا علمی کتابوں کے مصنف تھے ۔ علامہ موصوف کے حالات میں لکھا ہے کہ علامہ عیش پسند تھے ، راگ رنگ کے شوقین تھے اور محفلیں منعقد کرتے تھے ۔ وقت اور روپیہ ان پر صرف کرتے تھے ۔ خواجہ نظام الملک کے پاس شکایت کی گئی تو خواجہ نظام الملک بہ نفس نفیس ان کے پاس آئے اور اپنی آنکھوں سے ان کی طرب کی محفل کو دیکھا ۔ چونکہ یہ عالم تھے ، مصنف تھے اور خزانۃ الکتب کی علمی خدمات و انتظامی خدمات بطرز احسن سرانجام دے رہے تھے ، اس لیے خواجہ صاحب نے واپس آ کر ان کی تنخواہ دگنی کردی اور کہا کہ آن کو علامہ صاحب کے اخراجات کا علم پہلے نہ تھا ۔ علامہ تبریزی ، خواجہ نظام الملک کی اس علمی قدردانی سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے اپنی اصلاح کی کوشش کی ۔ علامہ تبریزی کے بعد یعقوب بن سلمان اسفرائنی مہتمم

Marfat.com

مقرر ہوئے ۔۱ طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ علماء میں سے جب کوئی نظام الملک کو تحفہ دیتا تو وہ کتابیں ہی ہوا کرتی تھیں ۔ خواجہ نظام الملک یہ نادر کتابیں ، جو ذاتی تحائف تھیں ، خزانۃ الکتب میں جمع کرا دیتے تھے ۔ باوجود بے پناہ علمی و انتظامی کاوشوں کے نظام الملک کو یہ کتب خانہ نامکمل نظر آتا تھا اور وہ اس کے فروغ کے لیے دن رات کوشش کرتے رہتے ۔ خلیفہ ناصرالدین اللہ نے بھی خزانۃ الکتب کی خدمت کی اور اس کے فروغ و وسعت کے لیے جدوجہد کی ۔ ۱۱۹۳ ع ھ مطابق ۵۸۹ھ میں خلیفۂ مذکور نے شاہی کتب خانے سے نادر کتابیں مدرسے میں داخل کر دیں ۔ ۱۰ ۵ھ مطابق ۱۱۶۰ ع میں اس قیمتی کتب خانے میں آگ لگ گئی ۔ عمارت کی اینٹیں تک جل کر راکھ ہو گئیں لیکن خوش قسمتی سے کتاب ایک بھی نہ جلی ۔ خواجہ نظام الملک کو جب بھی بغداد آنے کا اتفاق ہوتا وہ نظامیہ میں ضرور جاتا اور کتب خانے میں جا کر اس کی کتب کا معائنہ کرتا اور کتب خانے میں بیٹھ کر مطالعہ کرتا ۔۲

۵۸۹ھ میں ناصرلدین اللہ عباسی خلیفہ کے حکم سے ایک اور کتب خانہ مدرسہ کے احاطے میں تعمیر ہوا اور اس خلیفہ نے اس کتب خانے میں ہزاروں کتابیں شاہی کتب خانے سے عنایت کیں اور وہاں سے اس نئے کتب خانے میں منتقل کیں ۔

---

۱ ۔ اسلامی کتب خانے ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ۔ علامہ شبلی نعمانی ۔ حسن المحاضرۃ ، جلد اول ، صفحہ ۲۶۳ ، مطبوعہ مصر از جلال الدین سیوطی ۔ آثار البلاد از قزوینی ، ذکر شہر تبریز ۔ نامۂ خسرواں — صفحہ ۱۵ ، طبقات الکبریٰ ، جلد ۳ ، صفحہ ۲۳ ۔

۲ ۔ اسلامی کتب خانے — الحاج محمد زبیر ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ کامل — ابن اثیر ۔

Marfat.com

مزید کتب خانے :

یاقوت حموی چھٹی صدی ہجری میں مرو پہنچا۔ اُس نے وہاں پر بہت سے مدرسے اور کتب خانے موجود پائے۔ قریباً ہر بڑے مدرسے کے ساتھ ایک یا کئی کتب خانے تھے۔ جن مدرسوں کے ساتھ بڑے بڑے کتب خانے ملحق تھے اُن میں سے چند کے نام یوں ہیں :

۱ - مدرسۂ مستوفیہ میں ایک کتب خانہ تھا - اس مدرسے کو شرف الملک ابو سعد محمد بن منصور (متوفی ۴۹۴ھ) نے قائم کیا تھا۔ مدرسہ تابونیہ۔ مدرسہ عمیدیہ میں بھی چند کتب خانے تھے۔ نظام الملک حسن بن اسحاق نے بھی نظامیہ بغداد میں ایک کتب خانہ قائم کیا تھا۔

کتب خانوں کی علمی خدمات :

خواجہ نظام الملک نے اُن مدرسوں میں بھی کتب خانے قائم کیے جو نظامیۂ بغداد کے تحت دوسرے علاقوں میں قائم تھے۔ اس کے قائم کردہ کتب خانے اور دوسروں کے قائم کردہ کتب خانے عوام میں علم کو مقبول بنانے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ یہ طرح طرح سے علم کو فروغ دیتے اور طلباء و علماء کو حصولِ علم کا موقع مہیا کرتے۔ کتب خانوں کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ کتابیں ترتیب سے رکھی جاتی تھیں۔ عوام کو کتابیں جاری بھی کی جاتیں اور کتب خانوں کے اندر بھی بیٹھ کر پڑھنے کے لیے کمرہ اور فرنیچر کا انتظام تھا۔ ان کتب خانوں میں علماء بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے اور بلا تخصیص امیر و غریب ، بلا امتیاز رنگ و نسل اور جس کو علم کی تشنگی محسوس ہو وہ وہاں آ سکتا تھا اور درس سے استفادہ کر سکتا تھا۔

Marfat.com

نظامیہ بغداد کی علمی خدمات :

نظامیہ بغداد کی تعلیم نے کئی نامور علماء پیدا کیے ۔ نظام الملک ، موید الملک ، شرف الدین جیسے بیدار مغز عالم و منتظم سامنے آئے ۔ ان کا حسن انصاف و حسن انتظام مثالی تھا ۔ امام غزالی ، شہرستانی ، سیف الدین آمدی ، عمر خیام ، علامہ زمخشری اور راغب اصفہانی جیسے نادر روزگار علماء اور دانشور اس کی مثال ہیں اور یہ نظامیہ بغداد کی علمی سعی ہی تھی کہ انھوں نے شہرتِ دوام حاصل کی ۔ شیخ عبدالقاہر جیلانی ، ابوالقاسم قشیری اور شیخ شہاب الدین سہروردی بھی اسی نظامیہ بغداد کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے ۔ یہ علم تصوف کے تاجدار اور مثالی علمی شخصیتیں گنے جاتے ہیں ۔[1]

تعلیمِ نسواں :

اس دور کی تمام علمی خدمات نظامیہ بغداد کی ہی علمی خدمت متصور کی جاتی ہیں ۔ یہ تاثر عام تھا کہ اس زمانے میں تعلیم پر نظامیہ بغداد کی علمی جد و جہد حاوی رہی اور اسی دور میں تعلیمِ نسواں بھی مقبول کی گئی اور اس شعبہ تعلیم کا کافی فروغ ہوا ۔ یہ اسی علمی جد و جہد کا نتیجہ تھا کہ بہت سی خواتین نے علم حاصل بھی کیا اور علم کے ارتقاء و فروغ میں جدو جہد بھی کی ۔ نفیسہ ایک محدث خاتون تھیں ۔ ان کے علمی حلقہ درس میں امام شافعی شامل ہوئے اور درس سے فیض یاب ہوئے ۔ اور وہ اپنے دور کے ممتاز

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ ہمارا نظام تعلیم — پروفیسر سعید اختر ۔ سلاجقہ — ابوالاعلیٰ مودودی ، ترجمہ ابن خلکان ۔ تاریخ الکامل — ابن اثیر ۔ معجم الادباء — یاقوت حموی ، صفحہ ۲۴۷ ۔

Marfat.com

علماء میں سے تھے ۔ شیخا شہدا ایک ادبی شخصیت تھیں ۔ وہ بغداد کی جامع مسجد میں ادب و شاعری کے موضوع پر درس دیتی تھیں ۔ وہ اپنے ادبی کمال کی وجہ سے مشہور تھیں اور ان کو فخرالنساء کا لقب دیا گیا تھا ۔ کریمہ بنت احمدالمروزی بھی ایک عالم خاتون تھیں ۔ خطیب بغدادی ان کے شاگرد تھے اور ان کے علمی حلقہ درس میں شامل رہتے تھے اور ان کے علم سے فیض‌یاب ہوئے ۔ علی بن عساکر اپنے وقت کے نامور مورخ تھے ۔ ان کے اساتذہ میں بھی خواتین شامل تھیں[1] ۔ ابن بطوطہ نے دو نامور عالم خواتین سے علمی استفادہ کیا ۔ یعنی عائشہ بنت محمد اور زینب بنت کمال‌الدین سے علم حاصل کیا ۔ زوجۂ فرزدق بھی ایک نامور عالم خاتون تھیں اور ادبی تنقید کے لیے مشہور تھیں ۔ زینب مجیدہ بنت زیادہ اور مریم بنت یعقوب اس دور کے ممتاز ادیبوں اور سخنوروں میں شمار ہوتی تھیں ۔ ان کے ادبی کمالات سے عوام اور علماء آگاہ تھے ۔ عباسی دور میں عورتوں کو ہر قسم کی تعلیمی سہولتیں میسر تھیں ۔ اس دور میں خواتین میں تعلیمی فروغ کے لیے بہت جد و جہد کی گئی ۔ یہی وجہ ہے اس دور نے علم و ادب میں وہ ممتاز خواتین پیدا کیں جنھوں نے علم و ادب میں نمایاں کارنامے انجام دیے ۔[2]

---

۱ ۔ نظام‌الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلم خواتین — محمد امین زبیری ۔ خواتین کی تعلیم — محمد امین زبیری ۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ الکامل — ابن اثیر، صفحہ ۱۰۷ ۔ اسلامی نظام تعلیم — ریاست علی ندوی ۔

۲ ۔ اسلامی نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی ۔ عجائب‌الاسفار — ابن بطوطہ صفحہ ۲۳۲ ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم ۔ ترجمہ سفرنامہ ابن جبیر خلافت بغداد — مترجم احمد علی خان ۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ نظام‌الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلم خواتین — محمد امین ۔ خواتین کی تعلیم — محمد امین ۔

Marfat.com

خواجہ نظام الملک طوسی کے قائم کردہ نظامیہؑ بغداد کے تحت کئی دوسرے مدارس بھی تھے۔

ابنِ جبیر کے تاثرات:

اندلسی سیاح ابنِ جبیر ۵۸۴ھ مطابق ۱۱۸۴ء میں بغداد آیا۔ وہ لکھتا ہے کہ صرف بغداد میں ہی تیس (۳۰) مدرسے تھے اور باقی سب مدرسے مشرق حصے میں تھے۔ ہر مدرسے کی عمارت شاہی محلات کے ہم پلہ تھی۔ بعض اوقات ان سے بھی بہتر تھی۔ ابن جبیر سیاح ان عالی شان عمارتوں کی مدح و ستائش میں رطب اللساں ہے۔ مدرسوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ ان تیس مدرسوں میں مشرق و مغرب سے علماء و ماہرین بہت سعی سے منتخب کرکے لائے گئے تھے اور مسند درس پر بٹھائے گئے تھے۔ اور ان تمام مدرسوں میں سب سے بڑا اور سب سے مشہور مدرسہ نظامیہ ہے[1]۔ مورخ ابن اثیر تاریخ الکامل میں لکھتا ہے کہ مدرسہ نظامیہؑ کے تحت کئی اعلیٰ مدرسے یا مکتب تھے۔ یہی نہیں بلکہ نظام الملک نے مفتوحہ ممالک میں مدرسے جاری کر دیے تھے۔ انھوں نے یہ فرمان صادر کر دیا تھا کہ تمام ممالک محروسہ میں جہاں کہیں ایک عالم بھی موجود ہو وہاں اس سے عامی استفادے کے لیے ایک مدرسہ لازمی طور پر قائم کر دیا جائے۔ ڈاکٹر حسن قادری کے الفاظ میں "حکومت کی اس قدر دلچسپی کے بعد شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو یا کوئی ایسا شہر ہو جہاں

۱۔ ترجمہ سفرنامہؑ ابن جبیر۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ـــ ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم زبیری۔ تاریخ الکامل ـــ ابن اثیر۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد سوم۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ـــ علامہ شبلی نعمانی۔ نظام الملک طوسی ـــ عبدالرزاق کانپوری۔

Marfat.com

سرکاری مدرسہ نہ ہو ۔ ابو شامہ اپنی تالیف الروضتین میں لکھتے ہیں[1] کہ نظام الملک کے قائم کردہ مدارس تمام دنیا میں مشہور ہیں ۔ کوئی گاؤں ایسا نہیں جہاں ایک نہ ایک مدرسہ نظامیہ موجود نہ ہو ۔ علامہ شبلی نے تو ان شہروں کے نام بھی گنوائے ہیں جہاں پر نظام الملک نے ایک دارالعلوم قائم کر دیا تھا ، اور اس کے لیے معقول جائداد بھی وقف کر دی تھی ؛ مثلاً بغداد ، بلخ ، نیشاپور ، ہرات ، اصفہان ، مرو ، آمل اور موصل ۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ نظام الملک نے عراق و خراسان کے شہروں میں ایک ایک دارالعلوم قائم کرنے کے احکامات بھی جاری کر دیے تھے ۔

نظام الملک کے قائم کردہ کالج :

نظام الملک نے عام مدرسوں کے علاوہ بڑے بڑے کالج بھی قائم کیے ۔ یہ نیشاپور ، ہرات ، موصل ، اصفہان میں تھے ۔ یہ بڑے بڑے کالج بھی نظامیہ ہی کہلائے ۔ ان کالجوں کے عملے میں نامور اور ممتاز علما پروفیسر مقرر ہوئے ، اور ان علما نے امتیازی علمی خدمات اپنے درس و تدریس کے ذریعے سرانجام دیں ۔ نظامیہ ہرات کے مدرس ابوسعد محمد بن یحییٰ تھے اور یہ امام غزالی کے شاگرد تھے ۔

نظامیہ موصل : ابو حامد محی الدین (المتوفی ۵۴۴ھ) نے نظامیہ اصفہان میں علم حاصل کیا ۔ نظامیہ بغداد گویا ایک یونیورسٹی تھی اور یہ تمام کالج اس کی شاخیں تھیں ۔

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ تعلیم و تربیت اسلامیہ — ڈاکٹر احمد شلبی مترجم زبیری ۔ الروضتین — ابو شامہ ۔

Marfat.com

نظامیہ کے اثرات : مدرسہ نظامیہ بغداد کے اثر سے ایک غیر معمولی گرمجوشی پیدا ہوگئی ۔ یہ مدرسہ پانچویں صدی ہجری میں قائم ہوا اور چھٹی صدی ہجری میں اسلامی دنیا کا کوئی کونا درسی عمارتوں سے خالی نہ رہا ۔ خراسان کے بڑے صوبے مثلاً مرو ، نیشاپور، ہرات ، بلخ اور ایران کے علاقے بڑے بڑے علمی مرکز تھے ۔ نظامیہ کے علمی اثرات نے ان علاقوں میں علمی فروغ کو انتہا تک پہنچا دیا ۔

اسلامی درس گاہیں :

۱۔ مدرسہ نظامیہ بغداد : نظام الملک حسن بن اسحاق نے ایک مدرسہ اس نام کا بغداد میں قائم کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک وسیع کتب خانہ بھی قائم کیا ۔ اس میں بیش قیمت علمی خزانے جمع کردیے اور انھیں نہایت سلیقے سے ترتیب دیا ۔

۲۔ نیشاپور کے مدارس کی کثرت کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ۵۵٦ھ میں جب داخلی فسادات کی وجہ سے نیشاپور تباہ و برباد ہوا تو عام عمارتوں کے ساتھ پچیس حنفیہ اور شافعیہ مدرسے بھی برباد ہوگئے ۔ بارہ کتب خانے برباد ہوئے جن میں سے کچھ جلا دیے گئے اور کچھ لوٹ لیے گئے ۔

۳۔ یزد کے مدارس : یزد میں صرف علامہ بن حسین بن احمد ابوالفضل (متوفی ۱۹ ۵ھ) کے زیر اہتمام بارہ مدرسے تھے اور ان میں بارہ سو طلباء تعلیم پاتے تھے ۔[۲]

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ حسن المحاضرہ ، جلد اول ، صفحہ ۲٦۴ — علامہ جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

اسلامی مدارس ایک سیاح کی نظر میں : مسٹر شارون ایک سیاح فرانس سے آیا تھا ۔ اس نے دولت صفویہ کے زمانے میں ایران کے اکثر مقامات کی سیر کی ۔ وہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ سلیمان صفوی کے عہد میں خاص شہر اصفہان میں اڑتالیس مدرسے موجود تھے ۔[۱]

۴۔ خوارزم کا کالج : خوارزم میں ایک بڑا کالج تھا جس میں امام فخرالدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) پروفیسر تھے ۔

۵۔ بغداد میں کالج : بغداد میں نظامیہ بغداد کے علاوہ تیس بڑے کالج تھے ۔ علامہ ابن جبیر نے ۵۷۸ھ میں بغداد کو دیکھا تھا ۔ اس کا بیان ہے کہ ہر ایک کالج بذات خود ایک شہر معلوم ہوتا تھا ۔ ان کی عمارتوں کے ایوان وسیع تھے اور عمارتیں بلند تھیں ۔

نظامیہ بغداد کا انتظامی عملہ :

مدرسہ نظامیہ بغداد ایک شہر معلوم ہوتا تھا اور اس کے انتظام کے لیے بھی اتنے ہی اور ویسے ہی عملے کی ضرورت تھی جتنی کہ ایک چھوٹی سی ریاست کے لیے لازم آتی ہے ۔ لہذا ادنی درجے کے ملازمین کی تعداد پیش کرنی بے حد مشکل ہے اور مزید یہ تفصیل پیش کرنی کہ کون سے ملازم کن کاموں کے لیے مقرر کیے گئے تھے اور بھی زیادہ مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے ۔ تاہم اعلیٰ عہدوں پر فائز علماء کی ترتیب پیش کی جا سکتی ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے :

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ سفرنامہ ابن جبیر ، حالات بغداد ، مطبوعہ لندن ۔ میراث البلدان ناصری جلد ۱ ، اول صفحہ ۵۴ ۱۸۵۲ع مطبوعہ ایران ۔

Marfat.com

۱۔ **متولی :** متولی کا عہدہ آج کل کی اصطلاح میں سیکرٹری کے عہدے کے برابر تھا۔ متولی ہمیشہ مدرسے کے احاطے میں رہا کرتا تھا اور مدرسہ کے تمام انتظامی امور کا مکمل ذمہ دار تھا۔ بعض اوقات یہ ذمہ داری صدرِ اعظم یا پرنسپل کے سپرد ہو جایا کرتی تھی جو تمام شیوخ میں صدرِ اعظم کا درجہ رکھتا تھا۔ [۱]

۲۔ **شیوخ :** ہر مدرس شیخ کے خطاب سے ملقب تھا۔ ہر شیخ اپنے مخصوص شعبۂ علم و فن میں گہری بصیرت کا حامل اور ماہر ہوتا تھا۔ وہ اپنے شعبے میں اپنی مثالی درس و تدریس سے طلباء کو مستفید کرتا تھا۔ نظامیۂ بغداد میں کسی عالم کا عہدۂ درس و تدریس پر فائز ہو جانا ایک عظیم افتخار تھا۔ اُس کی ذات کے لیے یہ تقرری ایسی عزت تھی کہ اُس سے بڑھ کر کوئی اعزاز نہ تھا۔ فقہ، حدیث، تفسیر، صرف و نحو، ادب، علمِ کلام الغرض ہر مضمون کی تدریس کے لیے جدا مدرس تھے۔ وہ اپنے مخصوص شعبے میں با کمال اور یکتائے زمانہ تھے۔ نظامیہ کا مدرس ہونا سب سے اعلیٰ اعزاز تھا۔ مدرسے کا یہ وقار اُس وقت تک قائم رہا جب تک کہ نظامیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم رہا۔ مدرس کے انتخاب میں بہت چھان بین سے کام لیا جاتا تھا اور انتخاب میں بہت سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ جس سختی سے مدرس اعظم کا انتخاب ہوتا وہی معیار اور اصول نائب مدرس کے انتخاب کے لیے مقرر تھا۔ ہر نائب مدرس اپنے مدرس اعظم یا شیخ سے فضل و کمال میں دوسرے درجے کا مانا جاتا تھا۔ اس کی تصدیق علماء کے حالات سے اور اُن کے علمی کارہائے

۱۔ نظام الملک طوسی۔ عبدالرزاق کانپوری۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم۔ علامہ شبلی نعمانی۔

نمایاں سے کی جاتی تھی ۔ امام احمد غزالی اور فخر الاسلام کیا ہراسی نائب مدرس تھے ۔ باوجودیکہ وہ عالم تھے اور انھیں امتیازی مقام حاصل تھا لیکن اُن کا درجہ امام محمد غزالی کے بعد آتا تھا ۔ شیوخ کی تنخواہیں بہت زیادہ تھیں اور یہ درجے کا تعین اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ نظامیہ بغداد قائم رہا ۔[۱]

۳ ۔ **خازن** : کتب خانے کا مہتمم خازن کہلاتا تھا ۔ یہ ایک معزز عہدہ تھا اور اس عہدے پر ہمیشہ شہرۂ آفاق علماء فائز ہوتے رہے ۔

۴ ۔ **معید** : اکثر اوقات یہ خدمت قابل ترین طلباء کے سپرد کی جاتی تھی جن کا انتخاب اسی حلقۂ درس سے ہوتا جس کے خطاب کے الفاظ آسے سامعین تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دینا ہوتا تھا ۔ بعض اوقات جداگانہ علماء کا بھی تقرر ہوتا تھا ۔ معید کے لیے ضروری تھا کہ وہ بلند آواز رکھتا ہو تاکہ شیخ کے درس کے الفاظ سامعین تک پہنچ جائیں ۔

۵ ۔ **مفتی** : فتویٰ نویسی کے لیے الگ عملہ تھا ۔ خاص حالات کے سوا شیخ القضاۃ و شیخ الفرائض کو فتویٰ نگاری کی خدمت بھی انجام دینی ہوتی تھی ۔[۲]

۶ ۔ **واعظ** : جب باہر سے کوئی مشہور اور ناموز عالم آتا تھا تو وہ مسجدوں میں خطبہ بھی دیتا تھا ۔ اسی طرح نظامیہ بغداد میں بھی

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔

۲ ۔ نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم — سید ریاست علی ندوی ۔

Marfat.com

اُس کے وعظ کا انعقاد لازمی تھا ۔ نظامیہ میں مستقل وعظ کرنے والے بھی ملازم تھے جو عوام میں اور نظامیہ کے طلباء کے لیے ہدایت ، رہنمائی اور علم کو مقبول کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ۔ دوسرے مدرسوں سے بھی واعظ آتے اور نظامیہ میں اور مسجدوں میں عوام کے استفادہ کے لیے وعظ کا انعقاد ہوتا تھا ۔

ناظرِ وقف : نظامیۂ بغداد اور اُس کے ماتحت مدارس کے لیے جس قدر جائداد وقف تھی اُس کے تحفظ و انتظام کے لیے ایک عہدہ دار مقرر ہوتا تھا جو ناظرِ وقف کہلاتا تھا ۔ اس وقف کے تحفظ و انتظام کے لیے یہ عہدہ دار مقرر ہوتا تھا[۱] ۔ خواجہ ابو اسربن نظام‌الملک بھی اسی خدمت پر مامور رہا اور اس کی قیادت میں اس کے نائب دوسرے علماء بھی کام کرتے رہے اور اس کی معاونت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ۔

نظامیۂ بغداد کے سالانہ مصارف :

مسلمان مؤرخین نے نظامیۂ بغداد اور اُس کے مدارس کا سالانہ خرچ چھ لاکھ دینار لکھا ہے اور یہ وہ رقم ہے جو خواجہ نظام‌الملک نے شاہی خزانے سے مقرر کی تھی ۔ اس کے علاوہ اپنی ذاتی جاگیر سے بھی دسواں حصہ مقرر کردیا تھا ۔ زکوٰۃ اور خیرات کا روپیہ اس کے علاوہ تھا[۲] ۔ اس کے علاوہ رؤساء و امراء اپنی جائدادیں نظامیہ بغداد کے لیے وقف کردیتے تھے ۔ چنانچہ ابو سعد صوفی نے انتقال کے وقت

---

۱ ۔ نظام‌الملک طوسی ۔ عبدالرزاق کانپور ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ۔ علامہ شبلی نعمانی ۔

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ۔ علامہ شبلی نعمانی ۔ نظام‌الملک طوسی ۔ عبدالرزاق کانپوری ، تاریخ الکامل ۔ جلد ۱۰ ، صفحہ ۵۵ ، ابن اثر ۔

Marfat.com

۴۷۹ھ میں اپنی تمام جائداد وقف کردی تھی ۔ مصنف سراج الملک[1] نے لکھا ہے کہ خواجہ نے بھی اپنے حصے کی رقم سرکاری عطیے کے برابر کردی تھی ۔ بہرحال شعبۂ تعلیم پر پچاس لاکھ دینار سالانہ سے کم خرچ نہ ہوتا ہوگا ۔

نظامیہ کی خصوصیات :

نظامیہ بغداد سب سے پہلا مدرسہ ہے جس نے طلباء کے لیے وظیفے مقرر کیے اور اس طرح ان کو کتب خریدنے سے اور سامان خورد و نوش کی فراہمی سے بے نیاز کردیا ۔ نظامیۂ بغداد کا عملہ ان کا اہتمام بھی کرتا ، وظیفے بھی عطاء کرتا ۔ سرکاری خدمات اور اعلیٰ عہدوں کے لیے نظامیۂ بغداد کا تعلیم یافتہ شخص سب سے اعلیٰ قرار پاتا ، چنانچہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے لیے نظامیہ بغداد کا تعلیم یافتہ ہونا اہلیت و قابلیت کی ضمانت تھی ۔[2]

نظامیۂ بغداد کی عالمگیر شہرت :

اگرچہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے قیام سے پہلے مصر میں اور اس کے بعد نیشاپور میں بھی مدرسے قائم ہوچکے تھے ۔ لیکن علامہ جلال الدین سیوطی کا کہنا ہے کہ نظام الملک طوسی نے خاص فقہا کے لیے یہ مدرسہ قائم کیا ۔ نظامیۂ بغداد بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر قائم ہوا اور اس کی شہرت و عظمت دور دور پھیل گئی اور یہ باقی تمام مدارس پر سبقت لے گیا ۔ چونکہ نظامیہ بغداد اپنی حسن کارکردگی کے لحاظ سے تمام مدارس کا سرتاج بن گیا اس لیے وہ باجے سے

---

۱ ۔ سراج الملوک ـــ سراج الملک

۲ ۔ حسن المحاضرہ ـــ جلال الدین سیوطی ۔ سراج الملوک ـــ سراج الملک ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ـــ علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

پہلا مدرسہ مشہور ہوا[۱] - اسی حسنِ کارکردگی کی وجہ سے نظام الملک طوسی کے لیے مشہور ہوگیا کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلامی دنیا میں سب سے پہلا مدرسہ قائم کیا۔ اگرچہ امہات المدارس موجود تھے لیکن نظامیہ بغداد وسیع اور ٹھوس علم اور اپنے حسن انتظام کی وجہ سے سب پر حاوی ہوگیا اور پہلا مدرسہ کہلایا -

نظامیہ بغداد کے محققین : یہ امر بھی نظامیہ بغداد کی خصوصیات میں سے ہے کہ دنیا کے دور دراز کے حصوں سے علما آتے تھے اور مدرسے کے مہمان رہ کر علمی تحقیقات میں مصروف ہوتے تھے - کتبِ تاریخ میں ایسے محققین کا جابجا ذکر آتا ہے -

نظامیہ میں درس : ہر شخص اپنے متعلقہ شعبے پر خطبہ دیتا تھا اور اس کے ذیل میں تمام علمی نکات حل کردیتا تھا - وہ اپنے مخصوص علم کا نصاب اپنے خطبوں کے ذریعے اور سامعین کے سوالات کے ذریعے خود پڑھا دیتا تھا -

مدرسہ نظامیہ کی عمر : مدرسہ نظامیہ بغداد آٹھویں صدی ہجری کے وسط یعنی چودھویں صدی عیسوی تک قائم رہا - اس تین سو اسی برس کے عرصے میں اس نے ایسے نامور عالم پیدا کیے کہ وہ اپنی شہرت کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے - شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی چھٹی صدی ہجری کے آخری دور میں یہاں طالب علم تھے اور اس مدرسہ کے وظیفے سے تعلیم پاتی تھی -

---

۱ - نظام الملک طوسی — عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم — علامہ شبلی نعمانی - حسن المحاضرہ جلال الدین سیوطی - سراج الملوک انسائیکلوپیڈیا آف اسلام -

Marfat.com

مدرسہ نظامیہ بغداد کی بربادی :

حافظ عبدالرحمٰن ہندوستان کا نامور سیاح تھا ۔ اس نے سیاحت کے بعد جو سفرنامہ لکھا اس کا خلاصہ ۱۹۰۷ء میں چھپا ، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ کے اس حصے میں تھا جس کو مؤرخین رصافہ کہتے ہیں اور آجکل اس کو بغداد کہا جاتا ہے ۔ مدرسہ نظامیہ کی عمارت ملیامیٹ ہوچکی ہے ۔ اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ۔ اب وہاں پر ''حارۃالیہود'' کے نام سے ایک محلہ آباد ہے جس میں یہودیوں کے مکانات بنے ہیں ۔

مدرسہ مستنصریہ جو خلیفہ المستنصر باللہ کی یادگار تھا اور ساتویں صدی ہجری کے نامور مدارس میں سے تھا ، وہ بھی ملیامیٹ ہوچکا ہے ۔ خلفائے عباسیہ کی کسی عمارت کا نام و نشان اب نہیں ہے ۔ محض زبیدہ خاتون کا مقبرہ موجود ہے[1] ۔

یہ مقبرہ کرخ یعنی کہنہ بغداد میں موجود ہے ۔ یہ مقبرہ بھی سطح زمین کے برابر ہونے کو تھا کہ حضرت سلطان المعظم کے نسبتی بھائی کاظم پاشا نے زر کثیر خرچ کرکے اس کی مرمت کردی اور مقبرہ نیست و نابود ہونے سے بچ گیا[2] ۔

نظامیہ بغداد کے علمی تاثرات : نظامیہ بغداد کے اجراء و مقبولیت کی وجہ سے علماء میں ایک خاص مذہبی جوش پیدا ہوگیا تھا ۔ سلاطین و امراء میں نہ صرف تعلیم کے فروغ کا شوق پیدا ہوا

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ۔۔۔ علامہ شبلی نعمانی

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ۔۔۔ علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

بلکہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جوش بھی موجزن ہو گیا۔ عراق، مصر اور شام میں بہت سے مدرسے کھل گئے۔ نظامیہ بغداد کا سب سے اہم اثر یہ ہوا کہ چھٹی صدی ہجری ختم ہونے تک تمام دنیائے اسلام میں علم کی روشنی پھیل گئی۔ علماء جو مدرسوں، خانقاہوں اور حجروں میں درس دیا کرتے تھے اب عوام کی نگاہوں کے سامنے آ گئے اور ہر خاص و عام ان سے فیض یاب ہونے لگا۔

ایک غیر مسلم مورخ کے تأثرات :

جامعہ نظامیہ بغداد کے بارے میں مورخ گبن لکھتے ہیں کہ مختلف اوقات میں نظامیہ بغداد سے چھ سو طلباء ہر درجے سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے۔ ان میں امراء، اہلِ حرفہ اور غریبوں کے لڑکے بھی شامل ہوتے تھے۔ تحصیلِ علم کے بعد اجتہاد اور افتاء کی خدمت کے لیے یہ ہی تعلیم یافتہ لڑکے سب سے زیادہ مستحق قرار پاتے تھے۔ نظامیہ بغداد کے اعلیٰ تعلیم یافتگان کو دیوانی عدالتیں، سیاسی محکمے اور قضا کے عہدے سونپے جاتے تھے [1]۔ نظامیہ بغداد آٹھویں صدی ہجری کے وسط تک قائم رہا اور تین سو اسی برس کی مدت میں ایسے نامور اہل علم اس نے پیدا کیے جو نظامیہ کی ہمیشہ رہنے والی شہرت کا ثبوت بھی ہیں۔

نظامیہ بغداد کے تحت مدارس

نظامیہ بغداد کے افتتاح کے بعد دولتِ سلجوقیہ کے تمام

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، از علامہ شبلی نعمانی۔ ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی۔

Marfat.com

مقبوضہ ممالک میں مدرسے کھل گئے ۔ کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جس میں مدرسہ نہ ہو ۔ جو مدرسے خواجہ نظام الملک طوسی نے قائم کیے وہ سب نظامیہ کہلاتے تھے اور اپنے شہروں سے منسوب تھے ۔ نظامیہ بغداد اپنے عہد میں ایک اسلامی یونیورسٹی یعنی بیت العلوم تھی جس کے تحت متعدد مدارس اور کالج تھے ۔ خواجہ نظام الملک کے عہد وزارت میں اس کا سب سے نمایاں کارنامہ اسی نظامیہ بغداد کا قیام ہے ۔ رؤساء کے مدارس اس کے علاوہ تھے[1] ۔

نظامیۂ نیشاپور :

نیشاپور ، صوبۂ خراسان کا مشہور شہر ہے ۔ جغرافیے کی کتب میں وہ باب المشرق کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ یہ شہر ہمیشہ معدن علم و فضل رہا ہے ۔ یہ فقہ ، حدیث ، ادب اور تاریخ و لغت کا گھر تھا ۔ اس شہر کے علماء کا شمار ہی نہیں ہوسکتا ۔ چونکہ طغرل بیگ الپ ارسلان سلجوقی نے نیشاپور کو دارالسلطنت بنا دیا تھا اس لیے خراسان کا یہ سب سے آباد شہر تھا ۔ یہاں بڑے بڑے مدرسے جاری تھے لیکن سرکاری مدرسہ کوئی نہ تھا ۔ لہٰذا امام الحرمین کی واپسی پر خواجہ نظام الملک نے بطور خاص امام صاحب کے لیے ایک شان دار مدرسہ بنوایا ۔ امام الحرمین نے مسلسل تیس سال تک اس مدرسے میں درس دیا ۔ امام صاحب کے حلقۂ درس میں روزانہ تین سو افراد جمع ہوتے تھے ۔ اس اجتماع میں علماء و طلباء دونوں شامل ہوتے

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۔ الروضتین از ابو شامہ ۔ طبقات الشافعیہ از الکسائی ۔

Marfat.com

تھے ۔ یہاں ہر جمعہ کی نماز کے بعد وعظ ہوا کرتا تھا ۔ امام غزالی جیسے شہرۂ آفاق عالم بھی اس مدرسے کے طالب علم تھے اور یہی امر اس مدرسے کی علمی فضیلت کا ثبوت ہے[1] ۔

مدرسۂ نظامیہ نیشاپور کے شیوخ :

مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے مشہور شیوخ مندرجہ ذیل ہیں :

۱ ۔ عبدالملک بن محمد عبداللہ بن جیویہ جوینی المعروف امام الحرمین ابوالمعالی ، (متوفی ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۸۵ع) ۔

۲ ۔ عبدالواحد بن عبدالکریم بن موازن مدرس و واعظ (۴۹۴ھ مطابق ۱۰۱۱ع) ۔

۳ ۔ حجۃالاسلام ، امام غزالی طوسی نے دمشق کے سفر سے واپس آکر یہاں قیام کیا اور پھر طوس میں اپنا مدرسہ جاری کیا ۔

۴ ۔ مسعود بن احمد بن محمد المعاقر الخوانی متوفی ۵۵۶ھ مطابق ۱۱۶۱ع

۵ ۔ ابوالمعالی مسعود بن محمد بن مسعود المعروف قطب الدین نیشاپوری (متوفی ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ع) ۔

نظامیۂ اصفہان :

عراق اور عجم میں اصفہان بھی اول درجے کا شہر تھا ۔ اصفہان کے منجم اور طبیب مشہور ہیں ۔ دوسرے علماء بھی کثیر تعداد میں تھے ۔ یہ ملک شاہ سلجوقی کا دارالسلطنت تھا ۔

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔ تاریخ اسلام از سید امیر علی ۔ الروضتین از ابو شامہ ۔ طبقات الشافعیہ از سبکی ۔

Marfat.com

اس میں نہایت شان دار عمارتیں بنائی گئی تھیں ۔ مدرسے بھی بکثرت تھے ۔ خواجہ نظام‌الملک نے یہاں بھی مدرسہ بنایا مگر اس کا درجہ نیشاپور کے بعد تھا ۔ اس کے مشہور استاد مندرجہ ذیل تھے :

۱ ۔ محمد بن ثابت بن‌الحسن بن علی بن ابوبکر خجندی ۔ (متوفی ۴۸۳ھ مطابق ۱۰۹۰ع) ۔

۲ ۔ ابو سعید احمد بن محمد خجندی رئیس‌الشافعیہ (متوفی ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۶ع) ۔

۳ ۔ الحسن بن محمد بن الحسن بن احمد بن یحییٰ بن ماثاب الورکانی المعروف شیخ فخرالدین‌ابوالمعالی (متوفی ۵۵۹ھ مطابق ۱۱۶۴ع) امام محمد الغزالی بھی یہاں مدرس رہے) ۔

۴ ۔ شمس الاسلام کیا ہراسی کے انتقال پر نظام‌الدین احمد بن نظام الملک نے امام صاحب کو نظامیہ بغداد کے لیے طلب کیا ۔ مگر امام صاحب نے معذرت کی اور طوس سے باہر نہ گئے[1] ۔ ان مراسلات کی تفصیل امام صاحب کے خطوط کے مجموعے میں درج ہے ۔ (دیکھیے فضائل الامام من رسائل حجۃ الإسلام، صفحہ ۴۷ تا ۵۲)[2] ۔

---

۱ ۔ نظام‌الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ؛ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

۲ ۔ نظام‌الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ؛ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔

Marfat.com

نظامیہ مرو :

نیشاپور اور اصفہان کے بعد مرو کا درجہ ہے ۔ یہ شہر مرو یا شاہجہانی ، مرو شاہ جہاں کے نام سے مشہور تھا ۔ خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہد کی ابتدا میں یہ دارالسلطنت رہا ۔ پھر سلطان سنجر سلجوق نے اسے اپنا دارالسلطنت بنایا ۔ مرو بھی ہمیشہ علمی مرکز رہا ۔ نظامیہ مرو کے اساتذہ میں سعید بن محمد ابونصر ابوالفتح المتنبی مشہور ہے ۔

نظامیہ خوزستان :

خوزستان ایک مشہور صوبہ تھا ، جس کی حدود عراق ، عرب ، کردستان اور فارس سے جا ملتی تھیں ۔ انتر ، اہواز ، عسکر مکرم اس کے مشہور شہر ہیں ۔ اس صوبے میں چودہ شہر ہیں ، لیکن یہ معلوم نہیں کہ خواجہ نظام الملک کا مدرسہ کس شہر میں تھا ۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں نظامیہ خوزستان کی تفاصیل تحریر ہیں ۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے مدرسین میں یوسف دمشقی (متوفی ۵۶۳ھ مطابق ۱۱۶۷ع) اپنے وقت کے مشہور مدرس تھے ۔

نظامیہ موصل :

موصل اسلامی شہر ہے جو دجلہ کے کنارے آباد ہے ۔ اس کا قلعہ اور شہر کی فصیل بہت مشہور ہے ۔ جزیرہ کے شہروں میں یہ سب سے مشہور شہر ہے ۔ مدرسہ نظامیہ موصل کے مشہور شیوخ مندرجہ ذیل ہیں :

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

۱- احمد بن نصیر بن الحسین ابوالعباس الباوی معروف شمس الدمشقی - (متوفی ۵۹۸ھ مطابق ۱۲۰۱ع) -

۲- ابو حامد بن القاضی کمال الدین شہرزوری - (متوفی ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۹۰ع) -

۳- محمد بن ابی الفرج بن مقالی بن برکتہ - بن الحسین ابوالمعالی سعید (متوفی ۶۲۱ھ مطابق ۱۲۲۴ع) -

نظامیہ جزیرہ ابن عمر :

یہ جزیرہ شہر موصل سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا - سفرنامہ ابن بطوطہ میں لکھا ہے کہ یہ شہر بہت بڑا ہے - اس کے چاروں طرف ندی ہے اور شہر اس ندی کے گھیرے میں ہے - اس لیے یہ جزیرہ کے نام سے مشہور ہے - شہر کا ایک بہت بڑا حصہ ویران ہے - سب باشندے عالم و فاضل ہیں - یہ جزیرہ گمنام تھا لیکن خواجہ نظام الملک نے مدرسہ قائم کیا اور یہاں علم کو پھیلایا - ابوشامہ "الروضتین" میں لکھتے ہیں کہ یہ مدرسہ رضی کے نام سے مشہور تھا -[1]

نظامیہ آمل :

آمل ، مازندران کا شہر ہے - اس کے حالات طبرستان کے بارے میں تصنیف شدہ جغرافیے کی کتب میں تحریر ہیں -

---

۱ - نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - الروضتین — ابوشامہ - عجائب الاسفار — ابن بطوطہ - حالات جزیرۂ ابن عمر — المعجم -

Marfat.com

یہ مدرسہ ایک خاتون کی یادگار کے طور پر قائم کیا گیا تھا ۔ اس خاتون کا نام آملہ تھا اور نظامیہ آمل اسی کی یادگار ہے ۔ یہ شہر ہمیشہ سلاطین کی سیرگاہ رہا ہے ۔ اس کے آثار قدیمہ میں قلعہ کا ایک حصہ اب بھی باقی ہے جہاں پر قافلے ٹھہرتے ہیں ۔ نظامیہ آمل کے مشہور مدرس ہبۃ اللہ بن سعد بن طاہرالرویانی تھے (متوفی ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۵۲ء) ۔

نظامیہ بصرہ :

عراق و عرب میں بغداد کے بعد بصرہ کا درجہ ہے ۔ یہ خاص اسلامی شہر حضرت فاروق اعظم کے عہد میں آباد ہوا ۔ کسی زمانے میں یہ علم نحو کا گھر تھا اور بصرہ کے نحوی عالم اپنے فن کے مجتہد مانے جاتے تھے ۔ جب انحطاط کا زمانہ آیا تو ابن بطوطہ نے متحیر ہو کر لکھا : ''جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد کا امام غلط پڑھ رہا تھا ، گویا بصرہ میں کوئی نحوی باقی نہ رہا تھا ۔ عباسی عہد کے بعد بصرہ جہالت کے اندھیرے میں ڈوب گیا اور یہاں احیائے علم کی شدید ضرورت محسوس ہوئی ۔ چنانچہ علم کی اشاعت کا آغاز نظامیہ بغداد نے کیا اور خواجہ نظام الملک طوسی نے یہاں بھی ایک نظامیہ قائم کیا ۔ ''روضۃ الاصفیاء'' کی روایت ہے کہ نظامیہ بصرہ کی عمارت نظامیہ بغداد سے زیادہ وسیع تھی ۔ یہ مدرسہ حضرت زبیر بن العوام کے گھر کے متصل واقع تھا ۔ معتصم باللہ کے آخری زمانے میں یہ مدرسہ برباد ہوگیا اور اس کا تمام سامان بغداد میں منتقل ہوگیا ۔ فخرالاسلام شاشی کے داماد علامہ ابو اسحاق شیرازی کے شاگرد محمد بن قبان بن حامد الخطیب ابوالفضل یہاں عرصے تک مدرس رہے ہیں جنھوں نے ۵۰۳ھ مطابق ۱۱۰۹ء میں وفات پائی ۔

Marfat.com

نظامیۂ ہرات :

ہرات افغانستان کی شمالی سرحد پر واقع ہے۔ عہد سلجوقیہ میں صوبۂ خراسان کا یہ شہر بہت مشہور تھا ۔ خواجہ نظام الملک نے جب یہاں مدرسہ بنایا تو محمد بن علی بن حامد فقیہ کو غزنیں سے طلب کیا ۔ اس بات کا تمام شہر کو رنج تھا ۔ لیکن مجبوراً وزیر اعظم نظام الملک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں ہرات جانا پڑا اور وہیں ۴۹۵ھ مطابق ۱۱۰۰ع میں ان کا انتقال ہوا ۔

نظامیۂ بلخ :

بلخ صوبۂ خراسان کا ایک قدیم شہر ہے ۔ منوچہر بن ایرج بن فریدون نے اسے آباد کیا تھا ۔ ”آتش کدۂ نوبہار“ اسی جگہ تھا جس کے متولی برامکہ تھے ۔ یہ شہر عہد سلجوقیہ میں بہت آباد تھا ۔ سلطان سلجوقی کی تعمیر شدہ مسجد کے آثار ابھی تک موجود ہیں ۔ مدرسۂ نظامیۂ بلخ اپنے دور میں بہت مشہور ہوا اور صدیوں تک قائم رہا ۔ اس نظامیہ کے مدرس مندرجہ ذیل تھے :

۱ ۔ عبداللہ بن طاہر بن محمد بن شہفور اسفرائنی (متوفی ۴۸۸ھ مطابق ۱۰۹۵ع

۲ ۔ عبداللہ بن عمر بن محمد بن الحسین بن علی ابوالقاسم بن الظریف بلخی ۔

۳ ۔ عمر بن احمد الطالقانی ابی حفص (متوفی ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ع) ۔

نظامیہ طوس :

خراسان کی تاریخ بعنوان "تاریخ الاقالیم" کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ نظام الملک نے سب سے اول ایک مختصر سا مدرسہ طوس میں بنایا تھا اور اس کے بعد نظامیہ بغداد تعمیر کیا تھا۔ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ طوس خواجہ مذکور کا وطن بھی تھا اور جائے پیدائش بھی۔

تمام مؤرخ متفق ہیں کہ عراق، عرب، عجم، شام، بیت المقدس اور دیاربکر وغیرہ میں کوئی ایسا شہر نہ تھا جہاں خواجہ نظام الملک نے کوئی مدرسہ نہ بنایا ہو۔ لیکن مؤرخین نے کوئی مکمل فہرست ان شہروں اور مدارس کی پیش نہیں کی۔

نظامیہ بغداد کے شیوخ و علماء

مدرسہ نظامیہ بغداد کے شیوخ و علماء کا تذکرہ مولانا شبلی نعمانی نے اپنے مقالے "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنا یہ مقالہ عربی کی کتب طبقات الشافعیة الکبریٰ، کامل ابن اثیر، ابنِ خلکان اور تاریخ آلِ سلجوق سے مرتب کیا ہے۔ ان عربی کتب میں نظامیہ بغداد کے علماء کا ذکر ہے۔ واقعات کا زیادہ تر حصہ طبقات الشافعیة الکبریٰ سے ماخوذ ہے۔ ابنِ خلکان نے معمولی سا اضافہ کیا ہے۔

۱- شیوخ :

رسمِ افتتاح کے بعد پہلے پہل امام ابونصر عبدالسیدین محمد بن الواحد بن احمد بن جعفر المعروف بن الصباغ صاحب الشامل و الکامل مشہور فقیہ و محدث تھے۔ وہ مدرسے میں درس دیتے رہے لیکن ابو منصور

Marfat.com

بن یوسف اور عمید ابو سید کی خاص کوشش سے جب زمین کے شرعی ہونے کے بارے میں شک رفع ہوگیا[1] تو علامہ ابو اسحٰق نے مدرسے کی خدمت منظور کر لی اور پورے بیس دن کے بعد علامہ صاحب سربراہِ مدرسہ کے عہدے پر فائز ہوگئے اور ابونصر اپنی خدمت سے علیحدہ ہوگئے۔[2]

۲۔ شیخ جمال الدین ابو اسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی ذی الحجہ ۴۵۹ھ مطابق ۱۰۶۷ء کو مدرسہ میں تشریف لائے اور درس شروع کیا۔ وہ کافی عرصے تک علمی خدمت سرانجام دیتے رہے، لیکن پھر چلے گئے اور دوبارہ ۴۷۶ھ یعنی ۱۰۸۳ء میں مدرس مقرر ہوئے مگر اسی سال ان کا انتقال ہوگیا۔

۳۔ علامہ شیرازی کے انتقال کے بعد عبدالرحمن بن مامون بن علی بن ابراہیم المعروف ابو سعید متولی مقرر ہوئے مگر کچھ ہی دنوں بعد علیحدہ ہوگئے۔

۴۔ امام نصر بن صباغ دوبارہ مدرس مقرر ہوئے اور ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۸۵ء تک علمی خدمات میں مصروف رہے۔

۵۔ علی بن المظفر بن حمزہ بن زید بن محمد العلوی الحسینی المعروف ابوالقاسم بن ابی عقلی دبوسی ممتاز عالم تھے۔ وہ فقہ، لغت اور نحو وغیرہ میں امام مانے جاتے تھے۔ وہ ۴۷۹ھ سے ۴۸۳ھ تک (مطابق ۱۰۸۶ء سے ۱۰۸۹ء

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔
۲۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری۔

Marfat.com

تک) مدرس رہے اور درس و تدریس کے فرائض نہایت خوبی سے سرانجام دیتے رہے -

۶-۷ - امام ابو عبداللہ الحسین بن علی طبری اور قاضی ابو محمد عبدالوہاب بن محمد بن عبدالواحد فارسی شیرازی حسنِ اتفاق سے ۴۸۳ھ مطابق ۱۰۹۰ع میں مدرسے میں داخل ہوئے - منتظمین نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں اُستاد ایک ایک دن درس دیا کریں - چنانچہ یہ سلسلہ جاری ہوگیا - طبری نے ۴۸۵ھ مطابق ۱۰۹۲ع میں انتقال کیا -

۸ - امام محمد بن حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی طوسی نے ۴۸۴ھ سے ۴۸۸ھ تک (۱۰۹۱ع سے ۱۰۹۵ع تک) نظامیۂ بغداد میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین کی زیارت کے بہانے شام تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں جا کر معتکف ہوگئے -

۹ - ابو الفتوح امام احمد بن محمد بن احمد غزالی طوسی ، امام کے چھو محمد غزالی کے بھائی تھے - ان کا لقب مجدالدین تھا - یہ صوفی اور واعظ تھے - انھوں نے ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ع میں انتقال فرمایا -

۱۰ - شمس الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن علی جن کا لقب عماد الدین تھا ، ایک ممتاز عالم تھے - وہ مشہور و معروف فقیہ تھے اور غزالیِ ثانی کہلاتے تھے (متوفی ۵۰۴ھ مطابق ۱۱۱۰ع) -

۱۱ - فخرالاسلام ابوبکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر شاشی المعروف المشطہری متوفی ۵۰۷ھ مطابق ۱۱۱۳ع -

Marfat.com

۱۲ ۔ ابوالحسن علی بن ابی زید محمد بن علی النحوی المعروف به فصیحی استرآبادی ۔ متوفی ۵۱۶ھ مطابق ۱۱۲۲ع ۔

۱۳ ۔ ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل بن برہان الاصولی بڑے انتھک مدرس تھے ۔ صبح کی نماز سے لے کر عشاء تک درس دیتے رہتے تھے ۔ ان کو غزالی ، شاشی اور کیاہراسی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا ۔ (متوفی ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۶ع) ۔

۱۴ ۔ امام ابوالفتح سعد بن ابونصر میمنی دو مرتبہ مدرس مقرر ہوئے ۔ پہلے ۵۰۷ھ تا ۵۱۳ھ (۱۱۱۳ع تا ۱۱۱۹ع) اور دوبارہ ۵۱۷ھ تا ۵۲۳ھ (۱۱۲۳ع تا ۱۱۲۹ع) ۔

۱۵ ۔ الحسن بن سلمان بن عبداللہ نہروانی (متوفی ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ع)[1] ۔

۱۶ ۔ عبدالرحمان بن الحسین بن محمد طبری المعروف به ابو محمد (متوفی ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۶ع) ۔

۱۷ ۔ شیخ ابومنصور سعید محمد بن عمر المعروف بالزراز (متوفی ۵۳۹ھ مطابق ۱۱۴۴ع) ۔

۱۸ ۔ عبدالرزاق بن عبداللہ بن علی بن اسحٰق طوسی ۔ یہ نظام الملک کا بھتیجا تھا ۔ عرصے تک نظامیہ بغداد میں مدرس رہا ۔ پھر سلطان سنجر سلجوقی کا وزیر ہوگیا (متوفی ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۶ع) ۔

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔

Marfat.com

۱۹ - محمد بن عبداللطیف بن محمد بن ثابت بن الحسن بن علی ابوبکر (متوفی ۵۵۲ھ مطابق ۱۱۵۷ع) -

۲۰ - شیخ ابو النجیب سہروردی - ایک عالم ، صوفی ، زاہد اور فقیہہ تھے - (متوفی ۵۶۳ھ مطابق ۱۱۶۷ع) -

۲۱ - ابوطالب المبارک بن المبارک کرخی اعلیٰ درجے کے خوش نویس تھے (متوفی ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ع) -

۲۲ - ابوالقاسم محمود بن المبارک بن علی بن المبارک بن الحسن عراق (۵۹۲ھ مطابق ۱۱۹۵ع) -

۲۳ - مجدالدین یحییٰ بن الربیع بن سلیمان بن حراز بن سلیمان العدوی العمری (۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ع) -

۲۴ - قاضی ابو زکریا بن القاسم بن الفرج قاضی تکریت (متوفی ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۰۹ع) -

۲۵ - محمد بن واثق بن علی بن الفضل تن بہبۃاللہ بغدادی (متوفی ۶۳۱ھ مطابق ۱۲۳۳ع) -

۲۶ - عبداللہ بن ابی انور محمد بن الحسن (متوفی ۶۵۲ھ مطابق ۱۲۵۴ع) -

مُعید :

۱ - الحسن بن علی بن محمد - درسی کے زمانے میں معیمی کے معید تھے -

۲ - عبداللہ بن یوسف بن عبدالقادر آذربائجانی -

۳ - احمد بن یحییٰ بن عبدالباقی بن عبدالواحد بن محمد بن عبداللہ بن

Marfat.com

عبیداللہ بن عبدالرحمان ۔ ابوالفضل زبیری بغدادی المعروف ایک عالم ، صوفی اور واعظ تھے ۔ وہ معید کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے (متوفی ۵٦۱ مطابق ۱۱٦۵ع) ۔

۴ ۔ السدید محمد بن ہبۃاللہ بن عبداللہ السلامی فقیہہ تھے ۔ (متوفی ۵۷۴ھ مطابق ۱۱۷۸ع) ۔

۵ ۔ علی بن ابی المکارم بن قیتان ابوالقاسم دمشقی (متوفی ۵۷۹ھ مطابق ۱۱۸۳ع ۔

٦ ۔ احمد بن عمر بن الحسن کروی ابوالعباس المعروف بالوخیہ (متوفی ۵۸۱ھ مطابق ۱۱۸۵ع) ۔

۷ ۔ منصور بن الحسن بن منصور امام ابوالمکارم زنجانی (متوفی ۵۹۷ھ مطابق ۱۲۰۰ع) ۔

۸ ۔ ابوالحسن علی بن علی بن سعادت فقیہہ (متوفی ۵۹۸ھ مطابق ۱۲۰۱ع) ۔

۹ ۔ ابو حامد محمد بن یونس بن محمد منعقہ بن مالک بن محمد المقلب عمادالدین فقیہہ (متوفی ٦۰۸ھ مطابق ۱۲۱۱ع) ۔

مفتی :

۱ ۔ شیخ رضی‌الدین ابو داؤد سلیمان بن المظفر شافعی[1] ۔

واعظ :

۱ ۔ احمد بن محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم ابو بکر الفورکی ۔ یہ عالم ، امام ابوبکر کے نواسے تھے ۔ نیشاپور سے آ کر بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی ۔ وعظ کی خدمت کے علاوہ اشعری

۱ ۔ نظام‌الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔

Marfat.com

علم کلام کا درس بھی دیا کرتے تھے (متوفی ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۸۵ء) -

۲ - امام ابونصر بن آستاد ابوالقاسم قشیری کا وعظ بھی اعلیٰ علمی معیار کا ہوتا تھا (متوفی ۴۶۹ھ بمطابق ۱۰۷۶ء) - آپ نے بھی مد سے میں وعظ کیا - چونکہ امام صاحب اشعری تھے اس لیے حنابلہ سے جنگ ہوگئی اور "سوق نظامیہ" میں بڑی خونریزی ہوئی - علامہ ابواسحاق شیرازی بھی اس جنگ و جدل میں ایک فریق تھے -

۳ - اردشیر بن منصور ابوالحسین واعظ عبادی مروزی بڑے فصیح البیان واعظ تھے - علامہ غزالی بھی اس عالم کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے - تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی ان کے ایک وعظ کا بیان ہے[1] -

۴ - ابو منصور محمد بن سعد بن عبداللہ البیرونی ایک ممتاز عالم اور فقیہہ تھے (متوفی ۵۶۷ھ بمطابق ۱۱۷۱ء) -

۵ - احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن العباس قزوینی طالقانی بڑے اعلیٰ پائے کے واعظ تھے - وہ منبر پر بیٹھ کر سامعین سے وعظ کا عنوان پوچھا کرتے اور سامعین کی خواہش کے مطابق عنوان منتخب کرکے اسی عنوان پر فی البدیہہ وعظ فرماتے تھے - ان کا حافظہ غضب کا تھا اور علم وسیع اور ٹھوس تھا -

وعظ کی تفاصیل : اس دور میں یہ عام دستور تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہر جامع مسجد کی طرح مدرسہ' نظامیہ بغداد میں بھی

---

۱ - نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری - تاریخ کامل از ابن اثیر -

Marfat.com

وعظ ہوا کرتا تھا ۔ ابن جبیر نے حالات بغداد میں شیخ جمال الدین ابی الفضل بن علی الجوزی ، شیخ رضی الدین قزوینی امام شافعیہ اور مدرس نظامیہ بغداد کے وعظ کا مفصل حال لکھا ہے ۔

مشہور سیاح ابن جبیر نے شیخ رضی الدین قزوینی کی مجلس وعظ کا حال ''حالات بغداد'' میں لکھا ہے[1] ۔ اس دور میں اس علاقے میں شیخ رضی الدین قزوینی ایک مشہور اور ممتاز عالم دین تھے ۔ جمعہ کے روز صفر کی پانچویں تاریخ (۵۸۰ھ مطابق ۱۱۸۴ء) کو مدرسہ نظامیہ میں وعظ کی مجلس منعقد ہوئی ۔ واعظ منبر پر بیٹھ گیا اور منبر کے سامنے کی کرسیوں پر قاریوں نے بیٹھ کر خوش الحانی سے قرأت پیش کی ۔ شیخ قزوینی نے ایک وقار کے ساتھ خطبہ پڑھا اور حدیث و تفسیر پر گفتگو شروع کی ۔ علمی مسائل پر سوالات پیش ہوئے تو شیخ قزوینی نے معقول جوابات دے کر علمی تجسس کی تسکین فرمائی ۔ سامعین نے تحریری سوالات پیش کیے تو ہر ایک کا تحریری جواب لکھ کر دیا ۔ مجلس پر رقت تاری ہوئی اور آنسو بہنے لگے تو پیشانی کے بال تراشے گئے (یہ آداب مجالس وعظ میں لازمی تھے) ۔

ناظر وقف :

۱ ۔ خواجہ ابو نصر احمد بن نظام الملک ۔

۲ ۔ الحسن من سعد بن الحسن الخوبجی (نائب ابونصر) ۔

۳ ۔ محمد بن عبداللطیف بن محمد بن عبداللطیف الجنہدی ۔

۴ ۔ محمد بن علی ابو نصر احمد بن نظام الملک[2] ۔

---

۱ ۔ سفرنامہ ابن جبیر ، صفحہ ۱۹۵ ۔ نظام الملک طوسی ، از عبدالرزاق کانپوری ۔

۲ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

۵ ۔ عبدالودود بن محمد بن المبارک بن علی سعید (متوفی ۶۱۸ھ مطابق ۱۲۲۳ع)۔

۶ ۔ عبدالرحیم بن محمد بن یٰسین (متوفی ۱۲۲۱ع)۔

۷ ۔ ابوالرساسیط ابوالقاسم بن فضلانی معید (متوفی ۶۳۰ھ مطابق ۱۲۳۲ع)۔

متولی :

۱ ۔ ابو سعد عبدالرحمٰن اصول فقہ کے زبردست عالم تھے ۔ شیخ ابو اسحٰق کی وفات کے بعد مدرس مقرر ہوئے ۔ ۴۷۶ھ میں معزول ہوگئے کیونکہ نظام‌الملک ابوسعد سے ناراض تھا ۔ وہ ابو صباغ کے بعد پھر مقرر ہوئے اور اخیر عمر تک رہے ۔ ابوسعد سے فقہا بھی خوش نہ تھے (متوفی ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۸۵ع)۔

معقین نظامیہ بغداد :

۱ ۔ ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ بن عثمان بن محمد الکامی ۔ (متوفی ۶۲۲ھ مطابق ۱۲۲۵ع)۔

۲ ۔ یاقوت مہذب الدین عالم اور مشہور شاعر تھے ۔ (متوفی ۶۲۲ھ مطابق ۱۲۲۵ع)۔

۳ ۔ علامہ خطیب تبریزی ، شرح حماسہ ، متنبی اور معلقات وغیرہ کے مصنف تھے۔ چونکہ نامور ادیب تھے اس لیے علم ادب کا درس دیا کرتے تھے (متوفی ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ع)۔

۴ ۔ قاضی بہاءالدین بن شداد ، چار سال تک معید رہے ۔ پھر سلطان صلاح‌الدین کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں قاضی عسکر مقرر

Marfat.com

ہوگئے ۔ قاضی صاحب نے سلطان کی سوانح عمری بھی لکھی ۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ گیا ہے[1] ۔

نظامیہ بغداد کا انجام :

نظامیہ بغداد ایک شان دار مدرسہ تھا جو اپنے حسن انتظام میں اپنی مثال آپ تھا ۔ شاندار علمی خدمات پیش کیں جن کو کہ دوام ہے ۔ مسٹر لی سٹرینج اپنی کتاب ''خلافت بغداد'' میں لکھتے ہیں کہ نظامیہ بغداد باب الارج اور ساحل دجلہ کے درمیان واقع تھا جو شہر پناہ باب الصبلہ سے قریب تھا ۔ یہ اس سڑک پر تعمیر ہوا تھا جو باب الصیاہ سے ہوتی ہوئی باب المراتب تک شاہی محلات کے کنارے کنارے چلی گئی تھی ۔ سوق نظامیہ ان اطراف میں ایک بہت بڑی گزرگاہ تھی ۔ "شارج" ایک مشہور محلہ تھا جو اسی گزرگاہ سے ملحق تھا ۔ چنانچہ لی سٹرینج کی تحقیق درست ثابت ہوتی ہے اور اسلامی جغرافیہ دانوں اور جغرافیہ نگاروں کے بالکل مطابق ہے ۔ نظامیہ بغداد فی الحقیقت دجلہ کے کنارے پر واقع تھا[2]

پروفیسر نپولین بغداد کے بارے میں اپنی ایک مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ بغداد شہر کے مشرقی حصے میں دریائے دجلہ کے کنارے پر واقع تھا ۔ شاہی محلات اور بازار سب نظامیہ سے ملحق تھے ۔ خواجہ نظام الملک نے خود بڑا بازار بنوایا تھا جس کی وجہ سے نظامیہ کی شان و شوکت بڑھ گئی تھی ۔ مگر زمانے کے حوادث نے اس عظیم الشان بیت العلوم کو صفحۂ ہستی سے معدوم کردیا ۔ پروفیسر نپولین کی تحقیق کے مطابق اب وہاں کسٹم ہاؤس ہے ۔

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔

Marfat.com

اسلامی دنیا میں مدارس کی لہر:

سلجوقیوں میں علم کا ذوق بے حد تھا - انھوں نے بغداد کو ۲۵ محرم ۴۴۷ھ کو فتح کیا - سلجوق چونکہ شیعہ عقاید کے خلاف تھے لہذا یہ فتح شیعہ عقائد کے خلاف جدوجہد ثابت ہوئی - اب بغداد میں سلجوقیوں نے سنی عقائد کو فروغ دینے کا مصمم ارادہ کیا - عوام کے لیے مذہبی تعلیم لازمی تھی اور کالج و مدارس بہترین ادارے تھے جو کہ سنی عقائد کو پھیلانے کے لیے کارآمد ہو سکتے تھے - سلجوقیوں کے برسر اقتدار آتے ہی ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نظام الملک طوسی نے بیش قیمت خدمات انجام دیں -[۱]

نظام الملک کے مدارس پر طائرانہ نظر:

ابو شامہ "الروضتین" میں لکھتے ہیں کہ نظام الملک طوسی کے قائم کردہ مدارس تمام اسلامی دنیا میں مشہور تھے - کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں ایک آدھ مدرسہ نہ ہو - یہاں تک کہ جزیرۂ ابن عمر میں بھی ایک مدرسہ تھا جو اسلامی دنیا کے ایک دور دراز گوشے میں واقع تھا اور اس کی آبادی بھی مختصر سی تھی - عمادالدین اصفہانی لکھتے ہیں کہ "نظام الملک کو جہاں کہیں بھی کوئی عالم مل جاتا وہ فوراً ایک مدرسہ قائم کردیتے تاکہ وہ عالم اس مدرسے میں عوام کو درس و تدریس کے ذریعے علم سے روشناس کرائے - پھر اس مدرسے کے لیے جائداد وقف کردی جاتی اور

۱- نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیۃ از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری - الروضتین، جلد اول، صفحہ ۲۵ از ابو شامہ -

Marfat.com

کتابیں بھی مہیا کی جاتیں[1] - اسی قسم کی متعدد بیانات مستند کتابوں سے ملتے ہیں - السبکی نے ان شہروں کے نام بھی گنوائے ہیں جہاں نظام الملک نے اعلیٰ معیار کا کم از کم ایک کالج قائم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے معقول جائداد بھی وقف کر دی تھی - ان شہروں کے نام یوں ہیں : بغداد ، بلخ ، نیشاپور ، ہرات ، اصفہان ، بصرہ ، مرو ، آمل اور موصل - نظام الملک نے عراق اور خراسان کے ہر شہر میں بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا[1] -

---

۱ - تاریخ السلجوق ، صفحہ ۹۰ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری -

Marfat.com

خاندان نوریہ کی علمی خدمات

چھٹی صدی ہجری میں علمی فروغ :

چھٹی صدی ہجری میں ممالک اسلامیہ کا کوئی حصہ تعلیمی مراکز سے خالی نہ رہا ۔ اس صدی میں عرب اور مصر میں جابجا سکول اور کالج کھل گئے ۔ چھٹی صدی ہجری میں خاندان نوریہ اور خاندان صلاحیہ اسلامی عظمت و شوکت کا نشان تھے ۔ یہ درسگاہیں علمی فروغ کے لیے مشہور تھے ۔ ان دونوں خاندانوں نے مصر اور شام میں علم کی زبردست اشاعت کی[1] ۔

نورالدین محمود زنگی (متوفی ۵۶۹ھ) :

نورالدین محمود زنگی دولتِ نوریہ کا بانی اور مصر و شام کا فرمانروا تھا ۔ یہ شوال ۵۵۴ھ کو تخت نشین ہوا ۔ اس نے نظام الملک کی علمی مسائل کو آگے بڑھانے میں مدد کی ۔ اس کا موقف تھا کہ علما ہی مذہب کو جانتے ہیں ۔ علما ہی ہیں جو مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں اور حسنِ انتظام کے اہل ہیں ۔ اس کے دور حکومت میں مدارس کا قیام لگاتار جاری رہا ۔ نظام الملک کی پیروی کرنے والوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہستی نورالدین کی ہے ۔ نورالدین ۵۵۴ھ میں تخت نشین ہوا اور مدارس کے قیام کا سلسلہ اس کی وفات تک (۵۶۹ھ) جاری رہا ۔ اس نے سب سے پہلے دمشق میں مدارس قائم کیے ۔

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

نورالدین کے قائم کردہ مدارس :

نورالدین نے تخت نشین ہوتے ہی حلب ، حماۃ ، حمص ، بعلبک اور رحبہ وغیرہ میں بڑے بڑے مدرسے قائم کیے - دمشق اس کا پایہ تخت تھا جہاں اس نے ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا جو مدت تک بے نظیر خیال کیا جاتا رہا - یہ نورالدین ہی تھا جس کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ اس نے پہلا دارالحدیث قائم کیا - اس سے پہلے علم حدیث کے درس کے لیے کوئی مدرسہ تعمیر نہ ہوا تھا[1] - دمشق میں اٹھارہ دارالحدیث تھے لیکن ان سب میں ممتاز ترین یہی تھا - یہ مدرسہ آج بھی جامع مسجد کی شکل میں قائم ہے - مسجد کے صحن میں نورالدین زنگی کی قبر ہے جس کی زیارت کے لیے لوگ دور دراز سے آتے ہیں - ابن عساکر اس مدرسے کے شیخ الحدیث تھے -

دوسرا بڑا مدرسہ عادلیہ تھا جو دمشق کے شافعیہ میں امتیازی مقام کا حامل تھا - وقتاً فوقتاً اس کے مدرسین میں ابن خلکان ، جلال الدین القزوینی اور ابن مالک النحوی شامل تھے - ابن خلکان نے اپنی مشہور تاریخ وفیات الاعیان اسی مدرسے میں لکھی تھی - نویں صدی ہجری کے اوائل میں ابن خلدون نے بھی اس مدرسے میں قیام کیا تھا - آج کل اس میں دمشق کا مجمع اللغۃ قائم ہے -[2]

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شبلی ، مترجم محمد حسین خان زبیری - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، 18/2 کراسہ ۳ ، ص ۱۶۵ - الخطط الشام ۶ : ۷۲ ، دمشق ۱۹۲۸ -

۲ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد 18/2 - کراسہ ۳ ، ص ۱۶۴ - ترجمہ نورالدین ابن خلکان از ابن خلکان - حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شبلی ، مترجم محمد حسین خان زبیری -

Marfat.com

ابن جبیر نے ۵۷۸ھ میں جب دمشق کی سیر کی تو خاص شہر میں بیس کالج قائم تھے۔ عام حکم تھا کہ جو شخص بھی کوئی مدرسہ قائم کرے گا اس کے تمام مصارف خزانۂ شاہی سے ادا ہوں گے۔ مغربی طلباء کے لیے خصوصاً سات باغ اور کچھ زمین وقف تھی جس کی سالانہ آمدنی پانچ سو اشرفیاں تھیں۔ جو طلبا ختم قرآن کے اہل نہ تھے ان کو صرف سورۂ کوثر سے آگے پڑھایا جاتا تھا۔ ایسے لڑکوں کا وظیفہ خزانۂ شاہی سے مقرر تھا[1]۔ نورالدین نے اپنی ذاتی ملکیت سے مدارس و مکاتب کے لیے جو جاگیریں وقف کی تھیں اور جو اس کی وفات کے بعد بھی سیکڑوں برس تک قائم رہیں، ان کی آمدنی نو ہزار اشرفیاں تھی[2]۔

مدرسۂ الظاہریہ :

الملک الظاہر بیبرس نے بھی ایک دارالحدیث اپنے نام پر بنوایا تھا۔ مدرسے کی ایک جانب اس کی اور اس کے بیٹے الملک السعید کی قبریں اب بھی موجود ہیں۔ اب اس مدرسے کی عمارت میں مجمع اللغتہ (مجمع اللغوی العربی) قائم ہے[3]۔

ان مدارس کے علاوہ احناف، حنابلہ، مالکہ اور شوافع کے بہت سے مدارس حلب، حماۃ، طرابلس الشام میں قائم تھے اور

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری۔ سفرنامۂ ابن جبیر، ذکر دمشق از ابن جبیر۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

۳۔ سفرنامۂ ابن جبیر، ذکر دمشق، از ابن جبیر۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد 18/2، کراسہ ۳ صفحہ ۱۶۶۔ خطط الشام ۶ : (۴۲—۱۰۰) دمشق، ۱۹۲۸ء از محمد کرد علی۔

Marfat.com

حنفی ، حنبلی ، مالکی اور شافعی علما اپنے درس سے مستفید کرتے تھے۔ اس طرح نورالدین نے مختلف شہروں میں مدارس قائم کیے ۔ مستند ماخذ اُن کے انتظام کی درست تصویر کھینچتے ہیں۔

دمشق کے مدارس[1] :

مدرسہ	ماخذ	صفحہ
۱ ۔ دارالحدیث النوریہ	النعیمی	۹۹
۲ ۔ الصلاحیہ	النعیمی	۳۳۱
۳ ۔ العمادیہ	النعیمی	۴۰۷
۴ ۔ الکلاسیہ	النعیمی	۶۹۵
۵ ۔ النوریۃ الکبریٰ	النعیمی	۴۴۷
۶ ۔ النوریۃ الصغریٰ	النعیمی	۶۴۸

حلب کے مدارس :

۱ ۔ العلویہ	اعلام السلام	جلد ۲ ص ۱۷
۲ ۔ العصرونیہ	اعلام السلام	جلد ۲ ص ۵۷
۳ ۔ النوریہ	اعلام السلام الدر	جلد ۲ ص ۷۶ — ۱۱۱
۴ ۔ الشفیہ	اعلام السلام	جلد ۲ ص ۷۶

اس کے علاوہ ایک مدرسہ حماہ میں اور ایک حمص میں جاری کیا ۔ (مفرج الکروب صفحہ ۱۰۵ غیر مطبوعہ) ایک مدرسہ بعلبک میں قائم کیا ۔ اس کا ماخذ النعیمی (جلد اول صفحہ ۱۰۴) ہے ۔

ڈاکٹر احمد شبلی اپنی کتاب "تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ" (مترجم محمد حسین خان زبیری ، صفحہ ۱۵۹) میں فرماتے ہیں کہ

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شبلی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ، زبیری ۔

Marfat.com

انھوں نے مدرسہ النوریہ الکبریٰ ۱۹۵۰ء میں دمشق میں خود دیکھا۔ وہ اُس کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہے[1]:

مدرسۂ النوریۃ الکبریٰ:

ابنِ جُبیر نے چھٹی صدی میں اس درس گاہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ یہ دنیا کے بہترین کالجوں میں سے ہے[2]۔ ڈاکٹر احمد شلبی فرماتے ہیں کہ اس درس گاہ کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ اپنے عروج کے زمانے میں ایک عظیم الشان عمارت ہوگی۔ پہلی ہی نظر میں ایک بہت ہی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہے۔ ایک اقامتی سکول میں جتنی سہولتیں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ ابو شامہ (۶۶۵ھ) اور ابن شداد (۶۳۲ھ) کے بیانات کے مطابق نورالدین نے یہ مدرسہ ۵۶۳ھ میں قائم کیا۔ النعیمی (۹۲۷ء) نے بہت سی معلومات ابن شداد سے حاصل کی ہیں، لیکن اسے اول الذکر سے اختلاف ہے۔ وہ اس مدرسے کے بانی کا نام اسماعیل بن نورالدین بتاتے ہیں۔ اپنے موقف کی تائید میں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نورالدین کی نعش اس مدرسے کے احاطے میں ابتداء ہی سے دفن نہ تھی بلکہ اسماعیل کے عہد میں یہاں دفن کی گئی۔ لیکن یہ ناکافی دلیل ہے کیوں کہ اس دور کا یہ دستور تھا کہ مدارس میں مقبرے بعد میں تعمیر کیے جاتے تھے۔ چنانچہ النوریہ میں اس کے بانی کی

۱۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری، صفحہ ۱۵۔

۲۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین زبیری۔ الرحلۃ از ابن جبیر۔ الروضتین از ابوشامہ۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، الکسائی۔

Marfat.com

قبر اس کی وفات کے وقت موجود نہیں تھی ۔ اس کے علاوہ النوریہ کے داخلی دروازے پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس پر نورالدین کا نام کندہ ہے جس میں اس کو اس مدرسے کا بانی لکھا گیا ہے ۔ اس پر ۵۶۷ھ کی تاریخ کندہ ہے ۔ یعنی نورالدین کی وفات سے دو سال قبل یہ مدرسہ قائم ہوا ۔

یہ مدرسہ "الخیاطین" میں بنایا گیا تھا ۔ یہ مسجد نبوی سے کوئی نصف میل کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے ۔ اس کا رقبہ تقریباً پندرہ سو مربع میٹر تھا ۔ جس میں سے ڈیڑھ سو مربع میٹر رقبے پر مغربی طرف کے رہنے والے پڑوسیوں نے قبضہ کرلیا ہے ۔ باقی رقبے میں وسطی صحن کی وسعت ۲۰ × ۳۰ میٹر ہے اور اس کے عین وسط میں ایک حوض ہے ۔ ایک چھوٹی سی نالی تعمیر کی گئی ہے جو حوض کو دریائے فرات سے ملا دیتی ہے ۔ دریا مدرسہ کے مغرب کی جانب بہتا ہے ۔ نالی اب بھی موجود ہے ۔ یہ نالی پل کے ذریعے آتی ہے جس کا تعلق ایک چشمے سے ہے جو پشت کی دیوار سے ملحق ہے ۔ صحن میں درخت لگے ہوئے ہیں ۔

مدرسے کا داخلی دروازہ بہت شاندار ہے جو ایک محراب کی شکل کا ہے ۔ یہ باہر کا دروازہ بھی ہے ۔ ایک چورستہ صحن تک جاتا ہے ۔ آدھے راستے پر ایک دروازہ اور ہے[1] ۔ باہر کے دروازے پر وقف کا کتبہ نصب ہے ۔ داخلی دروازے کے دائیں جانب شیخ محمد دقیق العید (متوفی ۷۰۲ھ مطابق ۱۳۰۳ع) کا مقبرہ ہے جس کا دروازہ سڑک پر کھلتا ہے ۔ دروازے کے بائیں جانب مدرسے کے بانی

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ الروضتین از ابو شامہ ۔

Marfat.com

نورالدین زنگی کا مقبرہ ہے ۔ اس مقبرے پر ایک شاندار گنبد ہے جو نوری ہسپتال کے گنبد کی مانند ہے ۔ دمشق کی کسی اور عمارت کا گنبد ایسا نہیں ہے ۔ داخلی ہال کے دائیں جانب ایک زینہ ہے جو مدرس کے مکان کو جاتا ہے ۔ اس مکان میں استاد شیخ صالح العقاد رہتے تھے ۔ اسی زینے میں سے سیڑھیاں مینار کے باہر کی جانب جاتی ہیں جس کی اونچائی چھ میٹر ہے اور یہی زینہ مدرسے کی چھت تک چلا گیا ہے[1] ۔

قرونِ وسطیٰ کے ایک مسلم مدرسے میں ایوان کو بڑی اہمیت حاصل تھی ۔ اس دور میں اسے وہی درجہ حاصل تھا جو آج کل لیکچر روم کو حاصل ہے ۔ اس میں حلقۂ درس ہوا کرتا تھا ۔ النوریہ کے ایوان کی کرسی ایک میٹر بلند تھی ۔ اس پر جانے کے لیے دو سیڑھیاں ہیں جو دونوں سروں پر ہیں ۔ حوض کے بیچوں بیچ ایک محراب ہے جس کا حال ہی میں اضافہ کیا گیا ہے[2] ۔

قرونِ وسطیٰ کے اسلامی مدارس میں ایوان کے ساتھ ہی مسجد بھی بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے ۔ مدرسے کی مسجد صرف طلباء کے لیے ہی مخصوص نہ تھی بلکہ عوام کے لیے بھی کھلی رہتی تھی ۔ مسجد ایوان سے اس قدر دور تعمیر کی جاتی تھی کہ اگر ایوان میں درس ہو رہا ہو تو نماز میں خلل نہ پڑے ۔ مسجد میں ایک پرانی محراب ہے جس کا رخ صحن کی طرف ہے ۔ اس کی تعمیر میں دروازوں کے تین محرابی دروازے ہیں ۔ ان میں درمیانی دروازہ سب سے بڑا ہے[3] ۔

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

۲ ، ۳ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔ حسن المحاضرہ از جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

مسجد سے مشرق کی جانب اساتذہ کے آرام کرنے کے لیے دو چھوٹے کمرے بنائے گئے ہیں جو اب بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں ۔

ہر اقامت گاہ میں اوپر تلے دو کمرے ہیں اور اندر بھی زینہ ہے ۔ ان اقامت گاہوں میں اب بھی طلباء ہی رہتے ہیں جو دمشق کی مختلف درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔

نگران کے مکان میں رہائش کے کمرے الگ ہیں اور دفاتر کے لیے الگ کمرے ہیں ۔ ڈاکٹر احمد شلبی نے اس کو خود دیکھا ہے[۱] ۔

حاجی محمود جوہر نگران کی قیام‌گاہ میں رہتے تھے ۔ ڈاکٹر احمد شلبی خود ان سے ملے ۔ ان کے بیان کے مطابق کوئی پچاس برس ہوئے عیسائیوں نے اس زمین پر قبضہ کرلیا تھا ۔ ابتداءً اس جگہ مطبخ اور کھانے کا کمرہ ہی تھا[۲] ۔

حاجی محمود جوہر کے بیان کے مطابق ایک صدی قبل صدر مدرس اور پڑوسیوں میں اس اراضی کے متعلق جھگڑا ہوا ۔ صدر مدرس کو ناکامی ہوئی ۔ انھوں نے مسجد کے محرابی دروازے کو باقی رہنے دیا تاکہ آنے والی نسلیں اس اراضی کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔

اس مدرسے میں فقہ حنفی کی تعلیم ہوتی تھی ۔ ممتاز حنفی علماء اس میں تدریس کے لیے منتخب ہوتے تھے جن میں سے چند کے نام ڈاکٹر احمد شلبی نے لکھے ہیں ۔[۳]

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

۲ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ الروضتین از ابو شامہ ۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد سوم

Marfat.com

۱- بہاءالدین بن العقادہ (متوفی ۵۹۶ھ) -

۲- برہان الدین موصوف (متوفی ۵۹۹ھ) -

۳- الشرف داؤد (متوفی ۶۳۹ھ) -

۴- جمال الدین الحصری (متوفی ۶۳۶ھ) -

صدرالدین ابراہیم نے الحصری کے بیٹوں کی بجائے اس وقت تک درس دیا جب تک کہ اس کا سب سے بڑا بیٹا اس قابل نہ ہوگیا کہ وہ مسند درس پر بیٹھے -

۵- صدرالدین ابراہیم (متوفی ۶۵۵ھ) -

۶- نظام الدین العصری بن جمال الدین العصری (متوفی ۶۵۵ھ) -

۷- صدرالدین بصروی (متوفی ۷۲۷ھ) -

۸- عمادالدین طرسوسی (متوفی ۷۴۸ھ) -

مدرسہ کے اوقاف[1] کی تفصیل مدرسے کے گنبد پر درج ہے اور آسانی سے پڑھی جا سکتی ہے - گنبد پر یہ عبارت کندہ ہے :

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ یہ بابرکت مدرسہ زاہد ، عابد اور منصف مزاج بادشاہ نورالدین ابوالقاسم محمود زنگی بن اقسنقار کے حکم سے جاری کیا گیا ہے - خدا اسے دگنی خیر دے - اس نے یہ مدرسہ سراج القوم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلدین کے لیے مخصوص کردیا ہے - بانیٔ مدرسہ اس مدرسے کے لیے اور اس کے اساتذہ و طلباء کے لیے یہ جائداد وقف کرتا ہے -

---

۱ - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری - الروضتین از ابوشامہ - حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی -

Marfat.com

گندم منڈی کا نیا حمام ، سلامہ دروازے کے باہر دو نئے حمام واقع الوراقہ ، ان دونوں حماموں سے ملحق مکان ، الوراقہ واقع عونیت الحماء ، باغ الوزیر ، الجوزہ کے باغ واقع الازرہ کا تین چوتھائی حصہ ، جاسیہ دروازہ کے باہر گیارہ دکانیں ، ان دکانوں سے ملحق اراضی مشرق کی جانب سے اور نو کھیت واقع داریا ۔

یہ وقف اُن شرائط کے مطابق ہے جو وقف نامہ میں درج کی گئی ہیں ۔ بانی نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ اس کا ثواب اسے بروزِ قیامت ملے ۔

اس تحریر کے بعد سورۃ البقرہ سے ایک آیت تحریر ہے اور پھر لکھا ہے کہ "جو شخص یہ وصیت سن لینے کے بعد اس کو تبدیل کرے گا اس کا گناہ اُن ہی لوگوں کو ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ تو یقیناً سننے والا اور جاننے والا ہے ۔ اس وصیت پر عمل درآمد شعبان ۵٦۷ھ تک ہو جانا چاہیے ۔"[1]

نوریہ خاندان کے مزید مدرسے

نورالدین کے خاندان کے افراد نے بھی بہت سے مدارس قائم کیے اور علم کو عوام میں مقبول کیا اور بیش قیمت علمی خدمات انجام دیں ۔

---

۱ ۔ تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

Marfat.com

دمشق کے مدرسے :

۱ - **مدرسۂ نوریہ حنفیہ :** اس مدرسے کا بانی نورالدین محمود زنگی (المتوفی ۵۶۹ھ) خود تھا - اس نے یہ مدرسہ دمشق میں قائم کیا تھا - نورالدین کی تعلیم و تربیت اسی مدرسے میں ہوئی تھی - ایک شاعر نے جس کا نام عرقلہ تھا ، اس مدرسے کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ اسلامی ملکوں میں درس کے لیے سب سے پہلے یہی مدرسہ تعمیر ہوا ہے - اس مدرسے کا نام ''دارالحدیث نوریہ'' ہے - یہ مدرسہ حنفی تھا -[1]

۲ - **نوریہ شافعیہ :** یہ مدرسہ خاص شافعیوں کے لیے بڑی عظمت و شان سے تعمیر ہونا شروع ہوا مگر اس کے مکمل ہو جانے سے پہلے نورالدین وفات پاگئے - اس کے بعد سلطان صلاح الدین کے بھائی الملک العادل نے اس کو مکمل کیا - حافظ ابوشامہ لکھتے ہیں کہ تمام مدارس میں اس کے پائے کا کوئی مدرسہ نہ تھا - ابوشامہ نے اپنی کتاب ''الروضتین'' اسی مدرسے میں رہ کر لکھی[2] -

۳ - **مدرسۂ ابوسعد :** یہ مدرسہ دمشق میں قائم ہوا - اس کو ابوسعد شرف الدین (المتوفی ۵۸۵ھ) نے قائم کیا - نورالدین نے اس کے اخراجات کے لیے اوقاف کا انتظام کیا اور پھر ان ہی کی سعی اور سرپرستی سے اور بھی بہت سے مدرسے قائم ہوئے -

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خاں زبیری - النعیمی ، صفحہ ۹۹ ، جلد اول -

۲ - الروضتین از ابو شامہ - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خاں زبیری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - ابن خلکان ، مترجم قطب الدین -

Marfat.com

۴ ۔ زینتہ مدرسہ دمشق : اس مدرسے کو امیر مجاہدالدین (متوفی ۵۵۰ھ) نے قائم کیا ۔ یہ امرائے نورالدین میں سے ایک نامور شخص تھا ۔ یہ مدرسہ باب‌الفرادیس کے پاس تھا ۔ ان مدرسوں کے علاوہ دمشق میں رواحیہ ، صادریہ ، ریحانتہ اور اسینتہ بھی تھے ۔ نیز الصلاحیہ ، انعمادیہ اور الکلام بھی تھے[1] ۔

حلب کے مدرسے :

۵ ۔ مدرسہ نوریہ : یہ مدرسہ حلب میں قائم ہوا ۔ قطب‌الدین شافعی اس کے مدرس اعظم مقرر ہوئے ۔ یہ عالم مدرسہ نظامیہ بغداد میں نائب صدر رہ چکے تھے ۔

٦ ۔ مدرسہ عمادیہ :نورالدین نے یہ مدرسہ ۵٦۷ھ میں حلب میں قائم کیا ۔ اس مدرسے کا مہتمم عماد کاتب مقرر ہوا اور اسی کے نام سے یہ پکارا جانے لگا ۔ نورالدین (متوفی ۵٦۹) نے عماد کاتب کو یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات بھیجے اور فرمان جاری کیا کہ مدرسے کے دروازے پر میناکاری کرکے سنہری کام بنوایا جائے اور جواہرات جڑیں جائیں[2] ۔ علاوہ ان مدارس کے حلب میں حلاویہ قلجیتہ اور قطرخانیہ کے مدارس بھی تھے ۔

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔ ابن خلکان ترجمہ قطب‌الدین ۔

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ ابن خلکان ترجمہ قطب‌الدین ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

Marfat.com

موصل کے مدرسے :

۷ - **مدرسۂ عزیہ :** یہ مدرسہ موصل میں عزالدین (متوفی ۵۸۹ھ) نے قائم کیا جو نورالدین کا پوتا تھا - یہ مدرسہ جو حنفیہ و شافعیہ کے لیے تھا ، شاہی ایوان کے سامنے قائم ہوا - اس میں دونوں فرقوں کے لیے درس کا بندوبست تھا - یہ اپنے وقت کا مشہور مدرسہ تھا اور اس کی کارکردگی بہت مقبول ہوئی - عزالدین کی قبر بھی اسی کے احاطے میں ہے -

۸ - **مدرسۂ میمنیہ - عقیقیہ :** موصل کا یہ مدرسہ سیف الدین غازی (متوفی ۵۴۴ھ) نے قائم کیا جو نورالدین کا بھائی تھا - یہ ایک عالی شان مدرسہ تھا - سیف الدین بھی اسی مدرسے کے احاطے میں دفن ہے - یہ مدرسہ حنفی و شافعی دونوں کی تدریس کے لیے تھا اور اپنی علمی کارکردگی کی وجہ سے بہت مشہور تھا[۱] -

۹ - **مدرسۂ ارسلانیہ :** اس کو ارسلان نورالدین نے قائم کیا جو عزالدین کا بیٹا تھا - یہ عزالدین کے مدرسے کے سامنے واقع تھا - علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ حسن و خوبی میں یہ مدرسہ لاجواب ہے - الملک القاہر اسی مدرسے میں دفن ہے - اس کی علمی کارکردگی اپنے ہم عصر مدارس میں امتیازی تھی -

۱۰ - **مدرسۂ قائمازیہ :** اس مدرسے کو ابومنصور قائمازیہ نے قائم کیا - یہ ۵۵۹ھ میں قائم ہوا - سیف الدین غازی نے ابومنصور کو موصل کا حاکم مقرر کیا تھا - علامہ ابن اثیر اسی دربار کے مفتی تھے - یہ اپنی حسن کارکردگی کی وجہ سے مشہور ہوا -

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - الروضتین از ابوشامہ - ابن خلکان، ترجمہ قطب الدین -

Marfat.com

ان مدرسوں کے علاوہ حلب میں الحلویہ اور طرخانیہ بھی تھے۔ اربل میں مظفریہ اور مدرسۃالعلوم جیسے مشہور و معروف مدرسے تھے۔ یہ عوام میں علم کو مقبول کرتے رہے۔ اپنی امتیازی علمی کارکردگی کی وجہ سے نہ صرف مشہور ہوئے بلکہ مدارس کی تاریخ میں ان کا نام ہی ان کی مثالی علمی خدمات کی ضمانت ہے[1]۔

۱۱۔ اربل کا مدرسہ : اربل میں بھی ایک مشہور و معروف مدرسہ قائم ہوا۔ ابومنصور قائمازین‌الدین علی (متوفی ۵۶۳ھ) نے قائم کیا۔ اس نے اس مدرسے کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے بہت سے مواضع وقف کیے۔ یہ مدرسہ بھی اپنی مثالی علمی خدمات کے لیے مشہور ہوا۔

* * *

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔

Marfat.com

خاندانِ صلاحیہ کی علمی خدمات

تعارف :

چھٹی صدی ہجری میں خاندانِ صلاحیہ بھی اسلامی عظمت و شوکت کا مرکز ثابت ہوا ۔ یہ خاندان بھی اوریہ خاندان کی طرح علمی فروغ اور مدارس کے قیام کے لیے مشہور ہے ۔ اس کی وجہ سے اسلامی ممالک میں علم کو خاصا فروغ ہوا ۔ اس خاندان نے عوام کو مواقع فراہم کیے کہ وہ بآسانی ان کے قائم کردہ مدارس سے علمی استفادہ کریں ۔ تعلیم بہت سستی بلکہ مفت تھی اور یہاں نامور علماء نے نمایاں علمی خدمات انجام دیں ۔

سلطان صلاح الدین کا سارا خاندان علمی فروغ کے سلسلے میں فیاضانہ خرچ کرنے کے لیے مشہور تھا ۔ عام میں سلاطین کی غیرمعمولی دلچسپی نے امرا اور اعیانِ دولت میں بھی علمی فروغ کا جوش متحرک کردیا تھا اور یہ بات ناپسندیدہ سمجھی جاتی تھی کہ کوئی دولت مند شخص مرے اور علمی یادگار نہ چھوڑے ۔

سلطان صلاح الدین ایوبی :

سلطان صلاح الدین (متوفی ۵۸۹ھ) خاندانِ صلاحیہ کی نمایاں شخصیت تھی ۔ اس نے علمی فروغ کے لیے قاہرہ ، سکندریہ ، بیت المقدس اور دمشق وغیرہ میں شاندار مدارس قائم کیے اور بے انتہا جائداد اس مقصد کے لیے وقف کی ۔

اقامت گاہوں کی سہولت : علامہ ابنِ جبیر لکھتے ہیں کہ سکندریہ کے مدرسے کے بورڈنگ ہاؤس میں رہنے کی عام اجازت تھی ۔

Marfat.com

جو شخص علم کا طالب ہوتا اور بورڈنگ ہاؤس میں آ کر رہنا چاہتا وہ رہ سکتا تھا ، چاہے وہ کہیں سے آئے - اس کی رہائش اور تعلیم مفت تھی - مکان ، خوراک ، حمام اور طبی امداد سب کچھ سلطنت کی طرف سے مفت مہیا ہوتا تھا -

علماء کی تنخواہیں : سلطان صلاح الدین کے عہد حکومت میں علماء کی تنخواہیں مقرر تھیں - ان کی مقدار تین لاکھ دینار سالانہ تھی - اپنے وقت کے ممتاز علماء یہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے جس کی وجہ سے انھیں شہرتِ دوام حاصل ہے[1] -

سلطان صلاح الدین کے قائم کردہ مدارس میں قاہرہ کا مدرسۂ صلاحیہ اپنی علمی کارکردگی کی وجہ سے ممتاز تھا - اس میں ممتاز علماء وقتاً فوقتاً درس دیتے رہتے تھے - تقی الدین ابن دقیق العبد ، سراج بلقینی ، حافظ ابنِ حجر اور قاضی القضاۃ وقتاً فوقتاً اس میں مدرس مقرر ہوئے -

الملک الظاہر کی علمی خدمات :

سلطان صلاح الدین کے بیٹے کا نام الملک الظاہر ابوالفتح غازی تھا - یہ علم دوست تھا - حلب کا فرماں روا مقرر ہوا - اس کے [illegible] دور حکومت میں قاضی ابوالمحاسن بہاءالدین شافعی اس کے دربار میں آئے - یہ مدرسۂ نظامیہ بغداد کے نائب مدرس رہ چکے تھے [illegible]

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ، سفرنامہ ابن جبیر (صفحہ ۱۲ ، ۳۸) از ابن جبیر - الروضتین جلد ثانی صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ مصر از ابوشامہ - ابن خلکان ترجمہ صلاح الدین [illegible] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۲/۱۸ کراسہ ۲ صفحہ ۱۱۶ [illegible]

Marfat.com

مشہور عالم تھے۔ یہ ۵۹۱ھ میں دربار میں پہنچے اور اپنی علمی خدمات پیش کیں۔ انھوں نے مدارس کا جائزہ لیا اور ان کو ناکاف جانا۔ ابن جبیر نے ۵۷۸ھ میں حلب کو دیکھا اور اس نے بھی محسوس کیا کہ وہاں محض چند مدرسے ہیں۔ پھر الملک الظاہر نے مدارس کے قیام کی جانب توجہ دی اور بہت سے مدرسے قائم کیے۔ ان مدارس میں ایک مدرسہ بہت ہی مشہور ہوا۔

مدرسۂ ظاہریہ: اس مدرسے کا نام ظاہریہ تھا جو حلب میں قائم ہوا۔ ابوالحسن سیاح اس کے مدرس اعظم تھے۔ یہ مدرسہ ایک نہایت ہی عالیشان عمارت میں قائم تھا۔ اس مدرسے کی علمی کارکردگی امتیازی تھی۔ یہ حسن انتظام کے لیے بھی مشہور تھا۔ مدرسے کے بورڈنگ ہاؤس اور مکانات پر انگور کی بیلیں چڑھادی گئی تھیں تاکہ طالب علم اپنی جگہ سے ہلے بغیر انگور کھا سکیں۔ اس کے اخراجات کے لیے بہت سی جاگیریں وقف ہوئیں۔ دوران حکمرانی اس بادشاہ نے مدرسہ شافعیہ اور دارالخدمت بھی قائم کیے[1]۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس وقت سے حلب کی شہرت عام ہوگئی اور دور دراز کے ملکوں سے اہل علم نے آنا شروع کردیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں حلب بھی دمشق و مصر کی طرح علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ اس زمانے میں مصر، قاہرہ، دمشق، حلب اور اربل کے علاقوں میں متعدد مدارس قائم ہوگئے۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و قاہرہ، جلد ۲: ص ۱۴۰ تا ۱۴۲؛ اور وفیات الاعیان

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔ سفرنامہ ابن جبیر (ذکر حلب) از ابن جبیر۔ الروضتین از ابوشامہ۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی۔

Marfat.com

از ابن خلکان سے ایک طویل فہرست اُن مدارس کی تیار ہو سکتی ہے جو سلطان صلاح الدین کے دور میں کھولے گئے[۱]۔

خاندانِ صلاحیہ کے مزید مدرسے

طبی مدارس :

دمشق میں چار طبی مدارس قائم کیے گئے ۔ مدرسۂ دخواریہ ، دینسریہ ، ربیعۃ اور بنودیہ بطور خاص طب کی تعلیم کے لیے قائم کیے گئے تھے اور انھوں نے بیش بہا طبی خدمات انجام دیں[۲]۔

خواتین کی علمی خدمات :

اُمرا کی بیگمات بھی مدارس قائم کرنے کے سلسلے میں برابر حصہ لیتی تھیں ۔ چنانچہ رابعۃ بنت نجم الدین ایوب نے دمشق میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام الصاحبیہ تھا ۔ دوسرا مدرسہ عذرا بنت نورالدولہ نے قائم کیا جس کا نام العذراویہ تھا ۔ صلت الشام بنت نجم الدین اور اتابکہ خاتون بنت عزالدین نے بھی ایک مدرسہ تعمیر کروایا[۳]

مصر کے مدرسے :

۱ ۔ **مدرسۂ شافعیہ یا صلاحیہ :** اس مدرسے کا بانی سلطان صلاح الدین (المتوفی ۵۸۹ھ) تھا ۔ یہ مصر میں قائم ہوا ۔ علامہ نجم الدین جیوشانی

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان سفرنامہ ابن جبیر از ابن جبیر ۔ حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔

۲ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۵۶ ۔

۳ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۵۶ ۔

Marfat.com

مدرس اعظم اور مہتمم مقرر ہوئے۔ دس مدرسے ان کے ماتحت تھے۔ وقتاً فوقتاً اس میں عالی مقام علماء و فضلا درس دینے کے لیے مقرر ہوئے۔ مثلاً تقی الدین ابن دقیق العید، سراج بلقینی، حافظ ابن حجر، بہاءالدین قاضی القضاۃ جیسے عالم درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس مدرسے کے لیے نہایت کثیر آمدنی کی جائداد وقف تھی۔

۲۔ **مدرسۂ شافعیہ:** یہ مدرسہ بھی سلطان صلاح الدین (المتوفی ۵۸۹ھ) نے قائم کیا تھا۔ شاید صلاح الدین نے مصر میں پہلا مدرسہ ۵۶۶ھ میں قائم کیا[1]۔

۳۔ **مدرسۂ مالکیہ یا عجمیہ:** یہ بھی سلطان صلاح الدین نے مصر میں ۵۶۶ھ میں قائم کیا۔ علامہ ابن خلدون نے بھی اس میں درس دیا تھا۔

۴۔ **مدرسۂ شریفیہ:** یہ مدرسہ شریفیہ یا "زین التجار" بھی سلطان صلاح الدین نے قائم کیا تھا اور یہ بھی مصر ہی میں قائم ہوا تھا۔ اس دور کے مشہور فاضل اساتذہ اس مدرسے میں درس دیتے تھے۔ مثلاً عمادالدین عباسی، سراج الدین بلقینی، جلال الدین سیوطی، تقی الدین قاضی القضاۃ وغیرہ۔

۵۔ **مدرسۂ تقویہ یا منازل العز:** سلطان صلاح الدین کے بھائی کے لیے الملک المظفر تقی الدین (متوفی ۵۸۷ھ) نے مصر ہی میں قائم کیا تھا۔

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔ الروضتین از ابوشامہ۔ حسن المحاضرہ از جلال الدین سیوطی۔ سفرنامہ ابن جبیر از ابن جبیر۔ تاریخ علامہ ابن خلدون۔

Marfat.com

یہ شافعیوں کے لیے مخصوص تھا۔ 'جزیرۂ روضہ' کا تمام خراج اور 'حمام الذہب' کی آمدنی اس کے لیے وقف تھی[1]۔

۶۔ مدرسۂ مالکیہ: یہ مدرسہ بھی مصر میں قائم ہوا اور مالکیوں کے لیے مخصوص تھا۔ سلطان صلاح الدین کے بھتیجے الملک المظفر تقی الدین (متوفی ۵۸۷ھ) نے قائم کیا۔ یہ مالکی مدرسہ اپنی علمی خدمات سے مستفید کرتا رہا اور عام کو مقبول کرتا رہا۔

قاہرہ کے مدرسے:

۷۔ مدرسہ مشہد: یہ مدرسہ بھی سلطان صلاح الدین (متوفی ۵۸۹ھ) نے قاہرہ میں قائم کیا۔ یہ سلطان صلاح الدین ہی کے نام سے موسوم ہوا اور امتیازی علمی خدمات پیش کرتا رہا۔

۸۔ مدرسہ مجیریہ: یہ مدرسہ مجیر الدین نے قاہرہ میں قائم کیا۔ مجیر الدین ایک مشہور اور ممتاز عالم تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین کا وزیر تھا۔ اس نے اس مدرسے کو ۵۸۷ھ میں قائم کیا۔ یہ درب ملوخیہ کے قریب ہے[2]۔

۹۔ مدرسۂ فاضلیہ: یہ قاہرہ کا ایک مشہور مدرسہ ہے۔ سلطان صلاح الدین کے دربار کے قاضی فاضل (متوفی ۵۹۶ھ) نے قائم کیا تھا جو اپنے دور کا نامور عالم تھا۔ انھوں نے یہ مدرسہ قائم کرکے عوام میں علم کے فروغ کا فریضہ سرانجام دیا اور ممتاز علمی خدمات پیش کیں۔

۱۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔ الروضتین از ابوشامہ۔ ابن خلکان، حالات صلاح الدین۔

۲۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی، ابن خلکان، حالات صلاح الدین۔

Marfat.com

۱۰ - دارالحدیث : یہ مدرسہ الملک الکامل نے قائم کیا جو سلطان صلاح الدین کا بھتیجا تھا - اس نے ۶۲۰ھ میں وفات پائی - یہ دارالحدیث نوریہ کے بعد دوسرا دارالحدیث تھا جو قاہرہ میں قائم ہوا -

دارالحدیث کے مدرس : اس دور کے ممتاز علماء اس مدرسے کے مدرس رہے اور درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے - زکی الدین منذری ، قطب قسطلانی ، ابن دقیق العبد ، ابن سیدالناس ، حافظ زین الدین عراقی اور استاد حافظ ابن حجر وقتاً فوقتاً اس کے مدرس رہے - یہ سب اپنے دور کے یکتائے زمانہ علماء میں سے تھے -

۱۱ - مدرسۂ صالحیہ : اس مدرسے کو الملک الصالح نجم الدین ایوب بن الملک الکامل نے قاہرہ میں ۶۳۹ھ میں قائم کیا - یہ مدرسہ دراصل چار مدرسوں پر مشتمل تھا - مقریزی کا بیان ہے کہ یہ مدرسہ قاہرہ کے نامور اور عظیم مدرسوں میں شمار ہوتا تھا - جب یہ کھولا گیا تو شعرا نے قصیدے لکھے - "حسن المحاضرہ" میں ان قصائد کے چند اشعار نقل کیے گئے ہیں -[۱]

دمشق کے مدرسے :

۱۲ - مدرسۂ عزیزیہ : یہ مدرسہ الملک عزیز بن صلاح الدین نے دمشق میں قائم کیا - یہ نہایت مشہور اور عظیم الشان مدرسہ تھا - علامہ سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) اس کے مدرس اعظم تھے - اس مدرسے نے امتیازی علمی خدمات پیش کر کے عوام کو علم سے فیض یاب ہونے کے مواقع فراہم کیے - اپنے اعلیٰ معیار اور حسن انتظام کی وجہ سے اپنے دور کا ممتاز مدرسہ مانا گیا ہے -

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/۱۸ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۶۶ - حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی -

Marfat.com

۱۳۔ مدرسہ سبتیہ یا مدرسہ زمردیہ : زمرد صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی ۔ یہ مدرسہ بھی دمشق میں قائم ہوا ۔ زمرد، اس کے شوہر اور بھائی کی قبریں اسی مدرسے میں ہیں ۔

۱۴ مدرسہ عزاقتیہ : سلطان صلاح الدین کی بھتیجی کا نام عذرا تھا ۔ اس نے یہ مدرسہ دمشق میں قائم کیا ۔ یہ اپنے اعلیٰ علمی معیار اور حسنِ انتظام کی وجہ سے مقبول بھی ہوا اور مشہور بھی ۔

۱۵۔ دارالحدیث : یہ مدرسہ الملک الاشرف نے دمشق میں قائم کیا ۔ علامہ ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) اس کے مدرس اعظم تھے ۔ علامہ ابنِ خلکان نے ایک برس ان سے علم حاصل کیا ۔ یہ انھی کے درس کا فیض ہے کہ ابن خلکان نے اعلیٰ علمی خدمات پیش کیں اور ایسی کتب تصنیف کیں جن کو شہرتِ دوام ملی ۔[۱]

۱۶۔ مدرسہ معظمیہ : یہ مدرسہ الملک المعظم نے قائم کیا جو سلطان صلاح الدین کا بھتیجا تھا ۔ الملک المعظم اور اس کے عزیز اسی مدرسے میں دفن ہیں ۔ ملک المعظم ایک ممتاز عالم اور ادب و فقہ کا ماہر تھا ۔ تصنیف کے فن میں نامور تھا ۔ اس نے علم کے حصول کے لیے عوام میں جوش پیدا کیا ۔ اس نے ایک حکم دیا تھا کہ جس کو زمخشری کی ''مفصل'' زبانی یاد ہو گی اس کو سو اشرفیاں انعام دی جائیں گی ۔ انعام حاصل کرنے کے لیے بہت سے لوگوں نے یہ مفید کتاب زبانی یاد کر لی ۔ اس طرح یہ کتاب مقبول ہوئی ۔

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان ۔ حسن المحاضرہ از جلال الدین سیوطی ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔

Marfat.com

۱۷- مدرسۂ معینیہ : یہ مدرسہ سلطان صلاح الدین کے خسر معین الدین نے قائم کیا اور عوام میں علم کو پھیلانے کی ایک مفید و مؤثر سعی کی -

۱۸- مدرسۂ شبلیہ : یہ مدرسہ دمشق میں شبل الدولہ نے قائم کیا جو نہایت مشہور ہوا - شبل الدولہ زمرد خاتون کا غلام تھا اور زمرد خاتون سلطان صلاح الدین کی بہن تھی -

۱۹- مدرسۂ عزّیہ : یہ عزّالدین ایبک نے قائم کیا - عزّالدین ، الملک المعظم کا غلام تھا اور صرفد کا حاکم تھا - یہ مدرسہ میدان اخضر میں واقع تھا -

۲۰- مدرسۂ فلکیہ : یہ مدرسہ بھی دمشق میں قائم ہوا - اسے فلک الدین نے قائم کیا جو ملک العادل کا بھائی تھا -

حلب کے مدرسے :

۲۱- مدرسۂ ظاہریہ : یہ مدرسہ حلب میں الملک الظاہر نے قائم کیا جو سلطان صلاح الدین کا بیٹا تھا - ابوالحسن سیاح اس کے مدرسِ اعظم تھے -

۲۲- مدرسۂ اسدیہ : اس کو اسد الدین شیرکوہ نے قائم کیا جو سلطان صلاح الدین کا چچا تھا - علامہ ابن الصلاح کے والد اس مدرسے کے مدرسِ اعظم تھے[1] -

۲۳- مدرسۂ شہابیہ : اس مدرسے کو حلب میں شہاب الدین طغرل نے قائم کیا - الملک العزیز اسی مدرسے میں دفن ہے -

---

۱- مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی -

Marfat.com

۴۴۔ مدرسہ بہائیہ : مدرسہ بہائیہ بھی حلب میں قائم ہوا اور اسے ابو المحاسن یوسف بہاء الدین نے قائم کیا ۔ یہ اپنے اعلیٰ علمی معیار اور حسن کارکردگی کی بدولت اس دور کا ایک ممتاز مدرسہ گردانا گیا ۔ علامہ ابن خلکان اس مدرسے کے بورڈنگ ہاؤس میں مدت تک مقیم رہے اور علوم کی تحصیل کی ۔[1]

بیت المقدس کے مدرسے :

۴۵۔ مدرسہ صلاحیہ : یہ مدرسہ بیت المقدس میں قائم ہوا ۔ اس کے مدرسین کی تنخواہیں بہت زیادہ تھیں ۔

۴۶۔ مدرسہ معظمیہ : یہ مدرسہ بھی بیت المقدس میں قائم ہوا ۔ سلطان المعظم کے برادر زادے الملک المعظم نے اسے ۶۶۰ھ میں قائم کیا ۔ اس مدرسے کے لیے بہت سے دیہات و مواضع وقف تھے ۔[2]

خاندان صلاحیہ کا سلسلہ ۶۵۲ھ میں ختم ہو گیا ۔ اس خاندان کے سلاطین ، وزراء اور امراء کے علاوہ جو غلام برسر اقتدار آئے انھوں نے بھی مدارس قائم کیے ۔ سلطان صلاح الدین کے بیٹوں کے علاوہ ان کے چچا ، خسر ، بھتیجے اور بھتیجی تک نے مدارس قائم کیے ۔ اس طرح یہ خاندان علمی فروغ کے لیے مدارس قائم کر کے تاریخ کا حصہ بن گیا ۔

* * *

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان ۔ حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی ۔

۲ ۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ بیت المقدس از انس الجلیل ۔ حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

خاندانِ عباسیہ

عباسی خلفا کا ذوقِ علم :

یہ دور علوم و فنون کے ارتقا و فروغ کے لحاظ سے نمایاں مقام رکھتا ہے ۔ علوم و فنون کی تدوین کے لحاظ سے عباسیوں کے خلیفہ ابوجعفر منصور کی جدوجہد نمایاں ہے ۔

ابو جعفر منصور کا ذوقِ علم :

خلیفہ منصور عباسی ایک مشہور و معروف عالم تھے ۔ ان کی تحسین امام مالک نے بھی کی ہے[1] ۔ خلیفہ منصور پہلا فرمانروا ہے جس نے بقولِ جلال الدین سیوطی ، اسلامی علوم و فنون کی تدوین کا آغاز کیا ۔ اس نے یونانی کتب کے عربی ترجمے بھی کروائے ۔ غالباً اسی کے دور میں اسلامی علمِ کلام کی ابتدا ہوئی ۔

ہارون الرشید و مامون الرشید کا دور :

ہارون الرشید کے زمانے میں علوم و فنون کا سرعت سے فروغ ہوا ۔ اسی کی علمی سرپرستی کی وجہ سے دو تین صدیوں میں ہی دنیائے اسلام مجتہدین اور محققین سے معمور ہوگئی ۔ ایسے ممتاز علماء پیدا ہوئے جن کی مثال نہیں ملتی ۔ ہارون الرشید کی علم نوازی کی

---

۱ ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ طبقات الاطباء ۔ حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

وجہ سے علماء دور دراز سے اس کے دربار میں کھنچے چلے آئے۔[1]

بیت الحکمت کا قیام :

اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا پہلا ادارہ بیت الحکمت خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں قائم ہوا - یہ دارالترجمہ بھی تھا اور تعلیم و تدریس کا اولین مرکز بھی - یونان ، ایران اور دیگر ممالک سے مختلف مذاہب اور ملتوں کے علماء و حکماء بیت الحکمت میں آتے رہتے تھے - تصنیفات کے علاوہ تعلیم و تعلم کا آغاز بھی ہوا اور ہر شعبۂ علم میں ترقی ہوئی -

مامون الرشید کا دارالعلوم :

مامون الرشید نے اپنی ولی عہدی کے زمانے میں خراسان میں ایک دارالعلوم تعمیر کروایا تھا جس میں مختلف ممالک کے ممتاز علماء کو بلوا کر معلم مقرر کیا تھا - اسی کے دور حکومت میں بغداد ، بصرہ ، کوفہ اور بخارا میں اعلیٰ پیمانے کے مدرسے قائم ہوئے - مامون الرشید کی علمی منزلت کا ذکر علامہ شبلی نعمانی نے ان الفاظ میں کیا : ''اسلام کو تیرہ سو برس سے زیادہ ہوگئے لیکن اس طویل مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گزرا جو علم و فضل کے اعتبار سے مامون کی علمی شان و شوکت کا حریف ہو - اس کے دور میں علمی ترقی کا آغاز بڑے ہی وسیع پیمانے پر ہوا - مامون الرشید و مابعد کے خلفا کے دور میں بغداد ساری دنیائے اسلام کے طلبا کا اور علماء و فضلا کا قبلۂ حاجت تھا -"

۱ - نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر - اسلامی نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام - بریٹانیکا -

Marfat.com

مدرسۂ المستنصریہ :

یوں تو عباسی دور کے ہر خلیفہ نے علوم کی سرپرستی کی لیکن عہدِ عباسیہ کے آخر میں خلیفہ مستنصر باللہ کی نگرانی و سرپرستی میں المستنصریہ نام کا یہ بے مثل دارالعلوم قائم ہوا ۔[1]

خلیفہ مستنصر باللہ نے ۶۲۵ھ مطابق ۱۲۲۷ع میں دجلہ کے کنارے اس مدرسے کی بنیاد رکھی اور چھ سال کی مدت میں اس کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔

اس مدرسے کا نام خلیفہ کے نام پر المستنصریہ رکھا گیا ۔ تمام خلفائے عباسیہ میں بجز مستنصریہ کے کوئی عمارت کسی خلیفہ کے نام سے موسوم نہیں ہوئی ۔

اس مدرسے کی رسمِ افتتاح ۶۳۱ھ میں ادا کی گئی تھی ۔ اس کی رسمِ افتتاح میں تمام اکابرین ، مدرسین اور قضاۃ شریک ہوئے ۔

مذاہبِ اربعہ کے فقہا کے علاوہ شیخ الحدیث ، شیخ النحو ، شیخ الفرائض اور شیخ الطب تدریس کے لیے مقرر ہوئے ۔ مدرسہ المستنصریہ میں سُنی فقہ کے چار الگ الگ شعبے تھے ۔ ہر شعبے کا صدر علیحدہ تھا ۔ ہر مدرس کی زیرِ نگرانی پچھتر طلباء تھے ۔ ان طلباء سے مطلقاً کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی ۔ مدرسین کی ماہانہ تنخواہیں مقرر تھیں اور وہ بہت ہی معقول تھیں ۔ تین سو طلبا میں سے ہر ایک کو طلائی دینار دیا جاتا تھا ۔

---

۱ - المامون از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ ہمارا نظامِ تعلیم از پروفیسر سعید اختر ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم از سید ریاست علی ندوی ۔ ضحی الاسلام از علامہ ذہبی ۔ تاریخ الخلفا از جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

اس مدرسے میں مذاہب اربعہ کے لیے چار ممتاز علماء بطور مدرس مقرر ہوئے۔ یہ چاروں علماء فقہ اور دیگر علوم کے ماہر تھے۔ مستنصر باللہ نے ان کو فرمان بھیج کر بلایا تھا۔ فقہ کے مدرس اعظم رشید الدین فرغانی تھے۔[۱]

اساتذہ و طلباء کو بہت سی سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں۔ مثلاً مطالعے کے لیے کتب مفت فراہم کی جاتیں۔ خلیفہ نے شاہی کتب خانے سے کتابیں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لدوا کر بھجوائیں کہ مطالعے کے لیے طلبہ استعمال کریں۔ خدمت گار مقرر کیے اور مدرسے کے احاطے میں ایک ہسپتال بھی قائم کیا۔ طلباء بیمار ہوتے تو دوائیاں مفت مہیا ہوتیں۔

یہ ایک رہائشی مدرسہ تھا۔ دو سو اڑتالیس طلبا مدرسے کے کھلتے ہی بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہوگئے۔ ان کو قیام و طعام کی سہولتیں مفت مہیا تھیں۔ یعنی مکان، فرش پلنگ، بستر اور خوراک، چراغ، تیل وغیرہ مفت مہیا ہوتا تھا۔ ایک فرمابہ بھی تھا جس میں پانی ٹھنڈا ہوتا تھا۔ طلبا کے دسترخوان پر معمولی کھانے کے علاوہ شیرینی اور میوے چنے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اشرفی ماہوار الگ وظیفے کے طور پر طلبا کو ملتی تھی۔

غریب طلبا کو بھی تعلیم کی وہی سہولتیں میسر تھیں جو ان سے بہتر مالی حیثیت کے طلبا کو فراہم کی جاتی تھیں۔ ان کے لیے بھی چارپائی، بستر، چراغ اور تیل وغیرہ کا انتظام تھا۔ ان کے لیے

۱۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔ آثارالبلاد از قزوینی۔ تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی۔

Marfat.com

بھی وہی دسترخوان ، ویسی ہی طبی سہولتیں اور وہی وظیفہ مقرر تھا ۔ ہر شخص بلا تخصیص و بلا امتیاز مدرسے میں داخل ہو کر قیام و طعام ، علاج اور تعلیم کی بلا معاوضہ سہولت حاصل کر سکتا تھا ۔[1]

اس مدرسے کے سالانہ مصارف کے لیے سینکڑوں دیہات و مواضع وقف تھے جن کی مجموعی آمدنی ستر ہزار مسقال طلائی تھی ۔ علامہ ذہبی نے اپنی تاریخ ''دول الاسلام'' میں ان تمام دیہاتوں کی تفصیل قلمبند کی ہے جو مدرسے کے لیے وقف تھے اور ان کی آمدنی مدرسے کے اخراجات کی کفیل تھی ۔[2]

اپنی آرائش ، شان و شوکت ، ساز و سامان کے تکلفات اور علمی عظمت کے اعتبار سے یہ دارالعلوم دنیائے اسلام کی تمام درس گاہوں پر سبقت لے گیا ۔ اس شہرۂ آفاق مدرسے کو تاریخ میں امتیازی مقام حاصل ہے ۔ مدرسے کے دروازے پر ایک دیوان تھا جس میں ایک نہایت نادر اور بیش قیمت گھڑی رکھی تھی ۔ یہ شاید دوسری گھڑی تھی جو عہد عباسیہ میں تیار ہوئی ۔ اس سے بہت پہلے ہارون الرشید نے ایک گھڑی شاہ فرانس کو بھیجی تھی جس نے یورپ کو حیرت میں ڈال دیا تھا ۔ فرانس کے مؤرخین کا بیان ہے

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی ۔ تاریخ الخلفا از جلال الدین سیوطی ۔ دول الاسلام از علامہ ذہبی ۔ میراث البلدان ناصری ، مطبوعہ ایران ، جلد اول ، صفحہ ۴۴ ۔

۲ ۔ دول الاسلام از علامہ ذہبی ۔ تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

کہ اُن کے ملک میں پہلی گھڑی ہارون الرشید نے ۸۰۷ء میں شارلیمن شاہ فرانس کو تحفے کے طور پر بھیجی تھی ۔ یہ گھڑی دیکھ کر فرانس کا دربار حیرت زدہ رہ گیا تھا ۔

اس گھڑی کے بارہ دروازے تھے ۔ جب گھنٹہ پورا ہوتا تو ایک دروازہ خود بخود کھل جاتا ۔ تانبے کی ایک موگری جرس پر پڑتی تھی تو یہ دروازے کھلتے تھے ۔ جب ایک دورہ پورا ہوتا تو دروازے سے بارہ سوار نکل کر گھڑی کی پیشانی پر چکر لگاتے تھے ۔

اس گھڑی کو علی بن ثعلب بعلبکی نے بنایا تھا جو ایک مشہور ہیئت دان اور منجّم تھا ۔ یہ گھڑی ساز اس گھڑی کی وجہ سے الساعاتی کے نام سے مشہور ہوا ۔ الساعاتی کا مطلب بھی گھڑی ساز ہی ہے ۔

ابن العوفی ، محقق طوسی کا شاگرد تھا ۔ دس برس مراغہ کی رصدگاہ میں محقق طوسی کی رہنمائی میں کام کرتا رہا ۔ "خزینۃ الرّصد" کا مہتمم بھی رہا اور بعد میں کتب خانے کا افسر مقرر ہوا ۔ یہاں بیٹھ کر اس نے ایک کتاب پچاس جلدوں میں لکھی ۔[۱]

دارالعلوم مستنصریہ اور دوسرے دارالعلوموں سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے والے افراد کو جداگانہ اسناد دی جاتی تھیں ۔ ہر مرحلے کے لیے مخصوص اسناد تھیں جو اُن کے معیارِ علم کو ظاہر کرتی تھیں ۔

---

۱ ۔ ابن خلکان ، ترجمہ ابن العوطی ۔ عجائبات بغداد ، ہینڈبل ۔ آثار البلاد قزوینی ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

دینیات ، منطق اور فلسفے کے علوم کے ماہرین کو جو سند دی جاتی تھی اس کا نام ''سند فاضل'' تھا ۔

جو لوگ دینی علوم میں مہارت کا ثبوت دیتے اور اُن کی قابلیت حرفِ آخر کا درجہ رکھتی انھیں ''سندِ عالم'' عنایت کی جاتی تھی ۔

''سند قابل'' اُن علماء کو دی جاتی تھی جنھیں مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہوتا اور اُن کی مہارت مستند تسلیم کی جاتی تھی ۔

مدرسۂ مستنصریہ کے آثار اب بھی موجود ہیں ۔ ناصر الدین شاہ نے اپنے سفر نامۂ ایشیا میں اس مدرسے کی ٹوٹی ہوئی عمارت کا ذکر کیا ہے جس کے کھنڈرات اس مدرسے کی شان و شوکت یاد دلاتے ہیں ۔

* * *

Marfat.com

Marfat.com

اتراک و چراکسہ

غلاموں کی حکومت :

اتراک و چراکس غلام تھے اور یہ فوج میں بھرتی کرنے کے لیے خریدے جاتے تھے ۔ ان غلاموں کو ترقی کے مواقع بھی فراہم تھے اور انسانی وقار بھی میسر تھا ۔ ان میں سے بعض ترقی کر کے مسندِ خلافت پر بھی فائز ہوگئے ۔ چنانچہ مصر و عرب پر ۶۵۳ھ سے ۷۸۳ھ تک اتراک خاندان کی اور ۷۸۳ھ سے ۹۲۳ھ تک چراکس خاندان کی حکومت رہی ۔ یہ دونوں خاندان ابتداء میں غلام تھے لیکن انھوں نے حکومت اور مسندِ خلافت اپنے حسنِ کارکردگی سے حاصل کی تھی ۔

اتراک و چراکسہ کی سیاسی اہمیت :

یہ دور مصر کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس خاندان کے چوتھے فرمانروا الملک الظاہر بیبرس (۱۲۶۰ع—۱۲۷۷ع) نے تاتاریوں کو "جالوت" کے مقام پر شکست دے کر ۱۲۶۰ع میں ان کا خطرہ ہمیشہ کے لیے دور کردیا ۔ پھر اس کے جانشین قلاؤن (۱۲۷۰ع—۱۲۹۰ع) نے صلیبی جنگجوؤں کا قلع قمع کر کے شام و مصر میں امن و امان قائم کر دیا ۔

سلاطین کی علمی خدمات :

یہ سلاطین علم پرور اور فنِ تعمیر کے شائق تھے ۔ ان کے زمانے میں علومِ اسلامیہ کا مرکز بغداد سے قاہرہ منتقل ہو گیا ۔ اس

Marfat.com

وقت سے آج تک قاہرہ کی علمی مرکزیت قائم ہے۔ ایک نامور سلطان ملک اشرف قاتیبائی نے مصر کے علاوہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں عالی شان مدارس قائم کیے[1]۔ سلطان ابن الناصر محمد بن قلاؤن نے قاہرہ میں جو مدرسہ قائم کیا وہ اپنی شان و شوکت اور بلند علمی معیار کے لیے بے نظیر تھا۔ اس کے ساتھ ایک ہسپتال بھی تھا۔ ان مدارس میں چاروں مذاہب فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

الملک الظاہر رکن الدین بیبرس (متوفی ۶۷۶ھ)، امیر کبیر سیف الدین اور ملک اشرف سیف الدین ابو نصر نے بھی بہت سے مدارس قائم کیے جن میں ممتاز علماء درس و تدریس سے علم پھیلاتے تھے۔[1] الملک الظاہر رکن الدین بیبرس اور ملک الناصر محمد کے مدارس کی عمارتیں آج بھی قائم ہیں اور اپنی علمی عظمت کی یاد دلاتی ہیں۔

المقریزی کے بیان کے مطابق ۸۱۸ھ میں ازہر کے طلباء کی تعداد سات سو پچاس تھی۔ یہ طلبا عالک عجم اور المغرب کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مدرسہ ان کے خورو نوش اور دوسری ضروریات کا پوری طرح کفیل تھا[2]۔ امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حجر عسقلانی اسی عہد نے پیدا[3] کیے جن کے درس و تدریس اور علمی حلقوں نے علوم اسلامیہ کو مقبول کیا۔

ان سلاطین نے علم و فن کی بہت قدردانی[2] اور حوصلہ افزائی کی

---

۱ - مقالات شبلی، جلد سوم، صفحہ ۶۲ - ۶۵ از علامہ شبلی نعمانی - ہسٹری آف عربز از فلپ کے - ہٹی صفحہ ۶۸۵ ...

۲ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۲/۱۸، کراسہ ۳، صفحہ ۱۶ - مقالات شبلی، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - الخطط، جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ قاہرہ۔

Marfat.com

اور اس دور میں بہت سے مدارس قائم ہوئے -

ان مدارس کے تمام اخراجات کے لیے اوقاف مقرر تھے اور سرکاری طور پر اخراجات برداشت کیے جاتے تھے - ہر سلطان کو ان اوقاف کو قائم رکھنا پڑتا تھا اور اگر کوئی سلطان ان میں سے کسی وقف کو بند کرتا تو وہ عوام کی نظروں میں گر جاتا کیونکہ یہ سلاطین بنیادی طور پر غلام تھے لہٰذا ان کی اس قسم کی حرکت سے غلام ذہنیت کی تضحیک شروع ہو جاتی - بطور خاص علماء کا دباؤ سب سے زیادہ تھا -

ان کو خود بھی اپنے غلام ہونے کا احساس تھا اس لیے وہ اس کمتری کو مٹانے کے لیے نہ صرف اوقاف کو بر قرار رکھتے بلکہ فروغِ علم کے لیے مزید فیاضیاں کرتے -

اگر اہل علم ان کا ساتھ نہ دیتے تو وہ حکومت کی مسند پر مستحکم نہیں رہ سکتے تھے - چنانچہ اقتدار و اختیار کے لیے علماء کے ساتھ افہام و تفہیم لازمی تھا -[1]

مکہ معظمہ کے مدارس :

مکہ معظمہ میں اتراک سے پہلے بہت کم مدرسے تھے - صرف تین مدرسوں کا ذکر ملتا ہے :

(۱) ۵۷۹ھ میں ایک مدرسہ امیر فخر الدین زنجیلی نے مکہ معظمہ میں بنایا -

۵۸۰ھ میں خلیفہ المستظی باللہ کی خاص کنیز طاب الزمان

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - مقالاتِ شبلی ، جلد سوم ، از علامہ شبلی نعمانی -

Marfat.com

نے ایک مدرسہ بنوایا جس میں دس شافعی فقہا مدرس تھے ۔

۶۳۱ھ میں ایک اور مدرسہ والیٔ یمن کے فرمان سے تعمیر ہوا ۔ اس والی کا نام الملک المنصور عمرو بن علی تھا ۔

مصر کے اتراک بادشاہوں سے قبل یہی تین مدرسے قابل ذکر تھے ۔ پھر اتراک بادشاہوں کی جدوجہد سے مکۂ معظمہ بھی دوسرے شہروں کی طرح ایک بڑا اور قابل ذکر علمی مرکز بن گیا ۔ عبدالباسط سلطان ظاہر ظفر کی فوج میں ناظر تھا ۔ اس نے قاہرہ اور شام میں اعلیٰ پائے کے بہت سے مدرسے قائم کیے ۔

چراکسہ کی علمی خدمات :

۱ ۔ **مکۂ معظمہ میں مدرسہ :** ملک اشرف قاتیبائی خاندان چراکسہ سے تھا ۔ یہ ۸۷۲ھ میں تخت نشین ہوا ۔ اس نے مکہ معظمہ میں فقہ کے چاروں مذاہب کے لیے ایک نہایت ہی عظیم الشان مدرسہ بنوایا ۔ اس میں بہتر کمرے تھے ۔ بیچ میں نہایت ہی وسیع ہال تھا جس کی چھت سنگ مرمر کی تھی ۔ اس پر سونے کا کام تھا ۔ ملک اشرف جب مکۂ معظمہ گیا تو اپنی شاندار فوج کو اسی مدرسے میں ٹھہرایا ۔ اس شاندار سلطان اور اس کی طاقتور فوج کا وہاں قیام کرنا مدرسے کی عظمت اور شان و شوکت کو ثابت کرتا ہے ۔ اس نے طلباء کے وظائف مقرر کیے ۔ تعلیم مفت تھی ۔ مہتمم ، خزانچی ، اہل مطبخ اور فراش وغیرہ کی تنخواہیں معقول تھیں ۔ اس بادشاہ نے ایک عالیشان مدرسہ مدینۂ منورہ میں بھی تعمیر کروایا ۔

مصر کا مدرسہ : ۷۵۸ھ میں ابن الناصر محمد بن قلاؤن نے مصر میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کروایا جو اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے بے مثال سمجھا جاتا تھا ۔ اس کی تعمیر ۷۵۸ھ میں شروع

Marfat.com

ہوئی اور تین برس میں یہ عمارت مکمل ہوئی ۔ اس کا بڑا کمرہ یا ہال کمرہ جس کو آج کی زبان میں اسمبلی کہا جا سکتا ہے ، ۶۵ × ۶۵ گز تھا ۔ سلطان ابن الناصر نے چار بڑے مینار تعمیر کروانے کا منصوبہ بھی بنایا تھا ۔ چنانچہ تین مینار تعمیر ہو گئے لیکن چوتھا ابھی تعمیر ہونا تھا کہ ۶۲_ھ میں ایک حادثہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے تعمیر شدہ میناروں میں سے ایک مینار گر گیا ۔ اس وقت تین سو یتیم بچے مکتب میں پڑھ رہے تھے جو اس مینار کے نیچے آ کر دب گئے اور مر گئے ۔ سلطان ابن الناصر نے اس کو حکم الٰہی سمجھا اور میناروں کی تعمیر کا ارادہ ترک کر دیا ۔

مکۂ معظمہ میں غیاث الدین بلبن کا مدرسہ :

غیاث الدین بلبن ہندوستان کا حکمران تھا ۔ وہ ابتدا میں غلام تھا اور خاندان غلاماں کا آخری بادشاہ تھا ۔ اس نے مکۂ معظمہ میں ایک مدرسہ قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی اور مدرسے کی تعمیر کے لیے بہت بڑی رقم بھیجی ۔ یہ ہندوستان کا پہلا بادشاہ تھا جس نے مکۂ معظمہ میں مدرسہ تعمیر کروایا ۔ رمضان ۸۱۳ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور صفر ۸۱۴ھ میں مکمل ہو گئی ۔ اس مدرسے کی عمارت بہت وسیع تھی ۔ اس کے بہت سے ایوانات اور مکانات تعمیر ہوئے ۔ ۸۱۴ھ میں یہ مدرسہ بڑی شان و شوکت سے کھولا گیا ۔ اس کا افتتاح بہت ہی تزک و احتشام سے ہوا ۔ ساٹھ طالب علم اسی وقت مدرسے میں داخل ہو گئے جن کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ۔ ممتاز علما چاروں مذاہب کی فقہ کی تدریس کے لیے مقرر ہوئے ۔ ہر ایک کے درس کا الگ الگ وقت مقرر تھا ۔ اس مدرسے کے علاوہ غیاث الدین بلبن نے چار مدرسے اور بھی بنوائے ۔

Marfat.com

اتراک و چراکسہ کے دور حکومت میں بہت سے مدرسے مصر کے شہر اسکندریہ و قاہرہ میں قائم ہوئے۔ مصر و شام میں ہزاروں مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ قاضی مجیر الدین حنبلی نے ۹۰۰ھ میں بیت المقدس کی تاریخ لکھی جس کا نام "الانس الجلیل"[۱] ہے۔ اس تاریخ میں اڑتیس مدرسوں کی فہرست تحریر کی ہے۔ ہر مدرسہ کا نام اور بانی کا نام بھی درج ہے۔

اتراک و چراکسہ دور کے مزید مدارس:

مدرسۂ ظاہریہ: یہ مدرسہ ۶۶۲ھ میں قائم ہوا۔ اس کا بانی الملک الظاہر بیبرس (متوفی ۶۷۶ھ) تھا۔ اس میں اس دور کے ممتاز علماء مثلاً علامہ تقی الدین ابن زرین الشافعیہ، محب الدین بن عبدالرحمٰن حنفی وغیرہ مدرس مقرر کیے گئے۔ حدیث کے مدرس حافظ شرف الدین دمیاطی اور قرأت کے مدرس کمال الدین قرشی تھے۔ اس مدرسے سے ملحق ایک کتاب خانہ بھی وقف کیا گیا تھا۔ الملک الظاہر نے یورپ میں فتوحات حاصل کیں اور تاتاریوں کو بھی نیچا دکھایا۔ اس نے ملک میں امن و استحکام قائم کیا اور پھر علمی فروغ کے لیے جد و جہد میں مصروف ہو گیا اور کئی مدارس تعمیر کروائے۔ تتمۂ ابن خلکان میں الملک الظاہر کی فتوحات، عالیشان عمارات، مدارس کی تعمیر اور ان کے مصارف و اوقاف کے بارے میں بالتفصیل معلومات پیش کی گئی ہیں۔[۲]

مدرسۂ منصوریہ: اس مدرسے کو منصور قلاؤن (متوفی ۶۸۹ھ)

۱۔ الانس الجلیل از مجیر الدین حنبلی۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔

۲۔ تتمۂ ابن خلکان۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی۔

Marfat.com

نے قائم کیا اور ممتاز علماء ابو حیان ، برہان الدین اور امین الدین وغیرہ اس کے مدرس مقرر کیے گئے ۔ یہ مدرسہ نہایت عظیم الشان تھا ۔ "تتمہ" ابن خلکان" کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ مدرسہ اور اس سے ملحق ہسپتال بے نظیر تھا ۔

مدرسہ ناصریہ : یہ مدرسہ ناصر محمد وار قلاؤن (متوفی ۷۴۱ھ) نے ۷۰۳ھ میں قائم کیا ۔ اس میں چاروں مذاہب کی فقہ کا درس ہوتا تھا ۔ یہ ایک عالیشان اور پر شوکت مدرسہ تھا ۔ اس کے دروازے پر ہر وقت پہرہ رہتا تھا ۔

مدرسہ خالقاہ بیرستیہ : [1] یہ مدرسہ ۷۰۷ھ میں قائم ہوا ۔ امیر رکن الدین بیبرس نے اسے قائم کیا تھا ۔ قاہرہ میں اس سے بڑی کوئی خانقاہ نہ تھی ۔ اس میں جو کنگرہ تھا وہ بطور یادگار ایوان خلافت سے نکال کر لایا گیا تھا اور اس مدرسے کی عمارت میں لگایا گیا تھا ۔[1]

مدرسہ خالقاہ شیخو : یہ مدرسہ ۷۵۷ھ میں قائم ہوا ۔ اس کا بانی سیف الدین تھا جو امرائے حمداریہ کا افسر بھی تھا ۔ اس میں اکمل بن محمود فقہ حنفی کے مدرس تھے ۔ ان کا حاشیہ عثمانیہ کے نام سے مشہور تھا ۔ شیخ بہاء الدین بن علامہ تقی الدین اس میں شافعی فقہ کے مدرس تھے ۔ شیخ منصف فقہ مالکی کے مدرس تھے اور مؤفق الدین حنبلی فقہ کے مدرس تھے ۔ الغرض حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی فقہ کے درس کا اعلیٰ انتظام تھا ۔ جمال الدین عبدالایمان ولی اس مدرسے میں حدیث کے مدرس تھے ۔ علامہ سیوطی

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم ، از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

نے بہت سے اور مدرسین کے نام بھی لکھے ہیں جو وقتاً فوقتاً فقہ و حدیث کے درس کے لیے مقرر کیے تھے۔

مدرسۂ صرغتمشیہ : یہ مدرسہ ۷۵۷ھ میں قائم ہوا ۔ صرغتمش امرائے حمداریہ کا افسر تھا ۔[۱] اس مدرسے میں چاروں مذاہب فقہ کی تعلیم کا بندوبست تھا ۔ حدیث کا درس بھی ہوتا تھا ۔ علامہ قوام لقانی اور علامہ علاؤالدین فقہ حنفی کے مدرس تھے ، اوحد الدین رویہ شافعی مدرس تھے علامہ ، شمس الدین بن بکش فقہ مالکی کے مدرس تھے اور صلادین الاعمی حنبلی فقہ کے مدرس تھے ۔ احمد زادہ عجمی حدیث کے مدرس تھے اور فخر الدین ضریر مدرس قرأت تھے ۔ یہ مدرسہ ۷۵۷ھ میں ماہ رجب میں کھولا گیا ۔ شعرا نے اس کی شان میں قصیدے لکھے اور بادشاہ نے ایک نہایت پر تکلف دعوت عام دی ۔ اس دعوت میں بیشتر علماء مدعو تھے ۔ جب علامہ علاؤالدین سیراسی فقہ حنفی کے مدرس آئے تو بادشاہ نے ان کا فرش اپنے ہاتھ سے بچھایا ۔[۲] علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جتنے مدرس بھی اس مدرسے میں مقرر ہوئے وہ سب اپنے دور کے یکتائے روزگار عالم تھے ۔

مدرسۂ عبدالباسط : اس مدرسے کا بانی عبدالباسط بن خلیل بن ابراہیم الدمشقی تھا ۔ یہ سلطان ظاہر عطر (المتوفی ۸۲۴ھ) کا ناظر العساکر تھا ۔

---

۱ ۔ حسن المحاضرۃ از علامہ جلال الدین سیوطی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

۲ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ حسن المحاضرۃ از جلال الدین سیوطی ۔

Marfat.com

مدرسہ مؤیدیہ : یہ مدرسہ ۸۱۹ھ میں کھولا گیا ۔ اس کا بانی المؤید تھا ۔ اس کی عمارت کی تعمیر پر چالیس ہزار اشرفیاں صرف ہوئیں ۔ یہ ایک عالیشان مدرسہ تھا ۔

مدرسہ اشرفیہ : یہ مدرسہ ۸۲۹ھ میں قائم ہوا ۔ اس کو ملک اشرف سیف الدین ابو نصر نے کھولا ۔ اسی نے قبرص فتح کیا تھا ۔ اس پر زرِ کثیر صرف کیا گیا اور اس کے اخراجات کے لیے بہت سے اوقاف مقرر کیے گئے ۔

یہ اسکندریہ اور قاہرہ کے وہ مدرسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو کالج بلکہ یونیورسٹی کہنا مناسب ہوگا ۔ علامہ سیوطی نے ان کو اُمہات المدارس لکھا ہے ۔

مصر کے کچھ قابلِ ذکر مدرسے اور بھی تھے ۔ مثلاً فخریہ ، فاضلیہ ، سیفیہ ، مغربیہ ، مشہد نفیسی ، قائتبائی ، جمالیہ ، دارالمامون ، عاشوریہ ، خشابیہ اور کہاریہ وغیرہ ـــ یہ بھی اپنے زمانے میں بہت مشہور تھے ۔ ان کے مدرس مصر کے مشہور فقہا اور ممتاز علماء تھے ۔ یہ مدارس بھی اپنی بیش قیمت علمی خدمات کے ذریعے معاشرے کو علم سے منور کرتے رہے[1] ۔

★ ★ ★

---

۱ ۔ مقالاتِ شبلی ، جلد سوم ، از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ حسن المحاضرۃ از علامہ جلال الدین سیوطی ۔ الروضتین از ابوشامہ ۔

Marfat.com

Marfat.com

ترک سلاطین

تعارف : مسلمانوں کی تدریس و تعلیم کی تاریخ میں ترک سلاطین کا زمانہ بہت ہی نمایاں ہے - ترکی مدارس بعض خصوصیات میں اولیت کے درجے کے حقدار ہیں - مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلے میں وہ نمایاں مقام اور خصوصی تحسین کے مستحق ہیں -

ترکی کے مدارس ایک انتظامی رشتے میں ایک دوسرے سے منسلک تھے حالانکہ گزشتہ ادوار کے مدارس میں کوئی انتظامی رشتہ نہ تھا بلکہ بعض حالات میں تو یہ مدارس ایک دوسرے کے خلاف تحریک بھی چلا لیتے تھے -

ابتدا میں تمام مدرسے مذہبی تعلیم کے لیے مخصوص تھے لیکن پھر ترکی میں دیگر علوم بھی پڑھائے جانے لگے - ترکی میں تعلیم کا مقصد سلطنت کے لیے لائق ترین منتظم اور عہدے دار پیدا کرنا تھا -

ترکی کے مدارس میں تنخواہیں نہایت معقول تھیں - بڑے بڑے مدارس میں ساٹھ سے لے کر اسّی درہم تک روزانہ تنخواہ ملتی تھی - بعض اوقات تو دو سو درہم روزانہ تک تنخواہ مل جاتی تھی -

مدرسین کو پنشن کا حق دیا گیا اور پنشن اصل تنخواہ کے برابر ہوتی تھی - ترکوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انھوں زیادہ سے زیادہ تنخواہیں دیں اور پنشن کا حق بھی دیا -

سر ایڈورڈ کریزی ، ترکی خلیفہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اورخان کو مدرسوں اور کالجوں کے قیام میں بے حد دلچسپی تھی -

Marfat.com

محمد ثانی فاتح قسطنطیہ کے زمانے میں تعلیم کا بہت چرچا ہوا اور علما سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے لگے[۱] - تاریخ اسلام میں عثمانی ترکوں کا عہد حکومت ایک نئے اور روشن باب کی نشاندہی کرتا ہے - انہوں نے چھ سو برس تک یورپ میں اسلام کا نور پھیلایا اور اسلام کی شمع روشن رکھی - سلاطین عثمانیہ شروع ہی سے تعلیم کی ترویج و اشاعت سے دلچسپی رکھتے تھے - ان میں ارخان پہلا حکمران تھا جس نے مدرسوں کی بنیاد ڈالی - اس نے ازنیق میں پہلا مدرسہ قائم کیا - اس کے بعد دوسرے سلاطین نے بھی مکاتب اور مدارس قائم کیے - ان میں کوئی سلطان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے پیچھے کوئی مدرسہ نہ چھوڑا ہو اور اس کے لیے کچھ جائیداد وقف نہ کی ہو - سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ نے تعلیم کو بہت فروغ دیا اور تعلیمی نظام کو ترقی دی - اس کا اپنا علمی شوق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ بر سر اقتدار آنے کے بعد بھی علم کی تحصیل و تکمیل میں مصروف رہا -[۲]

---

۱ - History of The Ottoman Turks از ایڈورڈ کریزی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - دولت عثمانیہ از عزیز احمد - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۱۸/۲ ، کراسہ ۳ - مسلمانوں کی آئندہ تعلیم از سید سلیمان ندوی - مسلمانوں کا نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی -

۲ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۱۸/۲ کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۰۱ - ہسٹری آف دی آٹومن ترک از ایڈورڈ کریزی ایم - اے - مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - مسلمانوں کی آئندہ تعلیم از سید سلیمان ندوی - مسلمانوں کا نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی -

Marfat.com

ترک سلاطین کے مدارس

سلطان ارخان بویع کا مدرسہ :

ترکوں میں ارخان پہلا فرمانروا تھا جس نے مدرسوں کی بنیاد ڈالی ۔ اس نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ازنیق تھا ۔ یہ ایک بہت ہی مشہور مدرسہ تھا ۔ اس کے مدرس ممتاز علماء تھے ۔ داؤد قیصری بھی مدرس تھے جن کی شرح ''فصوص الحکم'' مشہور ہے ۔ علاؤالدین شارح وقایہ بھی اس کے مدرس تھے ۔ مشہور و معروف علماء یہاں علم کی روشنی پھیلاتے رہے اور عوام میں تحصیلِ علم کا شوق متحرک کرتے رہے ۔ محمد خاں کے زمانے میں یہ مدرسہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا ۔[1]

سلطان مراد کے مدارس :

سلطان مراد کے زمانے میں مدارس نے مزید ترقی کی ۔ اُس کے مدرسِ اعظم کی تنخواہ بہت زیادہ تھی ۔ ارخان کے جانشینوں نے اس مدرسے کو ترقی دی اور بیش قیمت علمی خدمات سرانجام دیں ۔ انھوں نے مزید مدارس قائم کر کے علم کو ترکی کے عوام میں مقبول کیا ۔

محمد ثانی کا تصورِ تعلیم :

سلطان محمد ثانی قسطنطنیہ کا فاتح تھا ۔ وہ بخوبی سمجھتا تھا کہ سلطنت

---

۱ ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی ۔ دولتِ عثمانیہ از عزیز احمد ۔ ہسٹری آف دی آلوسن ترک از ایڈورڈ کریزی ۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم از سید ریاست علی ندوی ۔ مسلمانوں کی آئندہ تعلیم از سید سلیمان ندوی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

کے قیام ، استحکام اور توسیع کے لیے بہادری کے علاوہ تعلیم کی بھی ضرورت ہے ۔ علم سے روشناس افراد ہی سلطنت کے اعلیٰ اسلوب کو قائم رکھ سکتے ہیں ۔ وہ خود بھی پڑھا لکھا تھا اور پڑھے لکھے شہریوں کا قدردان تھا ۔ وہ علم کی اہمیت کو سمجھتا تھا ، اس لیے اس نے علم کو اپنی رعایا میں مقبول کرنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی ۔

محمد ثانی نے ابتدائی مدرسوں سے آغاز کیا جو 'مکتب' کے نام سے مشہور تھے ۔ ہر شہر کے ہر محلے اور ترکی کے عام دیہاتوں میں یہ مکتب پائے جاتے تھے اور ان کی تعداد کثیر تھی ۔ ان کے علاوہ اس نے بڑے مدرسوں کی بنیاد بھی ڈالی ۔

ان مدرسوں میں طالب علموں کو دس مختلف مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی ، یعنی صرف ، نحو ، منطق ، تاریخ ، زبان ، طرزِ تحریر ، علمِ فصاحت و بلاغت ، اقلیدس اور علم ہیئت ۔

جو طالب علم ان دس مضامین میں کامل مہارت حاصل کر لیتے وہ ''دانشمند'' کا خطاب پاتے تھے ۔ ان کو مدرسے کی ابتدائی درجوں کی مدرسی پر فائز کر دیا جاتا ۔ یہ بھی سب مضامین مثلاً دیگر مولوی فاضل حضرات کے چھوٹے لڑکوں کو پڑھاتے اور عملی تدریس کے ذریعے اپنی مہارت کاملہ کا ثبوت دیتے ۔

علماء کی جماعت میں داخل ہونے کے لیے ان کو قانون یعنی فقہ پڑھنا ہوتی تھی اور درجہ بدرجہ کئی امتحان دینے پڑتے تھے ۔ داخلے کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ علماء کے درجے میں صرف وہی لوگ داخل کیے جائیں جو صاحبان علم ہوں اور ذہانت میں اعلیٰ ہوں ۔ جو طلبہ جماعت علما میں داخل ہو جاتے ان کی

Marfat.com

بڑی عزت ہوتی تھی ۔ اُن کو مدد بہت ہی فراخدلی سے دی جاتی تھی ۔ اُن کو خصوصی حقوق اور خصوصی مراعات دی جاتی تھیں ۔ جب یہ طالب علم امتحانات اور جانچ پرکھ کے بعد علماء کا درجہ حاصل کر لیتے تھے تو ان ہی علماء کی جماعت سے اعلیٰ مدرس ، قاضی ، مفتی منتخب ہوتے اور مختلف عہدوں پر فائز ہوتے ۔ یہ ترکی ہی کی انفرادیت تھی کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کے علماء سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیے جاتے تھے اور اُن کا حکم شرع کے حکم کے برابر وزنی ہوتا تھا ۔ ترکی اس لیے بھی نمایاں ہیں کہ وہ مدرسین اور علماء کی تعظیم و تکریم بہت کرتے تھے ۔

عالم بننے کے لیے صرف و نحو ، منطق ، فلسفہ ، فقہ اور اصول فقہ کا ایک طویل نصاب مقرر تھا ۔

مکتب کا نصاب : مکتب کا نصاب عقاید ، اخلاق ، قرآن مجید کی تعلیم ، نوشت و خواند اور ابتدائی حساب پر مشتمل تھا ۔[1]

سلطان محمد ثانی نے بچپن ہی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی ۔ وہ اپنے زمانۂ اقتدار میں بھی طالب علم ہی رہا ۔ علامہ ابن الخطیب بغدادی کے شاگرد ہونے کا شرف بھی حاصل کیا ۔ محمد ثانی علم کے فروغ کے لیے پُر جوش جدوجہد میں مصروف رہا ۔ اُس نے مکتب اور مدارس قائم کیے ۔ اُن کا نصاب ترتیب دیا ۔ اعلیٰ علمی معیار کے درجے قائم کیے ۔ دانشمند و عالم کے علمی درجہ کا تعین کیا ۔ نصاب مقرر کیا لیکن اُس کا سب سے عظیم علمی کارنامہ قسطنطنیہ کی یونیورسٹی کا قیام ہے ۔

---

۱ ۔ مقالات شبلی ، جلد سوم ، از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ دولتِ عثمانیہ از عزیز احمد ۔

Marfat.com

قسطنطنیہ کی یونیورسٹی :

سلطان محمد نے قسطنطنیہ میں ایک بڑا دارالعلوم ۵ھ۸ع میں قائم کیا جس کے ماتحت آٹھ کالج تھے - ہر کالج کے ساتھ ایک دارالاقامت یا بورڈنگ ہاؤس تھا - اس کی شاندار عمارت ۸۷ھ میں مکمل ہوئی - علاؤالدین طوسی ، خواجہ زادہ ، ملا عبدالکریم ، محمد بن مصطفیٰ اور بہت سے دیگر نامی گرامی علما ، مدرس مقرر ہوئے - ان میں سے بیشتر کی تنخواہ سو درہم یومیہ تھی - سلطان محمد خود بھی کبھی کبھی ان میں جا کر شریک درس ہوتا تھا -

سلطان نے علامہ علاؤالدین قوشجی کو مدرسہ اباصوفیہ کا مدرس اعظم مقرر کیا اور دو سو درہم یومیہ تنخواہ مقرر کی - علامہ علاؤالدین قوشجی کی ''شرح تجرید'' اور خواجہ زادہ کے ''محاکمہ تہافتہ الفلاسفہ'' نے شہرت دوام حاصل کی - یہ محاکمہ بھی سلطان محمد کی فرمائش پر ہی لکھا گیا تھا جس کے صلے میں انھوں نے مصنف کو دس ہزار درہم عنایت کیے -

سلطان ایک بار علامہ علاؤالدین طوسی کے درس میں شریک ہوئے - شرح عضدیہ سید شریف کا درس ہو رہا تھا - جب درس ختم ہوا تو سلطان نے متاثر ہو کر دس ہزار درہم علامہ کو اور پانچ سو درہم علماء کو صلہ دیا -

سلطان محمد ثانی کے جانشینوں نے تعلیم کے فروغ میں بڑی دلچسپی لی - ہر سلطان ایک مسجد ضرور تعمیر کرتا اور ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی ہوتا - اس طرح مسجدوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ مدرسوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی -

Marfat.com

سلطان بایزید کی علمی خدمات :

سلطان بایزید خان ۸۸۶ھ میں تخت نشین ہوا - اس نے بہت سے مدرسے قائم کیے - نامور علماء دور دور سے بلائے اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں جو دس ہزار عثمانی سالانہ تھیں - جو عالم ''شرح مفتاح'' سکاکی کا درس دیتے تھے ان کی تنخواہ چار ہزار سالانہ مقرر کی - حرمین شریف کے فقہا کے لیے چودہ ہزار اشرفی سالانہ کا حکم دیا - اس نے پہلی مرتبہ اوریہ تنخواہ کا رواج ختم کیا -[۱]

سلطان سلیمان کے مدارس :

یہ سلطان ۹۲۶ھ میں تخت نشین ہوا - ۹۰۳ھ میں مکہ معظمہ میں چار بڑے بڑے مدارس تعمیر کرائے - اس نے قسطنطنیہ میں بھی بڑے مدارس تعمیر کرائے - مکہ معظمہ کے مدارس اعلیٰ علمی خدمات پیش کر کے علم کو فروغ دیتے رہے - مکہ شریف کے قاضی نے سنگ بنیاد رکھا اور تمام علماء نے ان کی مطابعت کی - ہر مدرس کی تنخواہ اس وقت پچاس عثمانی یومیہ تھی جو بعد میں سو عثمانی کردی گئی - ان مدارس میں طب و حدیث کا درس ہوتا تھا - قسطنطنیہ میں بہت سے مدرسے بنوائے اور چھ سو طلباء کا وظیفہ مقرر کیا - سلطان سلیمان نے علمی کارناموں میں نمایاں اضافہ کیا اور اس طرح سے ملک میں نمایاں علمی فروغ ہوا - اس نے ابتدائی تعلیم کو لازمی قرار دیا -

---

۱ - مسلمانوں کا نظام تعلیم از سید ریاست علی ندوی - دولت عثمانیہ از عزیز احمد - مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - ہسٹری آف دی آلومن ترک از ایڈورڈ کریزی -

Marfat.com

سلطان سلیم :

سلطان سلیم نے ۱۵۱۶ء میں حلب اور ۱۵۱۷ء میں مصر فتح کر کے عثمانی سلطنت کا اقتدار قسطنطنیہ سے قاہرہ تک وسیع کر دیا تھا - حجاز نے خود بخود سلطان سلیم کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اسے خادم الحرمین شریفین مان لیا تھا - اس نے بھی تعلیم کی ترقی میں معاونت کی -

سلطان مراد کے مدارس (۹۸۲ھ) :

اس نے مکہ معظمہ میں صفا کے مقام پر ایک مدرسہ بنوایا - اس میں ایک مدرس ، ایک معید اور بیس دانش مند تھے -

سلاطین کی علمی خدمات :

بعض سلاطین نے قسطنطنیہ اور ادرنہ میں دارالحدیث بنائے تھے - سلاطین کے علاوہ سیکڑوں وزرا ، امرا ، امیر زادیوں ، وزیر زادیوں نے بھی مدارس و دارالحدیث قائم کیے[1] - اس طرح عثمانی خلفاء و اکابرین کی خصوصی توجہ سے ابتدائی مدرسے ملک کے طول و عرض میں قائم ہو گئے - فاضل مستشرق ارکھاوٹ کے بیان کے مطابق ترکی میں کوئی ایسا سلطان نہیں گزرا جس نے اپنے پیچھے ایک نہ ایک کالج نہ چھوڑا ہو - اس لیے ملک کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں مکتب موجود تھے جہاں بلا معاوضہ تعلیم دی جاتی تھی - بڑے مدارس میں اقامت گاہیں بھی تھیں ، تعلیم مفت تھی اور دانش مند کے

---

۱ - مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱۸/۲ ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۷۱ -

Marfat.com

درجے کی تعلیم فراہم کی جاتی تھی -[1]

ترکی کے بارے میں دو کتابیں ایسی ہیں جن میں ارخان کے عہد سے ۹۸۳ء تک کے علماء کا تذکرہ موجود ہے اور محض ان ہی دو کتابوں سے دو سو کالجوں اور مدرسوں کی فہرست تیار کی جا سکتی ہے - اور یہ سب مدرسے ایسے تھے جن میں تمام علوم درسیہ پڑھائے جاتے تھے - ان کتابوں کے نام یہ ہیں : (۱) شقائق نعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ - (۲) عقد المنظوم فی ذکر الافاضل الروم -

ترکی کے مزید مدارس :

ترکی کے مذکورہ مدارس کے علاوہ مندرجہ ذیل مدارس بھی قابلِ ذکر ہیں :

مدرسۂ مرادیہ : یہ مدرسہ سلطان مراد بویع (۷۶۱ھ) نے بروسہ کے مقام پر قائم کیا -

مدرسۂ سلطانیہ : یہ مدرسہ سلطان بایزید خاں نے بروسہ کے مقام پر قائم کیا -

مدرسۂ قاسمیہ : یہ مدرسہ قاسم پاشا نے بروسہ ہی کے مقام پر قائم کیا -

مدرسۂ مناستر : یہ بھی بروسہ کے مقام پر قائم ہوا -

مدرسۂ محمدیہ : سلطان محمد خاں اول نے بروسہ کے مقام پر قائم کیا[2] -

---

۱ - ہسٹری آف دی آٹومن ترک ، از ایڈورڈ کریزی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱۸/۲ ، کراسہ ۳ - دولت عثمانیہ از عزیز احمد - مقالات شبلی ، جلد سوم از علامہ شبلی نعمانی - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - روح مشرق ، از ارکھاٹ -

۲ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی -

Marfat.com

مدرسۂ مرادیہ : سلطان مراد بن محمد خان نے قبلوجہ کے مقام پر قائم کیا ۔ اسی نام کا ایک اور مدرسہ مذکورہ سلطان نے بروسہ کے مقام پر بھی قائم کیا ۔

مدرسۂ سلیمیہ : اورنتا کے مقام پر قائم ہوا ۔

قسطنطنیہ کے مدارس :

مدرسۂ محمودیہ : وزیرِ اعظم محمود پاشا نے یہ مدرسہ کھولا ۔

مدرسۂ قلندریہ : یہ مدرسہ بھی قسطنطنیہ کے مقام پر کھولا گیا ۔

مدرسۂ ابی ایوب : یہ بھی قسطنطنیہ میں کھولا گیا ۔

مدرسۂ بایزیدیہ : ایک مدرسہ بایزید خاں نے قسطنطنیہ کے مقام پر اور ایک اماسیہ میں اسی نام کا کھولا ۔

مدرسۂ ابراہیمیہ : ابراہیم پاشا نے قسطنطنیہ میں کھولا ۔

مدرسۂ رستمیہ : وزیرِ اعظم رستم پاشا نے قسطنطنیہ میں کھولا ۔ اس مدرسے میں شمس الدین خلف مفتی ابو السعود مفسر سترہ برس کی عمر میں مدرسِ اعظم مقرر ہوئے ۔[1]

مدرسۂ سلیمانیہ : سلیمان بن السلیم نے ۔

مدرسۂ داؤدیہ : داؤد پاشا نے ۔

مدرسۂ پیریہ : پیری پاشا نے ۔

مدرسۂ سنانیہ : سنان کپنکچی نے ۔

مدرسۂ عتقیہ : سلطان سلیم بن السلیمان نے ۔

مدرسۂ خاصکیہ : ست خاتون بیگم نے ۔

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی [illegible]

Marfat.com

مدرسۂ خانقاہ : زوجۂ السلیمان خان نے کھولا ۔ یہ تمام مدارس قسطنطنیہ میں کھولے گئے ۔

مدرسۂ طرابزون : والدۂ سلطان سلیم خان نے طرابزون میں کھولا ۔

مدرسۂ سلیمانیہ : دمشق میں سلطان سلیمان خان نے کھولا ۔

مدرسۂ اطنتہ : پیری پاشا نے اطنتہ میں کھولا ۔

دارالحدیث : ادرنہ میں مصطفیٰ کمال پاشا نے کھولا ۔ ملا شمس الدین قاضی زادہ اس کے مدرس تھے ۔

مدرسۂ احمدیہ : وزیرِ اعظم احمد پاشا نے چورلے میں کھولا ۔

مدرسہ سلیمانیہ : سلیمان پاشا نے ازنیق میں کھولا ۔

مدرسہ الفضلیہ : قسطنطنیہ میں کھولا گیا ۔

مدرسہ علی پاشا : مصطفیٰ کمال پاشا نے کھولا ۔

مندرجۂ بالا مدارس کا عکس صدیوں کے آئینے میں نظر آتا ہے اور ترکی میں مدارس کا جال پھیل گیا ۔ ترکی کے مدارس انتظام ، اصولِ ترقی ، انضباطِ قواعد اور کثرت مصارف کی وجہ سے ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں ۔ ان مدارس کے تعلیم یافتہ لوگوں کو باقاعدہ علمی عہدے ملتے تھے ۔[1]

* * *

---

۱ ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

* * *

[illegible]

Marfat.com

آندلس کے مدارس

اندلس قبل از اسلام:

اندلس مسلمانوں کے دور سے پہلے جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے جہالت کو دور کیا اور علم کی روشنی پھیلائی۔ عرب جس ملک میں بھی داخل ہوئے اپنے علوم و معارف کا بیش قیمت سرمایہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اسلامی لشکر کے ساتھ علماء و صلحا بھی ہوتے تھے جو اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کو دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ ابتداء میں تعلیم و تدریس کے لیے علیحدہ عمارتوں کا دستور نہ تھا۔ مساجد کے صحن اور علماء کے ذاتی مکانات اور حجرے ہی درس گاہیں تھیں۔ اگر درس و تدریس کے مقاصد کے لیے عمارتیں بنائی بھی جاتیں تو وہ بھی مسجد ہی کی صورت میں تعمیر ہوتیں۔ ان مساجد میں تفسیر و حدیث اور لغت و نحو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ علومِ عقلیہ کا رواج اس وقت تک نہ تھا۔

اُموی سلاطین کی علمی سرپرستی (۱۳۸ھ تا ۴۲۲ھ):

اُموی سلاطین نے آندلس میں علم کو پھیلایا۔ فلپ کے۔ سی۔ ہٹی اپنی تاریخ "ہسٹری آف عربز" میں لکھتے ہیں کہ یورپ کا وہ دور جس میں علم عام تھا اور وہاں کے مذہبی و روحانی پیشوا بھی بےعلم تھے، اس وقت اندلس کے مسلمان علم کی دولت سے بہرہ مند تھے۔ ولندیزی مؤرخ ڈوزی نے بھی آندلس میں علمی مقبولیت کی تائید کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسلامی آندلس میں ہر آدمی پڑھنا

Marfat.com

لکھنا جانتا تھا ۔¹ اس کی وجہ اموی سلاطین کی علمی سرپرستی تھی ۔ بیشتر اموی سلاطین عالم تھے، علم دوست تھے اور علمی ارتقاء کا ولولہ رکھتے تھے ۔ عبدالرحمان اول ، ہشام اول ، الحکم اول ، عبدالرحمان ثانی ، عبدالرحمان ثالث اور الحکم ثانی کے عہد میں علم و فن نے ہر شعبے میں عروج پایا ۔ اس نے مسلمانوں کو علم سے آراستہ کیا ، اور یوں اندلس کا ہر شہر علم و فن کا مرکز بن گیا ۔ عبدالرحمان ثالث نے ایسے مکتب قائم کیے جن میں تعلیم مفت تھی ۔ علمی فروغ کے لیے الحکم ثانی نے بھی کتب خانہ قائم کیا ۔ اس کے شاہی کتب خانے میں چار لاکھ کتابیں تھیں اور ان میں سے بہت کم کتب ایسی تھیں جن کو الحکم نے پڑھا نہ ہو ۔ وہ ان کتب کو غور سے پڑھتا اور ان پر مفید حواشی لکھتا تھا ۔

اندلس کے سلاطین بہت علم دوست اور علم پرور تھے ۔ الحکم ثانی ، محمد الغزالی اور ابن رشد جیسے علماء کا ہم پلہ تھا ۔²

الحکم ثانی کی علم دوستی :

الحکم ثانی (۳۵۸ھ تا ۳۶۶ھ) کے دربار میں ممتاز علماء ، محدث ، مؤرخ ، شاعر جمع ہوگئے تھے ۔ ان میں سے چند کے نام یوں ہیں : ابن مغیث ، محمد بن مفرج ، یوسف بن ہارون ، محمد بن سعید ہمدانی ، محمد بن یوسف وراق ، یعیش بن سعید جیسی علمی شخصیتیں اس کے

---

۱ ۔ ہسٹری آف عربز ، از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ اسلامی کتب خانے از الحاج زبیری ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، جلد ۲ ، ۱۸۷ء ، کراسہ ۳ ، صفحہ ۱۷۰ ۔

۲ ۔ تمدن عرب از موسیو لی بان ۔ ترجمہ سید علی بلگرامی ،

Marfat.com

دربار میں اپنے علم سے فیض‌یاب کرتی رہیں ۔[1]

الحکم نے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں کالج اور دارالعلوم قائم کیے ۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہات میں بھی مدرسے قائم کیے ۔ طلباء کے اکثر مصارف شاہی خزانے سے ادا کیے جاتے تھے ۔ جو طالب علم باہر سے آتے تھے وہ جب تک اندلس میں رہتے خلیفہ کے مہمان سمجھے جاتے تھے ۔

طلباء کو علمی وسعت کے پورے مواقع میسر تھے ۔ یہاں مدارس، دارالعلوم اور کتب خانے تھے ۔ رہائش کا معقول انتظام تھا اور طلبہ کے آرام کا پورا خیال رکھا جاتا تھا ۔ طلباء کو مدرسے میں داخلے کی کوئی دقت نہ تھی اور کتب خانے کی کتب استعمال کرنے میں بھی کوئی دقت نہ تھی ۔ کتب خانے اور الماریوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے ۔ وہاں بیٹھ کر پڑھنے کا بھی انتظام تھا اور کتابوں کے اجراء کا بھی بندوبست تھا ۔ مؤرخ سکاٹ نے لکھا ہے :

"کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جہاں طالب علموں کی علمی وسعت کے لیے کم از کم ایک کتب خانہ نہ ہو ۔ شہر غرناطہ میں ستر کتب خانے تھے ۔ علم کا ذوق رکھنے والوں کے لیے ان کتب خانوں کی الماریاں ہر وقت کھلی رہتی تھیں ۔"[2]

---

۱ ۔ اسلامی کتب خانے از الحاج زبیری ۔ ہسٹری آف عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ تمدن عرب از موسیو لی‌بان، ترجمہ سید علی بلگرامی ۔ تاریخ اسلام، جلد سوم، از اکرم شاہ خاں ۔ علوم عرب از جرجی زایدان ۔ اخبارالاندلس، جلد سوم ۔

۲ ۔ اسلامی کتب خانے از الحاج زبیری ۔ الاخبارالاندلس، جلد سوم ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ترجمہ محمد حسین خان زبیری ۔ علوم عرب از جرجی زیدان ۔

Marfat.com

الحکم کی کتابوں سے محبت ضرب المثل ہے - وہ کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شائق تھا - اس کے کتب خانے میں نادر روزگار کتب جمع کی جاتیں تھیں - جرجی زیدان نے اس کے کتب خانے کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے : "یہ کتب خانہ تمام قدیم اسلامی کتب خانوں سے سبقت لے گیا"- مؤرخ سکاٹ نے تحسین و آفرین کہتے ہوئے کہا ہے : ''اس کے کتب خانے میں کتب کا وہ علمی خزانہ تھا جو علما کو محظوظ کرتا تھا اور جاہلوں اور توہم پرستوں کو حیران کرتا تھا - اس کتب خانے میں عربی ، یونانی اور عبرانی زبانوں کی چار لاکھ کتابیں جمع تھیں - جب ان کتابوں کی فہرست مرتب کی گئی تو وہ چوالیس جلدوں میں مکمل ہوئی -[1]

خلیفہ الحکم ثانی ایک عالم انسان تھا - اس کو تمام علوم مروجہ پر کامل دستگاہ حاصل تھی - کتابوں سے والہانہ لگن تھی - دمشق ، بغداد ، قسطنطنیہ ، قاہرہ ، قیروان ، مکہ ، مدینہ ، کوفہ ، بصرہ اور تمام ان مقامات میں جہاں علم کا چرچا ہوتا ، خلیفہ کے بھیجے ہوئے لوگ کتب کو چھانٹ کر خریدنے کے لیے موجود ہوتے - پہلے وہ باکمال مصنفین کو ڈھونڈھتے اور پھر ان کو ترغیب دیتے کہ وہ اپنی تصنیف کی پہلی جلد خلیفہ کے پاس بھجوا دیں - چنانچہ خلیفہ ان کی قدر و منزلت کرتا اور مالامال کر دیتا - خلیفہ کی تاکید تھی کہ خواہ کتنی تکلیف برداشت کرنی پڑے اور کتنی اشرفیاں خرچ کرنی پڑیں لیکن نایاب کتاب لازماً خریدنی ہوگی

---

۱ - اسلامی کتب خانے از الحاج زبیری - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان - علوم عربیہ از جرجی زیدان - الاخبار الاندلس ، جلد سوم - تمدن عرب از موسیو لی بان -

Marfat.com

خلیفہ بادشاہوں کو مراسلے بھیجتا اور دنیا کے تمام شاہی کتب خانوں میں اس کے مقرر کردہ نقل نویس نایاب کتب نقل کرنے کے لیے موجود رہتے۔

یونانی اور عبرانی زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کروائے جاتے اور ان تراجم کے لیے سینکڑوں ہزاروں علما مقرر تھے۔ اس طرح ایک خصوصی محکمہ قائم کیا گیا جو طوفانی رفتار کے ساتھ تراجم کرتا۔

خلیفہ الحکم کے لیے مشہور ہوگیا تھا کہ یہ کتب کا بہت قدردان ہے۔ پس لوگ ہدیے اور تحفے نایاب کتابوں کی صورت میں پیش کرتے۔ مصنفین کی قدردانی کی شہرت سن کر دور دراز کے ملکوں کے مصنفین مثلاً بغداد و بصرہ میں رہنے والے اپنی تصانیف کو خلیفہ کے دربار میں بھیجتے اور خلیفہ کے نام معنون کرتے اور خلیفہ فراخدلی سے انعامات و عطیات دیتا۔ ابوالفرج اصفہانی نے عربی شاعری اور شعرا پر ایک جامع کتاب لکھی جس کا نام ”کتاب الاغانی“ تھا۔ خلیفہ نے اس کتاب کی شہرت سن کر اسے حاصل کرنے کے لیے مصنف کو ایک ہزار دینار کی کثیر رقم عطا کی۔

الحکم ثانی کے ذوقِ علم کا اثر معاشرے میں یوں ظاہر ہوا کہ قرطبہ کے ہر گھر میں ایک کتب خانہ قائم ہوگیا۔ صرف قرطبہ ہی میں نہیں بلکہ ہر بڑے شہر میں ایک کتب خانہ سرکاری اہتمام کا ملتا تھا۔ مورخ علامہ مقری کا بیان ہے کہ بلادِ اندلس میں سب سے زیادہ کتب قرطبہ میں ملتی تھیں۔ کتب خانے کا قیام ریاست کی شان سمجھا جاتا تھا۔ کتب خانوں کے مالک عموماً رؤسا ہوتے تھے اور بہت سے رؤسا ایسے تھے جو خود تو عالم نہ تھے لیکن انہوں نے کتب خانے قائم کر رکھے تھے۔ ہر رئیس فخر کرتا تھا کہ اس

Marfat.com

کے مکان میں ایک کتب خانہ بھی ہے ۔ رؤسا کا ذکر جب ہوتا ہے تو اُن کی تعریف کچھ ان الفاظ میں کی جاتی کہ فلاں کے ہاں ایک کتب خانہ ہے ، فلاں بیش قیمت کتاب فلاں رئیس کے اعلیٰ کتب خانے میں ہے یا فلاں رئیس نے فلاں ناسور مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب بہت ہی زیادہ قیمت میں خریدی ہے ۔

علم دوست اموی سلاطین نے علم کو فروغ دینے کے لیے بہت جد و جہد کی ۔ انھوں نے تعلیم کو عام کیا اور عوام کو علم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے ۔

ابتدائی تعلیم پر توجہ سب سے زیادہ دی جاتی تھی ۔ تمام بچوں کو قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا اور عربی صرف و نحو کی تعلیم دی جاتی تھی ۔

ثانوی تعلیم کے بھی کئی مدارس تھے ۔ ان میں دینی علوم یعنی قرآن مجید اور حدیث و فقہ کے علاوہ شاعری ، علم صرف و نحو تاریخ و جغرافیہ کی تعلیم و تدریس کا نہایت ہی اعلیٰ انتظام تھا ۔

اشبیلیہ ، قرطبہ اور غرناطہ کی جامع مسجدوں میں درس و تدریس کا کام انجام پاتا تھا اور بتدریج یہ مرکزی درس گاہیں بن گئیں ۔

جامع مسجد قرطبہ میں فقہ کے علاوہ فلکیات ، حساب اور طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی ۔ بتدریج طلبا کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ۔ یہاں کے فارغ التحصیل حکومت میں اونچے عہدوں پر فائز ہوتے تھے ۔ دینی مضامین کی تدریس بھی ہوتی تھی ۔

---

۱ ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، جلد ۲/۱۸۵ ؛ کتب خانے از الحاج زبیری ۔ ہسٹری آف عربز از فلپ کے ۔ ہٹی ۔

Marfat.com

جامع مسجد غرناطہ میں فقہ، فلسفہ، کیمیا اور طب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں بیرونی ممالک سے طلبا تحصیلِ علم کے لیے آتے اور دینی و دنیاوی علوم کی تدریس سے استفادہ کرتے۔ تدریس اعلیٰ معیار کی ہوتی تھی۔ مشہور مؤرخ اور شاعر لسان الدین الخطیب اس درسگاہ کا محقق تھا۔ شعر و شاعری کا بھی بڑا رواج تھا۔ ان درس گاہوں پر اکثر یہ کتبہ کندہ ہوتا تھا کہ دنیا کی عمارت چار ستونوں پر قائم ہے: عقلمندوں کا علم، فرماں رواؤں کا انصاف، صلحا کی دعا اور بہادروں کی شجاعت۔

تعلیم میں سفر کی اہمیت:

تکمیلِ علم کے لیے تونس، قیروان، دمشق، قاہرہ اور مدینے کا سفر لازمی تھا۔ المقری کی "نفح الطیب" کا ایک بڑا حصہ ان علما کے حالات میں ہے جو اندلس سے مصر، شام، عراق اور حجاز گئے اور ان مقامات سے پیدل واپس اندلس آئے۔ سفر کی صعوبتوں کو بھی علم کا ضروری حصہ سمجھا گیا ہے۔ اسلامی مدارس میں سفر تعلیم کا ضروری حصہ تھا۔ اس وقت تک تعلیم مکمل نہ سمجھی جاتی تھی جب تک کہ اس کے لیے سفر نہ کیا گیا ہو۔ کوئی علم ٹھوس و پختہ نہ سمجھا جاتا تھا جب تک کہ سفر نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ اندلس میں بھی علمی سفروں کا رواج ہوا۔

اندلس کے دارالعلوم:

مرکزی شہروں میں بڑے بڑے دارالعلوم قائم تھے اور ان میں مختلف علوم و فنون کی اعلیٰ علمی و فنی تعلیم کا انتظام تھا۔ مؤرخ سکاٹ کے مطابق اشبیلیہ، قرطبہ اور غرناطہ کے دارالعلوم مشہور تھے۔

اندلس کے دارالعلوم یورپ کی تمام یونیورسٹیوں کے پیشرو ہیں۔

Marfat.com

اس دور کے نظامِ تعلیم و تدریس میں سائنسی علوم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی - مسلمانوں نے سائنس میں بہت کام کیا اور نامور سائنس دان پیدا کیے - دارالعلوم کے ساتھ دوا ساز ادارے ، رصدگاہیں اور تجربہ گاہیں ملحق ہوتی تھیں - ان دارالعلوموں کی عمارتیں عالی شان تھیں اور ان پر شاہی محلات کا گمان ہوتا تھا - ان سے ملحق رصدگاہوں اور تجربہ‌گاہوں میں سائنسی آلات اور فنی ساز و سامان کا اعلیٰ انتظام تھا - علمِ طب ، فنِ زراعت ، علمِ ہیئت اور مختلف سیاسی علوم کے ادارے بھی تھے جہاں پر ان مخصوص شعبہ ہائے علم کی تدریس ہوتی تھی - زراعت پر خاص توجہ تھی اور ہر مرکزی شہر میں ایک زراعتی کالج قائم تھا -

اندلس کے اموی سلاطین علم کے بہت قدردان تھے اور علما کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے - ان کے علم کی قدردانی ہوتی تھی اور انھیں انعامات سے سرفراز کیا جاتا تھا - حکمرانوں نے علما اور نامور دانشوروں کو وزارت تک کے عہدوں پر مقرر کیا - چنانچہ یہ تعلیم و تدریس کے قائد بھی تھے اور عملی سیاست میں بھی نمایاں حصہ لیتے تھے - ابن زیدون ، ابن خلدون ، ابن خطیب ، ابن جبیر اور ابن عبدالبر وغیرہ اس دور کے ممتاز علما تھے -

اس دور میں سلطنت ہسپانیہ میں مرد اور عورت دونوں تعلیم کی دولت سے مالامال تھے - اندلس کے فرماں روا اگر کسی کی سب سے زیادہ عزت کرتے تھے تو وہ مدرس و معلم تھے - یورپ کے دور دراز ملکوں کے مسیحی شہزادے ، نواب زادے اور صاحب استعداد خاندانوں کے نوجوان طلبا یہاں کی اسلامی جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے اور علم سے فیضیاب ہو کر وہاں واپس

Marfat.com

لوٹ جاتے تھے ۔ یہاں کے نصاب میں دینیات ، قانون ، طب ، دواسازی ، کیمیا ، فلسفہ اور ہیئت کے مضامین لازمی تھے ۔[1]

اندلس میں اموی دور کے ہر اسلامی کالج کے بیرونی دروازے پر ایک کتبہ نصب ہوتا تھا جس پر جلی حروف میں یہ لکھا ہوتا تھا : "دنیا کی عمارت چار ستونوں پر قائم ہے : دانشوروں کا علم ، فرمانرواؤں کا عدل ، نیکو کاروں کی عبادت اور بہادروں کی شجاعت ۔ یہی وہ ستون ہیں جن پر دنیا کی عمارت تعمیر ہوئی ہے ۔" یہ کتبہ ہر وقت معلمین کو ان کے مقاصد کی طرف توجہ دلاتا رہتا ۔ اندلس کے دانشوروں اور ماہرین تعلیم کے درس و تدریس میں یہ اصول ہمیشہ نمایاں رہے ۔

اندلس کے اسلامی مدارس سے جریدے اور علمی مجلے بھی شائع ہوتے تھے ۔ ان میں جدید انکشافات اور جدید تحقیقات کی تفصیلات پیش کی جاتی تھیں ۔ طلبہ دینی فرائض سے بھی عہدہ برآ ہوتے تھے ۔ ان کا علم عملِ صالح سے مربوط تھا ۔ علم کا بنیادی مقصد صالح سوچ و صالح عمل کی اہلیت پیدا کرنا تھا ۔

اندلس کے اسلامی مدارس سے ہر طبقے اور ہر علمی معیار کے طلبا استفادہ کر سکتے تھے ۔ ان درس گاہوں میں داخلے کے لیے رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہ تھا ۔ مذہب و ملت کی بھی کوئی حد بندی نہ تھی ۔ ہر ایک طالب علم کو تعلیم کے مواقع میسر تھے ۔ امیر غریب ، آزاد غلام کی کوئی تخصیص نہ تھی ۔ قابلیت ، ذہنی استعداد اور

---

۱ ۔ مسلمان موجد اور سائنسدان از علی ناصر زیدی صفحہ ۲۰۱ ۔ مسلمان اندلس میں ترجمہ رشید اختر ندوی ۔ ہسٹری آف عربز از فلپ کے ۔ ہٹی ۔

Marfat.com

ذوقِ علم ہی داخلے کے لوازمات تھے - ہر صاحبِ استعداد یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم سے استفادہ کرسکتا تھا -

ان درس گاہوں اور جامعات میں اعلیٰ فاضل کے درجے تک تعلیم مفت تھی - رہائش کا انتظام بھی تھا اور اقامت گاہوں میں داخلہ بے حد سہل تھا - یہ اقامت گاہیں ہر طالب کے لیے کھلی رہتی تھیں - مسلم و غیر مسلم ، ملکی و غیر ملکی ، امیر و غریب اور غلام و آزاد ہر ایک کے لیے رہائش ، خوراک ، لباس ، علاج ، دوائیں ، کتب اور چراغ کے تیل تک کی سہولتیں حکومت کی طرف سے فراہم کی جاتی تھیں -

آندلس کے اعلیٰ تعلیمی اداروں کے نصاب میں قرآن ، حدیث ، تفسیر ، فقہ ، علم ہندسہ ، عربی نظم و نثر ، علم جراحت و علم طب ، علمِ نجوم ، فنِ زراعت اورِ فنِ باغبانی کے مضامین کے جداگانہ شعبے قائم تھے -

جامعہ قرطبہ :

علمی نقطہ نظر سے دارالخلافہ قرطبہ کو خاص عظمت حاصل تھی - یہ شہر بیس میل کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا اور اس کی آبادی تقریباً دس لاکھ تھی - اس میں سینکڑوں مدرسے اور کتب خانے تھے - درس و تدریس کے لیے نامی گرامی علما موجود تھے جو مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے - قرطبہ میں علم پرور بادشاہوں کی توجہ کی وجہ سے اشبیلیہ ، غرناطہ اور قرطبہ میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں جو کتب خانوں اور اعلیٰ درجے کی لیبارٹریوں سے آراستہ تھیں - قرطبہ میں آٹھ سو مدارس اور کتب خانے تھے - غرناطہ میں ایک سو سینتیس مدرسے ، اور ستر کتب خانے تھے -

Marfat.com

دارالعلوم قرطبہ ایک مرکزی ادارہ تھا اور اس کو عالم اسلام میں اعلیٰ مقام حاصل تھا ۔ یہ نظامیہ بغداد و جامعہ ازہر سے سبقت لے گیا تھا ۔ اس کا سنگ بنیاد عبدالرحمٰن الداخل نے رکھا اور اس پر کثیر رقوم صرف کیں ۔ عبدالرحمٰن ثانی نے اس کی آرائش پر پونے تین لاکھ اشرفیاں خرچ کیں ۔ ابن خلکان کے مطابق عبدالرحمٰن ثانی نے اس کے علمی معیار کو بلند کرنے کی بہت جدوجہد کی ۔ اسی مقصد کے لیے اس نے دور دور سے اس وقت کے نامور اور ممتاز علماء کو قرطبہ آنے کی دعوت دی ۔ ان کی تنخواہیں بیش قرار تھیں ۔

فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی اپنی تالیف ہسٹری آف عربز میں لکھتا ہے کہ "جامعہ قرطبہ کو دنیا کے تمام تعلیمی اداروں میں اعلیٰ و ارفع مقام حاصل تھا ۔ یہ جامعہ ازہر و جامعہ نظامیہ بغداد دونوں سے سبقت لے گیا تھا ۔ یہاں پر یورپ و افریقہ اور ایشیا کے طالب علم بھی حصول علم کے لیے آتے تھے[1] ۔

قرطبہ کا عروج :

ہٹی کے مطابق اندلس میں بنو امیہ کا دور حکومت اپنے عروج پر پہنچا ۔ ان کا دارالخلافہ قرطبہ تھا ۔ یہ یورپ میں تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا اور اس کا دنیا کے تین عظیم‌الشان تہذیبی مراکز میں شمار ہوتا تھا ۔ دوسرے دو شہر بغداد اور قسطنطنیہ تھے ۔ قرطبہ میں تیرہ ہزار گھر تھے ۔ ستر لائبریریاں اور بے شمار کتب فروشوں

---

۱ ۔ ہسٹری آف عربز ، از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر ۔ السائیکلو پیڈیا آف اسلام ، جلد ۱۸/۲ ، کراسہ ۳ صفحہ ۱٦٧ ۔ تمدن عرب از موسیو لی بان ۔

Marfat.com

کی دکانیں تھیں ۔ دکانوں اور علمی مجلسیں ، مباحثے اور مناظرے منعقد ہوتے رہتے تھے ۔ ان بے شمار مسجدیں تھیں جو عبادت کے علاوہ درس و تدریس کے علمی حلقے قائم کر کے لوگوں کو علم سے فیضیاب کرتی تھیں ۔ کتب خانے فراہمی کتب کے علاوہ نامی گرامی علماء کے درس سے بھی لوگوں کو استفادہ کے مواقع مہیا کرتے ۔

قرطبہ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ۔ اس کی پختہ ، نفیس پتھر کی بنی ہوئی سڑکیں میلوں تک پھیلی ہوئی تھیں اور سڑکوں کے کنارے دونوں طرف عالی شان مکانات تھے جن کی شمعوں کی روشنی سڑکوں کو بھی منور کرتی تھی ۔

فرانس کے شہروں لیون (Leon) اور نے وار (Nava'ar) کو جب کسی ماہر دستکار کی ضرورت ہوتی تو وہ قرطبہ کی طرف رجوع کرتے ۔ قرطبہ کے اس اسلامی دارالخلافہ کے کاریگروں کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی ۔

بنو امیہ کے حکرانوں اور عبدالرحمان سوم اور الحکم ثانی کے دور میں قرطبہ کی شان و شوکت عروج پر تھی ۔ یہ شان و شوکت تعلیم کے شعبے میں خصوصاً نمایاں تھی ۔ جامعہ قرطبہ عربوں کی قدیم ترین یونیورسٹی تھی ۔ اس کی بنیاد عبدالرحمان سوئم (۹۱۲ء تا ۹۶۱ء) نے رکھی تھی ۔ پھر یہ یونیورسٹی الحکم ثانی کے دور حکومت میں ایک ممتاز علمی ادارہ بن گیا اور دنیا کی اعلیٰ معیار کی یونیورسٹیوں میں شمار کی جانے لگی ۔ الحکم ثانی کے عہد میں علمی ترقی تیزی سے ہوئی ۔ وہ خود بھی عالم اور علم دوست تھا ۔ وہ علم کے طالبوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ گراں قدر مالی عطیات سے سرفراز کرتا تھا ۔ اس نے ستائیس مکتب ایسے قائم کیے جن میں تعلیم مفت تھی ۔

Marfat.com

اسی طرح اس نے جامعۂ قرطبہ کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ۔

الحکم نے اس مسجد کی عمارت کی توسیع کی جس میں یہ یونیورسٹی قائم کی گئی تھی تاکہ اور زیادہ طلبا کے لیے گنجائش نکل سکے ۔ یہ عمارت عالیشان تھی اور الحکم نے عمارت کو رنگین اور منقش پتھروں سے سجایا تھا ۔ اس نے عمارت کی توسیع کے لیے بازنطینی آراستوں کو طلب کیا ۔ یہ لوگ آرائشی پتھر بھی اپنے ساتھ لے کر آئے ۔ الحکم نے عمارت کی توسیع پر دو لاکھ اکسٹھ ہزار پانچ سو تیس دینار خرچ کیے ۔ اس نے تمام مشرق سے ممتاز اور نامی گرامی علماء جامعہ میں درس دینے کے لیے منتخب کیے اور گرانقدر مرقوم اس مقصد کے لیے وقف کیں ۔ ان کی تنخواہیں بیش قرار تھیں ۔

جامعۂ قرطبہ کے دانشوروں میں سے ایک مورخ اور عالم کا نام ابن القیہ تھا جو گرامر سکھاتا تھا ۔ ایک اور عالم علی القلی نام کا تھا جو املا کے لیے مشہور تھا ۔ یہ بغداد کا مشہور فلاسفر تھا ۔ اس کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ الناصر نے ایک استقبالیہ بازنطینیوں کے سفیرں کے اعزاز میں دیا ۔ اس موقع پر علی القلی کو فی البدیہہ ایک تقریر کرنی تھی ۔ وہ سٹیج پر آیا اور ابھی اللہ اور اس کے رسول کی تعریف پیش کی تھی کہ جھجک گیا اور مرعوب ہو کر نیچے اتر آیا ۔ فوراً ہی اس کی جگہ ایک شخص ابن سعد نے پر کی اور المقری کی نظم ڈھائی صفحات میں پیش کی ۔

یہاں علم ریاضی و ہندسہ ، طب ، دینیات اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ دینی مضامین اس کے علاوہ تھے ۔ اس یونیورسٹی کے سند یافتہ طلبا اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے ۔

Marfat.com

جامعہ قرطبہ ایک ممتاز علمی ادارہ تھا جو مصر کی جامعہ الازہر اور نظامیہ بغداد سے سبقت لے گیا تھا ۔ تعلیم اور رہائش مفت تھی ۔ طلباء جوق در جوق تحصیل علم کے لیے آتے تھے ۔ یورپ ، افریقہ اور ایشیا سے بھی طلبہ داخلے کے طلبگار ہوتے تھے جو دور دراز کے ملکوں سے آتے تھے ۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عیسائی ، یہودی اور دیگر غیر مسلم بھی بغرض تحصیل علم آتے تھے ۔ داخلے بلا تخصیص تھے اور ہر طبقے اور شعبے کے طلباء علم سے استفادہ کر سکتے تھے ۔ طلباء کو وظائف و عطیات دیے جاتے تھے ۔

الحکم نے جامعہ قرطبہ میں ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا ۔ اس کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا ۔ وہ دور دراز کے ملکوں میں اپنے قاصد بھیجتا کہ وہ کتابیں جمع کر کے لائیں ۔ یہ لوگ اسکندریہ ، قاہرہ ، بغداد اور دمشق کے کتب فروشوں کی دکانوں پر جاتے ۔ یا تو نادر کتب خرید لیتے یا مسودات کی نقل کر کے لے آتے ۔ روایت ہے کہ یہاں کتابوں کا ذخیرہ چار لاکھ تھا اور ان کی فہرست چالیس جلدوں میں مرتب ہوئی تھی ۔ مسلمان خلفا میں الحکم بہت عظیم عالم تھا ۔ اس نے اپنے کتب خانے کی چار لاکھ کتب میں سے بیشتر پڑھی ہوئی تھیں ۔ بعض کے حاشیوں پر شرحیں بھی تحریر تھیں ۔ اس سے ان کتب و مسودات کی علمی قدر و قیمت میں بہت اضافہ ہوا ۔ بعد کے علماء نے ان شرحوں سے گراں قدر علمی استفادہ کیا ۔

گیارھویں صدی میں اٹلی کا ایک پادری پیٹر نامی حصول علم کے لیے سپین گیا تو اس نے قرطبہ و غرناطہ میں ہر طبقے کے طلباء کو دیکھا ۔ ان میں چند ایک انگریز بھی تھے جو اساتذہ کا شکریہ

Marfat.com

بیرونی ممالک کے طلبا سے بہت ہی مشفقانہ تھا [1] ۔ خلیفہ کے محل میں ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں کتابوں کی تعداد چار لاکھ تھی ۔ وہاں کاتبوں ، جلد سازوں اور نقاشوں کا بھی ایک بہت بڑا گروہ تھا جو کتابوں کو نقل کرنے اور اُن کی جلدیں باندھنے پر مامور تھے ۔ خلیفہ کے درجنوں قاصد دنیا بھر سے کتابیں جمع کرنے پر مامور تھے ۔

فرانس کے شہر کالونی کا پیٹراسٹ (۱۲۸۶ع) لکھتا ہے [2] کہ ''میں نے قیام اندلس کے دوران میں دیکھا کہ فرانس ، جرمنی اور برطانیہ کے طلباء جوق در جوق عربوں کے علمی مراکز میں جمع ہو رہے ہیں (جامعہ قرطبہ بہت بڑا علمی مرکز تھا)'' ۔

قرطبہ کا ایک پادری الوارو لکھتا ہے کہ تمام تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان عربی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں ۔ یہ عربی زبان و ادب سے آشنا ہیں ۔ عربوں کی کتابیں ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں ۔ مطالعے کے لیے عربوں کے کتب خانوں میں بھی جاتے ہیں اور عربی ادب کی تحسین و آفرین کرتے ہیں ۔

فرانس کے شہر آری لک کا ایک معلم جیرٹ (۱۰۰۱ع) نام کا تھا ۔ یہ ۹۴۰ع میں پیدا ہوا ۔ پہلے اٹلی اور پھر فرانس میں معلم

---

۱ ۔ یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ، ص ۱۰۲ ۔ ہسٹری آف عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ اخبار الاندلس ، مترجم مفتی خلیل الرحمٰن ۔ تمدن عرب ۔ تشکیل السانیت ۔ معرکہ مذہب و سائنس ۔

۲ ۔ یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۰۴ ۔ تشکیل انسانیت ، مترجم عبدالمجید سالک ۔ اخبارالاندلس ، ترجمہ منشی خلیل الرحمٰن ۔ تمدن عرب ، ترجمہ سید بلگرامی ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔

Marfat.com

رہا - ۱۰۹۹ع میں بشپ ہوا - ۹۹۹ع میں سلوسٹر دوم کے لقب سے پوپ بنا - جب یہ اندلس سے علم ریاضی اور علم ہیئت سیکھ کر واپس گیا تو اس کے رفقاء و طلباء اس کی معلومات سن کر حیران و ششدر رہ گئے -[1]

جامعہ طلیطلہ :

طلیطلہ کی جامعہ بھی اپنے دور کی معروف یونیورسٹی تھی - اس کی شہرت دور دراز ملکوں میں تھی - یہاں پر طلبہ یورپ ، ایشیا اور افریقہ سے بھی آتے تھے - یہ یونیورسٹی اپنے بہترین انتظام اور اعلیٰ علمی معیار کے لیے معروف تھی اور اپنے دور کی چند مشہور جامعات میں سے تھی - یہ بھی اسی نمونے ، اسی طرز اور انہی اصولوں پر قائم تھی جیسی کہ دوسری بین الاقوامی معروف جامعات تھیں - اس نے بھی نامور علماء پیدا کیے جو ممتاز اہلِ قلم بھی ثابت ہوئے - چنانچہ رابرٹ (۱۱۴۰ع) نے قرآن پاک کو لاطینی میں منتقل کیا اور اسی نے خوارزمی کے الجبرا کو لاطینی میں منتقل کیا -[2]

مائیکل سکاٹ : سکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا - ۱۲۰۰ع میں پیدا ہوا - ۱۲۱۷ع میں طلیطلہ کے دارالعلوم میں داخل ہوا - سات برس اس درس گاہ کے علمی فیض سے استفادہ کیا - پھر روم چلا گیا اور مسلی میں ۱۲۳۶ع تک رہا - اس نے ارسطو اور ابن رشد کی بعض

---

۱ - یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق -

۲ - تشکیل انسانیت ، ترجمہ عبدالمجید سالک - یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق - میراث اسلام از آرنلڈ - اخبارالاندلس ، مترجم منشی خلیل الرحمٰن - تمدن عرب ، مترجم سید بلگرامی - ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس - پی - سکاٹ -

Marfat.com

عربی کتب لاطینی میں منتقل کیں ۔

غرناطہ کی یونیورسٹی :¹

اس دور میں اسلامی حکومتیں اور اسلامی معاشرے کے اکابرین مسجد اور مدرسے کو ملحق رکھتے تھے ۔ چونکہ مسجد و مدرسہ ملحق ہوتے تھے اس لیے غرناطہ کی یونیورسٹی بھی مسجد کے ساتھ ہی قائم کی گئی ۔ امیر یوسف اول نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کی ذاتی نگرانی میں اس کی عمارت تیار ہوئی ۔ اس کے اخراجات کے لیے شاہی احکام کے مطابق ایک خصوصی خزانہ قائم کیا گیا جو اس کے اخراجات کا متحمل ہوتا تھا ۔ امیر یوسف اول کے بعد کے سلاطین بھی اس یونیورسٹی کی امداد فیاضی سے کرتے رہے ۔

اس کی عمارت عظیم الشان تھی ۔ اس کی شکل و صورت بالکل ان عمارات سے مشابہ تھی جو کہ امرا اپنے لیے تعمیر کرواتے تھے ۔ یہ امرا کبھی تو عمارت رفاہ عام کے لیے بنواتے تھے ، کبھی ثواب کے لیے اور کبھی نام و نمود کے لیے ۔ ہر حالت میں عمارت شاندار تعمیر کرواتے تھے ۔

احکام قرآنی کے مطابق اسلام میں جان داروں کے مجسمے بنانا منع ہے ، لیکن اس عمارت کے صدر دروازے پر قرآن مجید کی آیات کی بجائے شیروں کے سنگین بت بنائے گئے تھے ۔

جامعہ ھذا کی عمارت میں کمرے اس کے علمی اور انتظامی

---

۱ ۔ اخبار الاندلس ترجمہ منشی خلیل الرحمٰن ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔ ہسٹری آف دی عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ تمدن عرب از لیبان مترجم سید بلگرامی ۔ مسلمان اندلس میں ، مترجم رشید اختر ندوی ۔

Marfat.com

تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بہت موزوں تھے ۔ جن مقاصد کو مد نظر رکھ کر یہ کمرے تعمیر کیے گئے تھے ان کو یہ نہایت احسن طریقے سے پورا کرتے تھے ۔ ان کمروں میں کسی قسم کے نقش و نگار یا زیب و زینت نہ تھی البتہ دیواروں پر سنہرے حروف میں مشہور شاعروں کے چیدہ چیدہ اشعار اور معروف نثرنگاروں کے کلماتِ حکمت لکھے ہوئے تھے ۔ یہ کلمات اور اشعار طالب علموں کے اخلاق کی تشکیل کرتے تھے اور علم و دانش میں توسیع کرتے تھے ۔

دینی علوم کے علاوہ فلسفہ ، علم کیمیا ، علم ہیئت اور علم طب بھی پڑھایا جاتا تھا ۔ طبعی سائنس ، ریاضیات ، قانون ، دینیات بھی پڑھائی جاتی تھیں ۔

اس یونیورسٹی نے نہایت نامور علما پیدا کیے ہیں ۔ سیرت نگار عربوں نے ان لوگوں کے نام اور سوانح تحریر کیے ہیں جنھوں نے غرناطہ کی یونیورسٹی میں تعلیم پا کر علم ادب اور دیگر مفید دینی و دنیاوی علوم میں کمال پیدا کر کے شہرتِ دوام حاصل کی ۔

اس یونیورسٹی کا دروازہ غیر مسلموں کے لیے بھی ویسا ہی کھلا تھا جیسا کہ مسلمانوں کے واسطے ۔ اہالیانِ قشتالہ بھی اپنے طلباء کو بغرضِ تعلیم اپنے "دشمنوں" (مسلمانوں) کے دارالسلطنت بھیجتے تھے تاکہ وہ اس یونیورسٹی میں قیام کر کے اپنے علم و دانش کی توسیع کریں ، کردار میں پختگی پیدا کریں اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہوں ۔ یہاں آ کر وہ مسلمانوں کے ایسے علوم و ایجادات سے متعارف ہوتے تھے جن کا ان کے اپنے ملک میں نام و نشان بھی نہ تھا ۔

جزیرہ نمائے اندلس میں یہ آخری یونیورسٹی تھی اور یہی وہ

Marfat.com

آخری علمی ادارہ رہ گیا تھا جس کو یونیورسٹی پکارا جا سکتا تھا۔ یہ سائنٹیفک طریقے پر علوم سکھلاتی تھی۔ یہ آندلس کے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کی آخری جائے پناہ تھی۔ جس تہذیب کو دشمنوں نے تلوار کے زور سے قرطبہ سے جلا وطن کیا تھا، وہ تہذیب و ثقافت مع اپنے علم و دانش کے غرناطہ کی اس یونیورسٹی میں پناہ گزیں تھی۔ مسلمان خلفا نے اس کو پناہ دی اور علمی و تہذیبی فروغ کے مواقع مہیا کیے۔ غرناطہ کے خلفا کو بھی یہ تہذیب ایک ٹمٹاتا ہوا چراغ معلوم ہوتی تھی۔ کبھی اس تہذیب و ثقافت کو عروج حاصل تھا۔ اس نے پس ماندہ معاشرے کے مردہ جسم میں نئی روح پھونکی تھی۔ قرون وسطیٰ میں یورپ کے لیے اس تہذیب و ثقافت نے وہ کام کیا جو تاریکی میں آفتاب کرتا ہے [1]۔

اندلس کی علمی خدمات:

یورپ کی اصلاحی تحریکات عربوں کی اور خصوصاً آندلسی عربوں کی علمی خدمات کی وجہ سے کامیاب ہوئیں۔ یورپ کی تہذیب و تمدن اور علمی ارتقا کا گہوارہ اٹلی نہ تھا بلکہ اندلس تھا۔ جس وقت یورپ جہالت میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت قاہرہ اور بغداد کے علاوہ قرطبہ، غرناطہ اور طلیطلہ سے علم اور تہذیب کی ایسی روشنی پھوٹ رہی تھی جس نے یورپ میں تمدنی ارتقا کو ایک نئی صورت دی۔ خود مغربی مصنفین لکھتے ہیں کہ اگر عربوں نے علم و تمدن کے

۱۔ اخبارالاندلس ترجمہ منشی خلیل الرحمان۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس۔ پی۔ سکاٹ۔ ہسٹری آف دی عربز از فلپ۔ کے۔ سی۔ ہٹی۔ تمدن عرب از لی بان، مترجم سید بلگرامی۔ مسلمان اندلس میں، مترجم رشید اختر ندوی۔

Marfat.com

مختلف شعبوں میں ایجادات و کارہائے نمایاں نہ کیے ہوتے تو یورپ کی یہ ترقی یافتہ تہذیب کبھی جنم ہی نہ لیتی ۔ یورپ کے تمدنی اور علمی ارتقا کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلامی تہذیب کے موجود ہونے کا یقینی ثبوت نہ ہو ۔ یہ درست ہے کہ عربوں میں نیوٹن پیدا نہیں ہوا لیکن ان کی علمی و تمدنی ترقی نے ہی یورپ کی ایجادات کو بھی ممکن کیا اور نیوٹن کی تحقیقات کو بھی ممکن بنایا ۔[1]

ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں کہ سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت ممکن ہوئی ۔ جب عیسائی دنیا پر جہالت محیط تھی اور انہیں علمی مشاغل کی ہوا تک نہ لگی تھی اس وقت اندلس کی علمی ترقی ، سائنس ، انجینئرنگ اور دیگر شعبہ جات کے کارہائے نمایاں اور ایجادات و صنعتی کمالات نہ صرف اوج پر تھے بلکہ انہوں نے اندلس کے تمدن میں ایک نئی روح پھونکی اور نیا ولولہ متحرک کیا ۔

لی بان کہتے ہیں کہ یورپ میں تہذیب عربوں اور اندلسی عربوں کی بدولت آئی ۔ یورپ میں عربوں کے علوم سپین ، سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے ۔[2]

ایس ۔ پی ۔ سکاٹ کا کہنا ہے کہ وہ یورپ جو جہالت میں ڈوبا ہوا تھا ، اندلس کے علماء و حکماء کی وجہ سے روشن ہو گیا ۔

---

۱ ۔ یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ تشکیل انسانیت از بریفالٹ ترجمہ عبدالمجید سالک ۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈریپر ، ترجمہ مولانا ظفر علی خاں ۔

۲ ۔ تمدن عرب از لی بان ترجمہ سید بلگرامی ، ص ۵۱۳ ۔ یورپ پر اسلام کے احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ تشکیل انسانیت ، از بریفالٹ ترجمہ عبدالمجید سالک ۔ اخبار الاندلس مترجم منشی خلیل الرحمان ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔

Marfat.com

وہ اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ ابن رشد کے فلسفے ، ابن البیطار کے علم نباتات ، ابو القاسم کے علمِ جراحی ، ابن العوام کے علمِ زراعت اور ابن الخطیب کے علمِ تاریخ نے یورپ میں علمی تحریک پیدا کی اور انھی کے علمی فیض سے یورپ نے ترقی کی ۔

راجر بیکن اپنے طلباء سے کہا کرتے تھے کہ اگر علم سیکھنا ہے تو یورپ کے مدارس سے نکل کر عربوں کی آندلسی درسگاہوں میں جاؤ اور عربوں سے علمی استفادہ کرو۔[1]

* * *

---

۱ ۔ ہسٹری آف دی عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ اخبار الاندلس ، مترجم منشی خلیل الرحمن ۔ یورپ پر اسلام کے احسانات ، از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ میراث اسلام ، از آرنلڈ ۔

Marfat.com

Marfat.com

صقلیہ کے مدارس

صقلیہ یا سسلی :

بحیرۂ روم کے تمام جزائر میں سب سے بڑا ، سب سے زیادہ زرخیز اور سب سے زیادہ آباد جزیرہ صقلیہ ہے ۔ خلیج مسینا اس کو اٹلی سے جدا کرتی ہے ۔ اس کی شکل مثلث کی سی ہے ۔

صقلیہ میں مسلمان :

صقلیہ میں وقتاً فوقتاً مختلف قومیں برسر اقتدار آتی رہیں ۔ ۳۳ھ میں مسلمانوں کا سب سے پہلا قافلہ معاویہ بن خدیج کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا ۔ اس میں حجاز اور عرب کے شریف قبیلوں کے ممتاز افراد تھے ۔ ان میں علمائے گرامی قدر کی کثیر تعداد تھی لیکن ان میں سے کوئی یہاں مستقل قیام کے لیے نہ ٹھہرا ۔

اس کے بعد ڈیڑھ سو برس تک عربوں کے مختلف قافلے آئے اور یہاں پر مستقل قیام کیا ۔ ان قافلوں میں مختلف طبقوں سے لوگ آئے ۔ عرب کے شریف قبیلوں سے ممتاز گرامی قدر علماء آئے ۔ افریقہ کے بربر اور موالی بھی آئے اور صقلیہ میں مستقل قیام کر کے صقلی کہلائے ۔ [1]

اسلامی حکومت کا قیام :

صقلیہ میں اسلامی حکومت کا بانی قاضی اسد بن فرات

---

۱ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد اول ، از سید ریاست علی ندوی ۔ صقلیہ کی تاریخ جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ۔ اخبار الاندلس ، جلد دوم ، منشی خلیل الرحمن ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، ۲/۱۸ ۔ کراسہ ۳ ۔

Marfat.com

(۲۱۲ھ — ۲۹۶ھ) تھا ۔ افریقہ کے مسلمان حاکموں نے صقلیہ کو دارالسلام بنانے کا فیصلہ کیا اور قاضی اسد بن فرات کو صقلیہ جانے کا حکم دیا اور صقلیہ کے امیر کا عہدہ دیا ۔ یہ اسلامی لشکر کروفر کے ساتھ قیروان سے روانہ ہوا اور وہاں جا کر اسلامی حکومت قائم کی جو کہ ایک سو بارہ برس تک قائم رہی ۔

صقلیہ میں علوم کی ترقی :

صقلیہ میں ہر شعبے میں مسلمانوں نے ترقی کی اور علوم و فنون میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ بعض حالت میں ان کو دوام حاصل ہے ۔ ان کے ذریعے اٹلی میں نہ صرف اسلامی حکومت قائم ہوئی بلکہ علوم و فنون کی بھی اشاعت ہوئی ۔

صقلیہ کے فاتح اسد بن فرات خود بھی سرچشمۂ علوم و معارف تھے ۔ جب وہ افریقہ سے صقلیہ کو روانہ ہونے لگے تو ان کی پرکشش شخصیت اور فضیلت کی وجہ سے افریقہ کے بہت سے اکابر علم ان کے ساتھ ہو لیے ۔ ”ریاض النفس“ کے مصنف کا بیان ہے کہ جب اسد بن فرات سوسہ سے صقلیہ کو روانہ ہوئے تو اہلِ علم ان کی علمی شخصیت کی کشش کی وجہ سے بے ساختہ ہمراہ ہو لیے ۔ چنانچہ عبدالرحیم ، ابنِ قاسم ، شعب ، ابنِ وہب ، علی بن زیاد ، یالول بن راشد اور ابنِ اثیر جیسے اہلِ علم ان کے ساتھ تھے ۔

صقلیہ میں علمی ترقی کا دوسرا سبب یہاں کے اہلِ علم کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر دینا تھا ۔ ابنِ حوقل لکھتا ہے کہ دارالحکومت کے باشندوں میں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے ۔ بلرم میں تین سو اساتذہ ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ دشمن کے حملے کے وقت جہاد میں شرکت سے مستثنیٰ ہیں ۔

Marfat.com

ارباب حکومت خود با کمال علماء تھے، علم دوست بھی تھے اور علم کے فروغ کا شوق بھی رکھتے تھے۔ یہ لوگ صرف ادب ہی کے ممتاز علما نہ تھے، محض شعر و شاعری کے ماہر ہی نہ تھے بلکہ بہت سے دوسرے علوم حدیث و فقہ وغیرہ کے بھی گرامی قدر علماء تھے۔ دولت فاطمیہ اور کلبیہ کے دور میں امراء اور عہدہ داران حکومت اہل علم بھی تھے۔ ان ارکان حکومت کا تذکرہ طبقات میں ارباب علم و دانش کی فہرست میں تحریر ہے۔

اراکین حکومت جو گراں قدر عالم بھی تھے، ان میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

عبداللہ بن محمد اغلبی، ابو العباس خلیل بن اسحاق، ثقۃ الدولہ، ثابت الدولہ، تاج الدولہ، مستخلص الدولہ، قائد ابو الفتوح، ابو الفضل و احمد بن علی فہری صاحب الشرطہ، امیر ابو محمد بن عماد منصور کلبی، قائد ابو محمد حسن بن عمر بن مشکور، امیر ابو محمد جعفر بن طیب الکلبی، امیر شیخ الدولہ، عبدالرحمٰن اللؤلو، ابوالقاسم، عبداللہ بن سلیمان الکلبی، ابوالحسن بن علی بن المعلم صاحب دیوان الصناعہ۔

ان علماء کو مختلف علوم مثلاً حدیث، فقہ، ادب اور شعر و شاعری میں امتیاز حاصل تھا۔ مؤرخین نے ان ارکان سلطنت کا تذکرہ عالی مرتبت گرامی قدر علماء کی حیثیت سے تاریخ میں کیا ہے۔ طبقات میں یہ بھی لکھا ہے کہ صقلیہ میں علمی ارتقاء، علمی کارناموں اور ایجادات و تالیفات میں ان ارکان دولت کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ وہ خود بھی ممتاز عالم تھے اور علماء و شعراء کے قدردان تھے۔ دور دراز کے ملکوں سے اہل کمال صقلیہ میں پہنچتے تھے۔[1]

1۔ صقلیہ کی تاریخ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی۔ اخبارالاندلس، جلد دوم، ترجمہ منشی خلیل الرحمن۔ السائیکلو پیڈیا آف اسلام، جلد ۲، ۱۸/۲، کرامسہ ۳۔

Marfat.com

علمی ترقی کا ایک سبب اُس کی جغرافیائی جائے وقوع ہے ۔ اُس زمانے میں اندلس ، افریقہ ، مصر و شام اسلامی علوم و ادب کے مراکز تھے ۔ جو اہلِ علم و دانش مصر و شام سے اندلس جاتے یا اندلس سے مصر و شام جاتے ، وہ یہاں سے بھی ہوکر جاتے ۔ ایسے ممتاز اور نامی گرامی علماء کا تذکرہ مؤرخین کی تحریروں میں موجود ہے جو صقلیہ میں ٹھہرے ۔

صقلیہ نے بتدریج علم کا اعلیٰ معیار قائم کیا کہ دور دراز کے ممالک سے لوگ یہاں کے علماء سے استفادہ کرنے کے لیے آتے ۔ قفطی طاہر بن محمد بن رقبائی کے حالات میں لکھتا ہے کہ یہ عالم صیقلی تھا اور سپین میں رہتا تھا ۔ یہ عربی علم و ادب کی نثر و نظم میں یکتا تھا ۔ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا ۔ ہر مقام سے علم کے پیاسے اُس کے پاس آتے تھے ۔[1]

اگر افریقہ میں کسی صاحبِ علم کی قدر نہ رہتی یا علمی فروغ کے سواقع جاتے رہتے تو وہ علمی قدردانی کی وجہ سے صقلیہ کا رخ کرتا ۔ اگر اندلس میں کسی صاحب علم کے لیے حالات سازگار نہ رہتے تو وہ بھی صقلیہ کی راہ لیتا اور صقلیہ میں مستقل اقامت اختیار کر لیتا ۔ صقلیہ کے مہاجروں یا نو آبادکاوں میں شیخ میرا ذغی ، سعید بن فتحون قرطبی اور ابن رشیق قیروانی جیسے اربابِ علم و فضل نمایاں ہیں ۔

عہدِ اسلامی میں علمی ترقی :

صقلیہ میں علمی ارتقاء و علمی فروغ ان ہی وجوہات کے باعث

---

۱ ۔ تاریخِ صقلیہ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔ اخبارالاندلس ، جلد دوم، ترجمہ منشی خلیل الرحمٰن ۔

Marfat.com

ہوا اور اس نے اپنے دور میں ایک ممتاز علمی مقام حاصل کیا - علم کے پیاسوں نے اس کو علم کا سرچشمہ بنا کر اپنی پیاس بجھائی - مؤرخین نے صقلیہ کی علمی منزلت اور اس کے ممتاز مقام کا اعتراف کیا ہے - سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے صقلیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں سے کثیر تعداد ممتاز اور نامی گرامی علماء کی نکلی[1] - نخبۃ الدہر کا مصنف لکھتا ہے کہ اسلامی دور میں صقلیہ میں علمی ترقی عروج پر تھی اور علماء ، ادبا اور فضلا کی کثرت تھی - علمی ترقی اور علماء کی کثرت اندلس کی مانند تھی - ابنِ فضل اللہ الرقسقی نے لکھا ہے کہ صقلیہ کا اسلامی دور اس کی علمی ترقی پر فخر کر سکتا ہے - عہدِ اسلامی میں بیدار مغز بادشاہ اور بڑے بڑے ادباء موجود تھے اور ان میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا کہ جس کے پاس دور دراز ممالک سے سفر کر کے لوگ نہ پہنچتے ہوں اور صلہ نہ پاتے ہوں - بادشاہ اہلِ علم کو عطیات ، انعامات اور صلے فراخ دلی سے عطا کرتے تھے -

صقلیہ فتح کرنے والے سالار لشکر قاضی اسد بن فرات کا فقہی کارنامہ ''المدونہ'' کے نام سے مشہور ہے - ان کے ہمراہ گرامی قدر علماء کی ایک جماعت تھی جو کہ صقلیہ کے فتح ہوتے ہی امیر صقلیہ کے ساتھ وہیں قیام پذیر ہوگئے - امیر کی حوصلہ افزائی اور ان اربابِ علم و دانش کی علمی جدوجہد کی وجہ سے صقلیہ کی مساجد میں علوم اسلامیہ کے بہت سے مراکز قائم ہوگئے جہاں درس و تدریس ہوتا تھا اور ممتاز علماء درس دیتے تھے -

---

۱ - کتاب انساب از سمعانی، صفحہ ۳۰۴ - ۲ - مسالک ابصار فی ممالک الامصار-
صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی -

Marfat.com

بلرم کا مدرسہ:

صقلیہ کا دارالخلافہ بلرم تھا جو شان و شوکت میں قرطبہ کا ہمسر تھا۔ ابن حوقل ۳۶۲ھ میں یہاں پہنچا تو یہاں تین سو سے زیادہ مسجدیں موجود تھیں۔ اس کے بیان کے مطابق تیرہ سو اساتذہ تدریس میں مصروف رہتے تھے[1]۔

یونیورسٹیاں:

سیاح ابن حوقل بلرم اور مسینا کی یونیورسٹیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہ یونیورسٹیاں بھی مسجدوں میں ہی قائم تھیں، اس دور میں درس گاہوں کے لیے جداگانہ عمارتوں کا رواج نہ تھا۔ اگر درس گاہ کے مقصد کے لیے عمارت بنائی جاتی تو وہ بھی مسجد ہی کی شکل میں ہوتی۔ بلرم میں مساجد کی کثرت کی وجہ یہ تھی کہ یہ مسجدیں درس گاہ کا فریضہ انجام دینے کے لیے بھی بنائی جاتیں تھیں۔"

ابن حوقل لکھتا ہے کہ:

"ان دس مسجدوں میں سے جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے، ایک مسجد ابو محمد قفصی کی تھی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔ اس کے پہلو میں بیس قدم کے فاصلے پر ایک دوسری مسجد تھی جس کو انھوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے مقصد کے لیے تعمیر کروایا تھا۔"

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد ۱۸/۶، کراسہ ۳۔ کتاب المسالک و الممالک از ابن حوقل، ص ۱۸۳۔ صقلیہ کی تاریخ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی

Marfat.com

صقلیہ میں کثرتِ مساجد :

ابنِ حوقل کا کہنا ہے کہ بلرم میں تین سو سے زیادہ مسجدیں تھیں ، ان کی عمارتیں شاندار تھیں ۔ بلرم میں اس کثرتِ مساجد سے ابنِ حوقل محو حیرت رہ گیا ۔ اُس کا کہنا ہے کہ میں نے ایک دن بغور دیکھا کہ صرف اس قدر مسافت میں کہ جہاں تک ایک تیر پہنچ سکتا ہے ، دس مسجدیں موجود تھیں ۔ جن میں سے ایک ابو محمد قنصی کے نماز پڑھنے کے لیے تھی اور دوسری اُس کے لڑکے کی درس گاہ تھی ۔

اسی طرح وہ مزید کہتا ہے کہ بلرم کے قرب و جوار میں بھی مسجدیں کثرت سے تھیں ۔ ادریسی نے معسکر سے بیضا تک تین میل کی آبادی میں دو سو مسجدیں بتائی ہیں[1] ۔ یاقوت حموی نے کہا ہے کہ خالصہ کی شہر پناہ کے اردگرد دو سو مسجدیں تھیں[2] ۔

صقلیہ میں مسجدوں کی کثرت کی ایک وجہ یہ تھی کہ بلرم کے معززین اور رؤسا میں قبائلی و خاندانی مسجدوں کا رواج تھا ۔ یہ لوگ اپنے اپنے کنبے کے لیے جدا جدا مسجدیں بناتے تھے جن میں اُن کے اہل و عیال ، حوالی موالی اور خدم و حشم نماز پڑھتے تھے ۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس وقت ایک مدرسے کے لیے جداگانہ عمارتوں کا رواج نہ تھا بلکہ شہر کی مسجدوں میں ہی مدرسے قائم تھے ۔

ابنِ جبیر ۵۸۰ھ میں نارمنوں کے زمانے میں صقلیہ گیا ۔ اُس

---

۱ ۔ کتاب المسالک و الممالک از ابن حوقل ، ص ۱۸۲ ۔ نزہۃ المشتاق از ادریسی ۔

۲ ۔ معجم البلدان از یاقوت حموی ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔

Marfat.com

نے لکھا ہے کہ بلرم کی اکثر مساجد میں تعلیم قرآن مجید کے مدارس تھے[1] - ابن جبیر نے مزید لکھا ہے کہ اہل علم اور ارباب کمال صقلیہ کی مسجدوں میں مسند درس بچھاتے تھے اور علوم قرآن کا درس مسجدوں میں جاری رہتا تھا اور اکثر قرآن مجید پڑھانے والے اساتذہ کی خطبہ گاہ ہیں -[2]

ابن جبیر نارمنوں کے زمانے میں صقلیہ گیا تھا - اس نے لکھا ہے کہ اسلامی دور میں بلرم میں بڑے بڑے محدثین ، فقہا ، صوفیا اور ارباب ادب پیدا ہوئے - اسلامی سلطنت کے خاتمے پر ان میں سے بہت سے ہجرت کر گئے اور اکثر نارمنوں کے دور میں بھی اسی طرح علمی خدمات میں مصروف رہے جس طرح کہ وہ صقلیہ میں اسلامی دور حکومت میں مشغول تھے - انھوں نے اسی سرزمین کو اپنی آخری آرام گاہ بنایا -

صقلیہ میں مسلمانوں کی حکومت کے وقت اسلامی علوم میں بہت ارتقا ہو چکا تھا - اس زمانے کے مقبول علوم یہ تھے : قرآن پاک ، حدیث ، فقہ ، اصول فقہ ، اصول حدیث ، علم کلام و مناظرہ ، مغازی ، تاریخ ، رجال ، صرف و نحو ، ادب ، لغت اور طب کی تدوین ہو چکی تھی - مسلمانوں میں یہ علوم مقبول و معروف ہو چکے تھے - مسلمان ان ہی علوم کو لے کر صقلیہ میں پہنچے تھے[3] -

---

۱ - اخبارالاندلس ، جلد سوم ، ترجمہ منشی خلیل الرحمان - الرحلة از ابن جبیر - صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی

۲ - الرحلة از ابن جبیر ، ص ۳۳۲ - صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی - اخبارالاندلس ، جلد سوم ، ترجمہ منشی خلیل الرحمان -

۳ - الرحلة از ابن جبیر ، ص ۳۳۲ - صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی - اخبارالاندلس ، جلد سوم ، منشی خلیل الرحمان
انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، ۲/۱۸ ، کراسہ ۲۰۲

Marfat.com

اس سرزمین نے بڑے بڑے ماہر فن ، محدثین ، فقہا ، متکلمین ، صوفیہ اور ارباب ادب پیدا کیے ۔ پھر اسلامی دور کے خاتمے پر بھی یہ علما اپنے علمی کارناموں کو پیش کرتے رہے ۔ ادریسی نے نارمنوں ہی کے دور میں چاندی کا کرہ بنایا اور نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق لکھی جس کو شہرت ملی ۔ علماء نے علوم عقلیہ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ۔

صقلیہ کے لاتعداد ماہرینِ قرآن تھے جن میں سے صرف بارہ نام مل سکے ہیں ۔ ان ماہرین میں سے بعض کی تالیفات علومِ قرأت و تفسیر پر ہیں ۔ ان میں سے اکثر چوتھی پانچویں صدی ہجری کے تھے ۔ ان کی بعض کتابیں اسلامی ملکوں میں اپنے فن کی اساس سمجھی گئی ہیں ۔ علم و ادب ، صرف و نحو ، لغت ، انشاء ، عروض ، شاعری کے نامور ادباء کی طویل فہرست بنتی ہے ۔[1]

ان درس گاہوں میں طریقۂ تعلیم وہی تھا جو کہ اس عہد میں تمام اسلامی ملکوں میں تھا ۔ املاء و سماع کا طریقہ رائج تھا ۔ مدرسہ و اساتذہ کے لیے جو نظم و نسق تھا اس کا تفصیلی تذکرہ نہیں ملتا ۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اساتذہ و معلمین میں رتبے کا فرق تھا اور ان کے عہدوں سے اس فرق کا پتا چلتا تھا ۔ جن علما کے تذکرے دستیاب ہیں وہ صقلیہ ہی میں رہتے تھے ۔ ان درس گاہوں کا صدر اساتذہ ہی میں سے منتخب ہوتا تھا ۔

کتابوں کے درس و تدریس کے اجازت نامے اور سندیں دوسرے اسلامی ممالک کی طرح یہاں بھی رائج تھیں اور ان سندوں

1۔ کتاب السانب از سمعانی ، ص ۵۰۵ ۔ صقلیہ کی تاریخ جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ۔

Marfat.com

کو بہت وقعت حاصل تھی ۔ ابنِ القطاع الصقلی متوفی ۵۱۵ھ کو صحاح جوہری کی سند اُس کے اُستاد ابوبکر محمد سے ملی تھی ۔ اس کے بعد وہ مصر میں پہنچے ۔ اس وقت صحاح جوہری کی سند بہت کم یاب تھی ۔ ابنِ القطاع بہت مقبول ہوئے اور علم کے متلاشی ان کے پاس آنے لگے ۔

عرب سیاح ابنِ حوقل ۳۶۲ھ میں صقلیہ آیا ۔ ۳۶۷ھ میں اس نے اپنا سفرنامہ کتاب المسالک و الممالک کے نام سے لکھا اور پلرم کے حالات پر علیحدہ رسالہ لکھا ۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان لکھ کر اہلِ صقلیہ اور صقلی علماء کی علمی خدمات کو سراہا ۔ ابنِ جبیر ۵۸۵ھ میں صقلیہ آیا اور اپنے سفرنامے میں یہاں کے علوم و فنون اور علماء کی علمی ایجادات اور کارناموں کو سراہا ۔

صقلی علما و اکابرین علم جغرافیہ سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے ۔ شریف ادریسی کا دنیا کا کرہ اور اُس کا سفرنامہ ''نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق'' کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے ۔ نارمن بادشاہ راجر نے ادریسی کو ایسا کرہ تیار کرنے کے لیے کہا جس سے زمین کی ہیئت کا صحیح اندازہ ہو سکے ۔ ادریسی نے راجر کی عطا کردہ نقرئی اینٹ کی چاندی کو پگھلا کر قدیم اصولِ ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے لیے چند دائرے بنائے اور انھیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا ۔ گویا افلاک کے مختلف طبق تھے ۔ پھر زمین کے لیے ایک دوسرا مدور کرہ تیار کیا گیا ۔ اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ، ستارے و سیارے دکھائے گئے اور زمین کے عظیم الشان سانچے پر دنیا کے شہروں ، پہاڑوں ، سمندروں ، دریاؤں ، وادیوں اور ان کے نشیب

Marfat.com

و فراز کو پیش کیا گیا ۔ صقلی اہل علم ادریسی کے معاون تھے ۔ اس کرہ کا قطر چھ فٹ تھا اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من ۔ ادریسی کے اس کارنامے پر فیاضانہ عطیات دیے گئے ۔[1]

راجر نے اس نقرئی کرہ کی تشریح کے لیے ایک کتاب تالیف کرنے کی خواہش کی تاکہ اس کے تمام بیانات چشم دیدہ حالات پر مبنی ہوں ۔ اس مقصد کے لیے ادریسی نے پندرہ برس سیاحت میں صرف کیے ۔ اور واپس آ کر "نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق" تحریر کی ۔ یہ علم جغرافیہ کا ایسا کارنامہ ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا ۔[2]

"نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق" میں ستر نقشے ہیں ۔ ایک نقشے میں اس نے نیل کا صحیح دہانہ دکھایا ہے ۔[3] اس کی کتاب اور نقشہ جات یورپ کی تقریباً تمام زبانوں میں ترجمہ ہوئے اور یہ دو سو سال تک نصاب میں شامل رہی ۔

ادریسی کی دوسری کتاب "روض الانس" یا "نزہتہ النفس کتاب الملک و المسالک" ہے ۔ اصفہانی کے مطابق یہ نزہتہ المشتاق سے زیادہ ضخیم تھی ۔ ابو الفدا کے مآخذ میں بھی یہ شامل رہی ۔ اس نے اس کتاب کو الممالک کے نام سے موسوم کیا ۔ شریف ادریسی ۱۱۶۶ء میں فوت ہوگیا[4] ۔

---

۱ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ۔
۲ ۔ جریدۃالعصر ، دارامادی ، ص ۶۱۱ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔
۳ ۔ فہرست کتب خانہ خدیو ، جلد ۵ ، صفحہ ۱۶۶ ۔انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، ترجمہ ادریسہ ۔ آداب اللغۃ عربیہ ، جلد سوئم ، ص ۶ ۔
۴ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔ تقویم البلدان از ابوالفدا ۔

Marfat.com

علم ہیئت و علم ریاضیات :

علم ہیئت بھی عربوں کا محبوب علم رہا ہے ۔ وہ جہاں بھی جاتے فلک پیمائی کرتے نظر آتے ۔ صقلیہ میں بلرم اور مسینا میں رصد گاہیں قائم تھیں جہاں ہیئت کے عملی تجربے کیے جاتے تھے ۔ صقلیہ کے منجمین کا علم محض کروں اور دائروں تک محدود نہ تھا بلکہ وہ اس علم سے مذہبی امور میں عملی فائدہ بھی اٹھاتے تھے ۔ وہ نماز کے اوقات کا اسی سے تعین کرتے تھے ۔ مسجدوں کے میناروں پر رصد گاہیں قائم کرتے تھے ۔ انھوں نے عوام میں بھی علم ہیئت و نجوم کو مقبول کیا ۔ ایس ۔ پی ۔ سکاٹ[1] نے لکھا ہے کہ قرطبہ میں بہت سے آلات ایجاد کیے گئے ۔ ان آلات کے ذریعے عربی ہیئت دان بلرم کی مساجد کے میناروں سے سیاروں کی حرکات اور کسوف و خسوف کے اوقات کا مطالعہ کرتے تھے ۔ اس طرح سے مسلمان انھی مقدس عبادت گاہوں کے میناروں تک کو سائنٹیفک تحقیقات کے لیے استعمال کرتے تھے ۔

صقلیہ کے عربوں نے ریاضیات میں کمال حاصل کیا ۔ عربی مہندسوں نے علم ہندسہ سے ہی پانی کے آلات کو ترقی دی جن سے بحری سفر میں آسانیاں پیدا ہوگئیں ۔ ریاضی دانوں و ہیئت دانوں نے ایسی اختراعات و ایجادات کیں جن سے زندگی کے کاروبار میں سہولتیں پیدا ہوگئیں ۔ ان میں صنعتی کاموں کے لیے آلات اور مشینوں کا بنانا بھی شامل ہے ۔[2]

---

۱ ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔ اخبار الاندلس ، جلد دوم ، ترجمہ منشی خلیل الرحمن ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔

۲ ۔ اخبار الاندلس ، جلد دوم از منشی خلیل الرحمن ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، از سید ریاست علی ندوی ۔

Marfat.com

پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے طریقوں کو بہت کامیابی سے ترقی دی ۔ اس کام کے لیے نئے نئے آلات دریافت کیے ۔ صقلیہ میں جس کثرت سے دریا اور چشمے تھے اسی کثرت سے پانی کے کارخانے قائم کیے گئے اور ہرجگہ بڑی تعداد میں پن چکیاں قائم کیں ۔ ادریسی دریاؤں ، نہروں اور چشموں کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان میں بکثرت چکیاں ہیں ۔[1]

بعض چشمے جو کبھی کبھی کسی خاص موسم میں بہتے تھے اُن میں بھی پن چکیاں قائم تھیں ۔ جب ان میں پانی آتا تو ان ہی پن چکیوں کے ذریعے یہ پانی قریب کی وادیوں میں بھر لیتے تھے ۔ چنانچہ ادریسی لکھتا ہے :

"یہاں ایک عجیب و غریب نہر ہے جو کبھی کبھی بہتی ہے ۔ اُس کے بہنے کا سال بھی غیر معینہ ہے ۔ جب یہ بہتی ہے تو دریا بنا دیتی ہے ۔ اسی وقت پن چکیاں قائم کر دی جاتی ہیں اور ان سے وادیوں کو بھر لیا جاتا ہے[2] ۔"

صقلیہ میں مسلمانوں نے پانی کی مدد سے ایک آبی گھڑی تیار کی تھی جو ایک چشمے میں لگی ہوئی تھی ۔ یہ شہر کے مسلمانوں کو نماز کے اوقات سے باخبر کرتی تھی ۔ جس چشمے میں وہ لگی ہوئی تھی اُس کو "عین الاوقات" کہتے تھے ۔ ادریسی اور فضل اللہ عمری نے اس کا تذکرہ کیا ہے ۔

---

۱ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ۔ اخبار الاندلس ، جلد دوم، ترجمہ منشی خلیل الرحمٰن ۔ نزہۃ المشتاق از الادریسی ۔

۲ ۔ نزہۃ المشتاق از الادریسی ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، ترجمہ الادریسی ۔

Marfat.com

صقلیہ کی بنی ہوئی گھڑی راجر دوم کے عہد میں بنی تھی۔ اس پر اس کا نام کندہ ہے اور وہ آج تک موجود ہے۔ مسٹر ایم۔پی سرٹ لکھتے ہیں کہ صقلیہ کے مسلمانوں نے وقت کا اندازہ لگانے کے لیے جو اختراعات کیں ان میں وہ سب سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اس گھڑی کو موجودہ زمانے کی گھڑیوں کا مورثِ اعلیٰ کہا جائے تو مناسب ہوگا۔

ادریسی کے چاندی کے کرے کے علاوہ صقلیہ کے بنے ہوئے اصطرلاب آج تک یورپ کے عجائب خانوں میں موجود ہیں۔

ابنِ بشرون صقلی نے ایک کتاب "سرّ الکیمیا" لکھی۔ اس کا نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے "عمل الاصباغ و المداد و الحبر" کیمیا کی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ اس کا بھی ایک نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے۔ اس کتاب میں رنگ سازی اور روشنائی بنانے کے طریقے درج ہیں۔

* * *

Marfat.com

اٹلی کے دارالعلوم

صقلیہ یا سسلی کے مدارس ، دارالعلوم اور اُن میں علوم کے عروج کا اثر اٹلی میں بھی پہنچا - اٹلی میں بھی مختلف وقتوں میں مدارس اور تعلیم کے متعدد مراکز قائم کیے گئے - ان میں علوم عقلی کا ارتقاء ہوا اور آزادیٔ خیال کی تحریک پیدا ہوئی - یورپ کو بیدار کرنے میں اٹلی کے علمی مراکز کا بہت بڑا حصہ ہے -

اٹلی کے دارالعلوم میں مسلمان علما نے مختلف علوم کے ارتقا و فروغ میں نمایاں حصہ لیا - انھوں نے مختلف علوم فلسفہ ، ریاضیات اور ادب و شاعری کو یورپ میں بھی مقبول کیا -

اٹلی میں تین یونیورسٹیوں کا ذکر ملتا ہے : نیپلز کی یونیورسٹی پیڈوآ کا دارالعلوم اور سلرنو کی طبی یونیورسٹی - ان کی علمی خدمات کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے -

نیپلز کی یونیورسٹی :

نیپاز کا شہر بحیرۂ روم کے وسط میں واقع تھا - یہاں کی آب و ہوا نہایت صحت بخش تھی اور ہر چیز ارزاں و افراط سے تھی - علم کے شائق طلبہ یہاں کھنچے چلے آتے تھے - اُن کے حقوق اور جان کا تحفظ کیا جاتا اور وطن آنے جانے میں اُن کی غیر معمولی حفاظت کی جاتی تھی -

فریڈرک نے نیپلز میں عقلی علوم کے لیے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جس میں مختلف اسلامی ممالک کے ممتاز اہل علم اساتذہ مقرر کیے

Marfat.com

گئے - ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا گیا - مصر و شام اور دیگر مشرقی و یورپی ممالک کے کتب خانوں سے نایاب کتابیں فراہم کی گئیں - یہاں بھی اسلامی مدارس کی طرز پر طلبہ کے لیے وظائف مقرر تھے لہذا یورپ کے گوشے گوشے سے طلبہ یہاں تحصیل علم کے لیے آتے تھے اور علم کی دولت حاصل کرتے تھے - نیپلز کی یونیورسٹی نے یورپ کی جہالت دور کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی خدمات انجام دیں[1] -

پیڈوآ کی یونیورسٹی :

شمالی اٹلی کا شہر پیڈوآ بھی علوم کا مرکز بنا اور یہاں بھی مسلمان اساتذہ کی نگرانی میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی جس میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی اساتذہ بھی تعلیم دیتے تھے - یہاں بھی مختلف علوم و فنون مثلاً ادب ، طب ، فلسفہ ، سائنس اور ریاضیات وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور مسلمان حکماء و فلاسفروں کی کتب پڑھائی جاتی تھیں[2] - ابن رشد کے فلسفے کو اس یونیورسٹی میں بڑی مقبولیت حاصل تھی - اس کی کتابوں کے بہت سے تراجم از سر نو ہوئے - دوسرے فلسفیوں کے مقابلے میں اس کے فلسفے کی پر زور حمایت کی گئی - پیڈوآ کے یورپین اساتذہ نے بھی ان کے فلسفے کو مقبول کیا - اہل یورپ نے اس یونیورسٹی کی طرف خاص توجہ دی -

---

۱ - تمدن عرب از موسیو لی بان ، ترجمہ سید بلگرامی - اخبار الاندلس ، جلد ۲ ، ص ۴۴ ، ترجمہ منشی خلیل الرحمٰن - صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم ، ص ۱۴۴ از سید ریاست علی ندوی -

۲ - ابن رشد ، ص ۷۷ از رینان - معرکہ مذہب و سائنس از ڈریپر -

Marfat.com

پیڈوا اپنی یونیورسٹی کی وجہ سے مدت سے مشہور چلا آتا ہے۔ اسے فریڈرک دوم نے ۱۲۲۵ء میں قائم کیا[1]۔ وینس کے زمانۂ حکومت میں یہ یونیورسٹی تین اکابر کی ایک مجلس کے زیر اقتدار تھی۔ اس کے اساتذہ و طلبہ کی فہرست طویل اور شاندار ہے۔ موسیو لی بان لکھتے ہیں: "اٹلی کے دارالعلوم میں عربوں کی تصانیف کو بہت قدر و منزلت حاصل تھی اور کہا جاتا تھا کہ عربوں کی تحریر کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔"

ٹاولنم اور بارلی کے مدارس اس عہد کے مشہور مدرسے تھے اور کامیابی سے علم کو فروغ دے رہے تھے۔ یہاں پر اسلامی فلسفہ و حکمت کی تعلیم دی جاتی تھی۔[2]

سلرنو کا طبیہ کالج:

یورپ میں سب سے پہلا طبی مدرسہ سلرنو میں مسلمانوں نے قائم کیا اور اس کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ اسی کے ذریعے یورپ علم طب سے متعارف ہوا اور طبی تحقیقات کا عظیم الشان دروازہ کھل گیا۔ گبن لکھتا ہے "فن طب میں عربوں کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ سلرنو کے مدرسے نے جسے مسلمانوں نے قائم کیا تھا، اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں کو زندہ اور مقبول کیا[3]۔"

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد دوم، ص ۴۴۵۔ تمدن عرب از موسیو لی بان، ترجمہ سید بلگرامی، ص ۵۱۵ - ۵۱۶۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈریپر۔ ابن رشد از موسیو رینان۔

۲۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈریپر۔ صقلیہ کی تاریخ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی۔

۳۔ صقلیہ کی تاریخ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی، ص ۴۳۶۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈریپر۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، جلد ۲۷، ص ۹۷۴۔ محمڈلزم از مارگولیتھ۔ تاریخ ارتقائے انسانی۔

Marfat.com

ڈریپر لکھتا ہے کہ "یوروپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلرنو میں قائم کیا تھا ۔ یہ طبی مدرسہ آٹھویں صدی عیسوی سے قائم تھا ۔ فریڈرک دوم نے اس پر بڑی توجہ کی ۔ مسلمان ماہرینِ فن اور مسلمانوں کے تربیت یافتہ یہود اطبا اس میں پڑھاتے تھے ۔ اس میں طب اور جراحی دونوں کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی ۔ نصابِ درس خالص اسلامی علم طب کی کتابوں پر مشتمل تھا ۔"

اس مدرسہ میں تین زبانیں پڑھائی جاتی تھیں اور نصاب کی بیشتر کتابیں عربی زبان میں تھیں ۔ عربی زبان کو اس عہد میں نمایاں مقام حاصل تھا ۔ عربی زبان کی تحصیل اسی طرح ضروری تھی جیسے موجودہ زمانے میں جدید علمِ طب حاصل کرنے کے لیے کسی یوروپین زبان کو جاننا ضروری ہے تاہم دوسری زبانوں میں بھی تعلیم کی گنجائش تھی ۔ زبان سے عدم واقفیت کی وجہ سے کوئی فرد طب کے علم سے محروم نہیں رہتا تھا[۱] ۔

مارگولیتھ لکھتا ہے کہ طبی تعلیم کے لیے یورپ پر عربی کا اثر سب سے زیادہ دنوں تک قائم رہا ۔ اس علم کی تحصیل کے لیے عربی زبان سترھویں صدی تک نہایت اہم سمجھی جاتی تھی ۔

اس مدرسے میں بلا تخصیص مذہب و ملت ہر مذہب کے طلبا داخلہ لیتے تھے ۔ مدرسہ کے ممتاز اور عالی مرتبت اساتذہ طبی

---

۱ ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی ، ص ۲۳۴ ۔ اخبار الاندلس ، جلد دوم از منشی خلیل الرحمٰن ۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ص ، جلد ۲۷ ، ۹۷۴ ۔ ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔

Marfat.com

تحقیقات میں مصروف رہتے تھے ۔ عیسائی مورخین کو اعتراف ہے کہ بہت سے اصول و نظریات ایسے ہیں جو اسی کالج کی تحقیقات کی بدولت وجود میں آئے اور آج تک موجود ہیں[1] ۔

اس ادارہ میں متاخرین کی تنقید کا طریقہ رائج تھا ۔ تمام تحقیقات فلسفیانہ طریقوں اور اصولوں پر ہوتی تھیں ۔ تحقیقی تنقید کے ذریعے ہی اصول و نظریات قائم کیے جاتے تھے ۔ مدرسے کی آب و ہوا ایسی تھی کہ آدمی خود بخود آزادیٔ خیال و ترقی کی روح پیدا کر لیتا تھا ۔

تعلیم لیکچروں کے ذریعے ہوتی تھی ۔ تشریح اجسام نہایت ضروری و قیمتی ذریعۂ تعلیم تھی ۔ لاشوں کو چیر کر انسانی جسم کی ساخت کا مطالعہ عربوں کی ہی ایجاد ہے ۔ فن جراحی کی ابتدا بھی اسی مدرسے کی کتابی اور عملی طبی تعلیم سے ہوئی ۔ طب کے طلبا سوؤروں اور بندروں کی لاشیں چیر کر علم الابدان کا مطالعہ کرتے تھے ۔ انسانی لاشوں کو چیرنا مردے کی بے حرمتی کے مترادف سمجھا جاتا تھا لیکن طلبا بعض اوقات لاشیں چرا کر انھیں چیر کر انسانی جسم کے اعضا اور بیماری کا مطالعہ کرتے تھے ۔

ماہر یا سپیشلسٹ اطباء کا رواج بھی یہیں سے شروع ہوا ۔ طبیب العین اور مثانے کی پتھری نکالنے والے تجربہ کار طبیب ،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ، جلد ۲ ، ص ۱۶۶ - تمدن عرب از موسیو لی بان ، مترجم سید بلگرامی ۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس پی سکاٹ ۔ معرکۂ مذہب و سائنس از ڈریپر (ترجمہ) ۔ محمدازم از مارگولیتھ ، ص ۲۴۳ ۔

Marfat.com

فتق‌الضربہ (Hernia) سقط اور امراض نسواں کے خصوصی معالج بھی تھے۔

موسیو لی بان ''تمدن عرب'' میں لکھتے ہیں کہ "عربوں کی طبی خدمات اور تحقیقات فن جراحی ، علامات امراض ، قرابادین اور ادویات سازی میں ناقابل فراموش ہیں۔ انھوں نے بہت سے علاج کے طریقے ایجاد کیے تھے۔ قرابادین میں انھوں نے بہت سی ادویات بڑھائی ہیں۔ دواؤں کے استعمال کے وہ طریقے بھی انھوں نے نکالے تھے جو آج بھی استعمال ہوتے ہیں"۔[۱]

دنیائے طب میں خصوصاً یورپ اور ایشیا مسلمانان صقلیہ و سلرنو کے طبی مدرسے کا مشکور ہے کہ انھوں نے بہت سی نئی اشیا کی طبی افادیت سے متعارف کیا۔

قواعد حفظ صحت قرابادین کی تمام ادویات کی خاصیت و اثرات ، فنِ تشخیص الامراض اور علم العلاج کے اصول بھی طبیہ کالج سلرنو نے مقرر کیے تھے۔ سلرنو کے طبیہ کالج کے عطر و جوہر کی تصنیف میں صحت کے قواعد بھی لکھے ہیں اور اعتدال کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے :

''اگر تم بیماریوں سے محفوظ اور تندرست رہنا چاہتے ہو تو اس کی احتیاط رکھو کہ بھاری چیزیں نہ کھاؤ۔ جو چیزیں مذہب نے کھانا منع کی ہیں ، ان سے پرہیز رکھو۔ شراب ہرگز نہ

۱۔ اخبار الاندلس ، جلد سوم از منشی خلیل الرحمٰن۔ ہسٹری آف دی مورس ایمپائر از ایس۔ پی۔ سکاٹ۔ صقلیہ کی تاریخ ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی۔ ہسٹری آف دی عربز از فلپ کے۔ ہِٹی۔ تمدن عرب از موسیو لی بان ، ترجمہ سید بلگرامی ، [illegible]

Marfat.com

پیو - کھانا کھا کر چہل قدمی کرو - دوپہر کے سونے سے پرہیز کرو - اگر تمہارے پاس طبیب نہیں تو خوش رہو - آرام کرو ، معتدل غذا کھاؤ "۔

اس کتاب میں حفظ ما تقدم و تشخیص الامراض بھی ہے اور علم الاجسام کے نکات بھی ہیں - تریاق کے نسخے بھی ہیں - زندگی کے مختلف مراحل یوں پیش کیے گئے ہیں : شیر خوارگی ، بچپن ، لڑکپن ، شباب ، شیب ، پیر فرتوت - یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صحت کے لیے اور بیماریوں سے نجات کے لیے کیا کیا احتیاطیں ضروری ہیں -

عطار کو خواص الادویہ میں ماہر کامل ہونا ضروری تھا - ہر دوا سازی کی قابلیت ثابت کرنے کےلیے مخصوص امتحان دینا پڑتا تھا - اطبا کے سامنے عطار کو حلف اٹھانا پڑتا تھا اور اس بات کا اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ کمتر ، ناقص یا پرانی اور مضر دوائیں ہرگز فروخت نہیں کرے گا -

تمام عطار طبیبوں سے متعلق تھے لیکن طبیبوں کو سختی سے ممانعت تھی کہ وہ عطاروں کی ادویات کی تجارت میں حصہ دار نہ ہوں - نہ وہ تجارت میں اشتراک کر سکتے تھے اور نہ نفع کے حقدار ہو سکتے تھے - عطاروں سے حلف لیا جاتا تھا کہ وہ قانون کی پابندی کریں گے -

ایک نگران عطاروں کی کارکردگی کی جانچ پرکھ کے لیے مقرر کیا جاتا تھا - وہ ذمہ دار تھا کہ کوئی خراب اور مضر یا پرانی دوا فروخت نہ ہو - نسخے کے مطابق ادویات ڈالے ، مسہلات کے استعمال میں

Marfat.com

احتیاط سے کام لے - ہر دکان پر ادویات کا نرخنامہ رکھا رہتا تھا تا کہ دکاندار کسی گاہک سے کسی دوا کی قیمت مقرر کردہ قیمت سے زیادہ نہ لے - ان قواعد کی جو کوئی بھی خلاف ورزی کرتا تھا اس کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں - مسلمان حکومت کے خاتمے پر نارمن شہنشاہ فریڈرک دوم نے بھی اپنے ملک میں یہ ہی قوانین نافذ رکھے - اسی لیے سلرنو کے طبی مدرسے نے بہت شہرت حاصل کی اور تمام دنیا نے تحسین و آفرین کہی -[۱]

سلرنو کے مدرسۂ طبیہ کے ملفوظات میں نہایت عمدہ اصول حفظ صحت کے بیان کیے گئے ہیں - یورپ میں یہ مدرسہ اول درجے کا سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس کے عرب اساتذہ ماہر فن تھے - ان کے حفظان صحت کے اصول، تشخیص امراض، علاج اور دوا سازی کے اصول افادیت سے معمور تھے اور یورپ میں حرف آخر تسلیم کیے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی کے وسط میں نارمنوں نے جزیرۂ صقلیہ اور اطالیہ کے اس حصے کو جو عربوں کے قبضے میں تھا لے لیا تو انھوں نے مدرسۂ طبیہ کے فروغ کے لیے ویسی ہی سعی کی جیسی کہ مسلمانوں کے دور میں ہوتی رہی تھی -

ایک نہایت عالم عرب قرطاجنہ کا رہنے والا تھا - اس کا نام قسطنطین افریقی تھا - وہ اس مدرسے کا منتظم تھا - اس نے مدرسۂ سلرنو کی طبی تصانیف کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا - سلرنو کا یہ طبی مدرسہ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی کی شکل میں منتقل ہوگیا اور ۱۱۵۰ع میں یہ یونیورسٹی کی حیثیت سے کام کرنے لگا -

۱ - تمدن عرب از موسیو لی بان، ترجمہ سید بلگرامی - صقلیہ کی تاریخ، جلد دوم از سید ریاست علی ندوی - [illegible] - طبع ۱۹۵۲ء

Marfat.com

فریڈرک نے اس میں بہت دلچسپی لی اور اس کے فروغ کے لیے اقدامات کیے ۔ فریڈرک نے وہی ضوابط مقرر کیے جو سلرنو کے طبیہ مدرسہ میں موجود تھے ۔ سلرنو میں جتنے طبی مدارس تھے اُس نے اُن کو یکجا کیا اور ایک مرکزی کالج کے تحت کر کے سلرنو کے طبی مدرسے کو طبی دارالعلوم یا یونیورسٹی بنا دیا ۔

طبیب کی تعلیم و تربیت نہایت ہی اہم سمجھی جاتی تھی ۔ کوئی شخص طبابت نہ کر سکتا تھا تاوقتیکہ اُس کی قابلیت ، حذاقت اور طبی تجربے کی طرف سے کامل اطمینان نہ ہو جائے اور اُس کے پاس سند فضیلت نہ ہو ۔ اس مدرسے میں زمانہ تعلیم آٹھ سال تھا ۔ پہلے تین سال ادب و فلسفہ کی تعلیم کے لیے وقف ہوتے ۔ پھر طبی تعلیم حاصل کرنی ہوتی تھی جس کی میعاد پانچ سال مقرر تھی ۔ اس کے بعد ایک سال کسی تجربہ کار طبیب کی نگرانی میں عملی کام کرنا پڑتا تھا ۔ ان سب مراحل کو طے کرنے کے بعد اُس کو امتحان میں کامیاب سمجھا جاتا تھا ۔ اب اس کو نسخے لکھنے کی اجازت مل جاتی تھی اور سندِ فضیلت بھی دے دی جاتی تھی ۔

سلرنو کے طبی مدارس میں مرد و عورت دونوں کو مساویانہ طبی تعلیم سے مستفیض ہونے کی اجازت تھی ۔ عورتوں کو علمِ طب حاصل کرنے کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ وہ اپنی طبعی ذکاوت اور فطری ہمدردی کی وجہ سے اس فن سے خاص مناسبت رکھتی تھیں اور نہایت قابل طالب علم ثابت ہوتی تھیں ۔

* * *

Marfat.com

Marfat.com

فاطمیینِ مصر کے مدارس
(۲۹۷ھ تا ۵۶۴ھ)

جامعۂ ازہر :

فاطمیین مصر نے بہت سے مدارس قائم کیے - ان میں سب سے عظیم مدرسہ جامعہ ازہر ہے - یہ ابتدا میں خلیفہ المعزلدین اللہ نے ۳۵۸ھ میں سپاہ کی عبادت کے لیے تعمیر کروایا تھا - اس کے جانشین عزیز باللہ نے ۳۷۸ھ میں اسے درس و تدریس کا مرکز بنا دیا - اس جامعہ کا شمار عالمِ اسلام کی اولین اور قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے - اس جامعہ کی عمارت فنِ تعمیر کا نادر نمونہ تھی - اس میں طلباء کو تمام تعلیمی سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں - مؤرخین کا اندازہ ہے کہ فاطمی خلفا اپنے بجٹ کا کثیر حصہ تعلیم و تدریس پر صرف کرتے تھے - العزیز کے عہدِ حکومت میں یہاں تین سو ستر معلم درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے - نو ہزار سات سو اٹھاون طلباء زیرِ تعلیم تھے - یہ جامعہ اُس وقت سے آج تک طلباء کے لیے درس و تدریس کا مرکز ہے - اس لحاظ سے یہ قدیم ترین اسلامی مدارس میں شمار ہوتا ہے -[1]

ڈاکٹر احمد شلبی نے لکھا ہے کہ یہ درس گاہ دراصل اسماعیلی عقائد کی اشاعت و تبلیغ کے لیے تھی قائم ہوئی - الحاکم نے ابتداء ایک

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی - السائیکلوپیڈیا آف اسلام - تاریخ اسلام از سید امیر علی - ہمارا نظامِ تعلیم از پروفیسر سعید اختر - سفرنامۂ مصر و روم و شام -

Marfat.com

پروپیگنڈے کے طور پر یہ تاثر دیا کہ یہ درس گاہ تمام اسلامی فرقوں کے لیے ہے ۔ اس دعوے کے ثبوت کے طور پر اس نے سُنی علماء کا تقرر کیا ، لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد ان علما میں سے بعض کو برخاست کر دیا اور بعض کو قتل کروا دیا ۔ پھر یہ ادارہ اسماعیلی عقائد کی تدریس کے لیے مخصوص ہوگیا اور اس کا تمام انتظام شیخ الاسلام کے سپرد کر دیا گیا ۔ انتظامی شعبوں سے بھی سُنی علماء کو برخاست کر دیا گیا ۔ سُنیوں کے اثر و رسوخ کو ان فرمانرواؤں نے ایک منظم پالیسی کے تحت کم کرنے کی کوشش کی اور تمام کاروبار حکومت اسماعیلیوں کے ہاتھ میں آ گیا ۔[1] اس دور میں مقاصد تعلیم اسماعیلی عقائد کی تبلیغ اور باطنی فرقے کے عقائد کے فروغ تک محدود تھے ۔

فاطمین مصر کے دور حکومت میں علوم دینی کی تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کی تدریس پر بھی خاص توجہ دی گئی ۔ علم ہیئت کے تجربوں کے لیے باقاعدہ درس گاہیں قائم تھیں ۔[2]

مجلس علمیہ :

فاطمین مصر کے دور حکومت کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ اسلام کی تاریخ میں انھوں نے پہلی مرتبہ وسیع پیمانے پر علمی مجالس کا اہتمام کیا ۔ ہفتے میں دو بار شنبہ اور دو شنبہ کے روز

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

۲ ۔ سفرنامۂ مصر و روم و شام از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر ۔

Marfat.com

قاضی القضاۃ یا الداعی الدعوات یا وزیرِ اعلیٰ ان مجالس علمیہ کو دارالحکومت میں منعقد کرتے تھے ۔ ان مجالس میں مرد و زن کو سفید لباس پہننا ضروری تھا ۔ مؤرخ المقریزی نے ان مجالسِ علمیہ کا بالتفصیل حال لکھا ہے ۔ وہ ان کو مجالس الحکمۃ کا نام دیتا ہے ۔ بنی فاطمہ کے فرمانروا اپنے طور پر محلات میں بھی علمی مجالس کا اہتمام کرتے تھے ۔ ان مجالس میں مہندس ، معلمین اور فقیہ مخصوص لباس پہن کر شریک ہوتے تھے ۔ اس خاص لباس کو "خلع" کا نام دیتے تھے ۔ ان علماء کو یہ "خلع" پہننا اسی طرح لازمی تھا جس طرح کہ مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں گاؤن پہننا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔

طریقۂ تعلیم :

معلم ایکچر دیتا تھا اور طالب علم اس کی تقریر سے اہم نکات نوٹ کرتے جاتے تھے ۔ اس دور میں بھی بڑے بڑے کتب خانے موجود تھے ۔ جامعۂ ازہر کے کتب خانوں میں العزیز باللہ کے زمانے میں دو لاکھ کتب جمع ہو چکی تھیں ۔ اسلامی دنیا میں کتابوں سے آنس اور کتابوں کی رفاقت کا رجحان بہت زیادہ تھا ۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ "کتابوں کے مطالعہ کرنے اور نقل کرنے کی عام اجازت تھی ۔ اس غرض کے لیے کاغذ اور قلم دوات وغیرہ کتب خانوں کی طرف سے مہیا کیے جاتے تھے" ۔[1] اس زمانے میں ماہرینِ علم کو حکومت کی طرف سے کتب خانوں میں جا کر

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ سفر نامۂ مصر و روم و شام از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ اسلام از سید امیر علی ۔

Marfat.com

اپنی معلومات بڑھانے اور تحقیق کرنے کی پوری سہولتیں دی جاتی تھیں۔ علامہ شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ بہت سے فقہا ، اطبا اور ریاضی دانوں کی تنخواہیں مقرر کی گئی تھیں کہ وہ کتب خانوں میں بیٹھ کر اپنی معلومات بڑھائیں اور علمی تحقیقات میں مصروف رہیں۔[1]

* * *

۱ - ہمارا نظام تعلیم از پروفیسر سعید اختر - سفرنامہ مصر و روم و شام از علامہ شبلی نعمانی - مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام -

Marfat.com

اسلامی کتب خانے

اسلامی مدارس کا تذکرہ نامکمل رہ جائے گا اگر اسلامی کتب خانوں پر ایک اجمالی نظر نہ ڈالی جائے۔ ہر مدرسے کے ساتھ ایک کتب خانہ ضروری تھا۔ ہر مسجد میں ایک مدرسہ ہوتا اور اُس کے ساتھ ایک کتب خانہ ہوتا۔ اسلامی کتب خانے علم کی اشاعت اور تبلیغ میں معاون ہوتے۔ ہر شخص کو بلا امتیاز کتب خانوں تک رسائی حاصل تھی۔ کتب خانوں کے لیے مخصوص کمرے تھے جہاں بیٹھ کر پڑھنے کا انتظام تھا۔ جو عالم ان میں بیٹھ کر نقل کرتے یا کتاب تصنیف کرتے اُن کو رہائش اور خور و نوش، قلم دوات، سیاہی اور کاغذ تک فراہم کیے جاتے تھے۔ علما اپنے اپنے مخصوص شعبہ ہائے علم سے عوام کو مستفید کرتے تھے اور ممتاز اساتذہ علم کو درس و تدریس کے ذریعے طلبہ تک پہنچاتے تھے۔

کتاب کی رفاقت: اسلامی دنیا میں کتب خانوں کا ارتقا بہت ہی تیزی سے ہوا۔ تحصیلِ علم، مطالعۂ کتب اور کتابوں کی تصنیف و کتابت کو تیزی سے فروغ حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کتابیں جمع کرنے کا شوق بڑھا تو اُن کو ترتیب سے رکھنے کی ضرورت بھی پیش آئی اور اس ضرورت نے کتب خانوں کو جنم دیا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان کتابوں کا بہت احترام کرتے تھے اور اُن کو بہترین رفیق و مونس سمجھتے تھے۔ عرب کا مشہور شاعر متنبی اپنے ایک قصیدے میں لکھتا ہے:

Marfat.com

"زمانے میں بہترین ہمدم کتاب ہے۔"

اپنے دور کا ممتاز عالم جاحظ کہتا ہے:

"جب تک آپ چاہیں کتاب خاموش رہتی ہے۔ جب آپ بات چیت کرنا چاہیں تو وہ فصاحت سے بولنے لگتی ہے۔ اگر آپ کسی کام میں مصروف ہیں تو وہ خلل انداز نہیں ہوتی۔ اگر آپ تنہائی محسوس کریں تو وہ آپ کی ایک شفیق ساتھی بن جاتی ہے۔ وہ ایک ایسا دوست ہے جو آپ کو کبھی دھوکا نہیں دیتا۔ کبھی چاپلوسی نہیں کرتا اور کبھی آپ سے نہیں اکتاتا۔"

ایک اور عالم نے فرمایا ہے:

"کتاب مُردوں کی زبان ہے۔ زندوں کی آواز ہے۔ وہ شام کے وقت آپ سے ملنے والا ایک ایسا دوست ہے جو اس وقت تک نہیں سوتا جب تک کہ آپ خود نہ سو جائیں۔ ہمیشہ وہی بات کرتا ہے جس سے آپ کو خوشی محسوس ہو اور کبھی آپ کا راز فاش نہیں کرتا۔ وہ انتہا درجے کا وفادار ہمسایہ ہے، معقول دوست ہے، فرماں بردار ساتھی ہے، منکسر المزاج عالم ہے۔ ایک ماہر انیس ہے جو نہ کسی معاملے میں بحث کرتا ہے اور نہ اپنے مالک سے اکتاتا ہے۔"[1]

کتب کے تراجم: ظہور اسلام کے وقت سوائے چند افراد کے کوئی پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا، اور عربی زبان میں کوئی کتاب نہ تھی[2]۔ لیکن علم پرور مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصے میں عربی

١۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

٢۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

Marfat.com

کو علمی لحاظ سے مالا مال کر دیا ۔ اس وقت کے تمام علوم و فنون ، فلسفہ ، طب ، نجوم ، ریاضی ، ادب اور تاریخ جو یونان میں اور اقوامِ عالم میں رائج تھے ، انھیں اپنی زبان میں منتقل کرلیا ۔[1] یہ علمی سرمایہ محض ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا ۔ موسیو لی بان نے کہا ہے کہ یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سو برس تک عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں ۔ پندرھواں صدی تک یورپ کا کوئی مصنف نہ تھا جس نے عربی کتب سے استفادہ نہ کیا ہو اور عربی مصنفین کی کتب کا حوالہ نہ دیا ہو[2] ۔ بقول جرجی زیدان محض تاریخ کے مضمون پر مسلمان علماء نے اتنی کتب لکھیں جن کا شمار نہ ہو سکتا تھا ۔

تصانیف کا ارتقاء : تراجم کے ساتھ ہی تصانیف کا کام بھی شروع ہوا ۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق تصنیف و تالیف کی ابتداء ۱۴۰ھ میں ہوئی ۔ پہلی کتاب محمد بن اسحاق نے لکھی جو آنحضرت صلعم کے حالات زندگی پر تھی ۔[3] وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں تصانیف کا ارتقاء بھی نہایت تیزی سے ہوا ۔ اسلامی دنیا میں ایسے مصنفین بھی گزرے ہیں جن کی کثیر و ضخیم تصنیفات و تالیفات بجائے خود مستقل کتب خانے ہیں ۔ امام ابن تیمیہ نے پانچ سو ، ابنِ حزم نے

---

۱ ۔ مقالات شبلی از شبلی نعمانی ۔ تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین زبیری ۔

۲ ۔ تمدن اسلامی ، جلد سوم ، از جرجی زیدان ۔ اسلام کے یورپ پر احسانات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ طب العرب از حکیم نیر واسطی ۔ تمدن عرب از موسیو لیبان ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

۳ ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

چار سو ، ابن جوزی نے دو سو پچاس اور ابن الہیثم نے دو سو سے زائد کتب لکھیں - ابو ریحان البیرونی نے ایک سو چودہ سے زائد،[1] امام فخر الدین رازی نے اسّی ، امام غزالی نے اٹھتر اور ابن خطیب نے ساٹھ کتب لکھیں - ابن الاعرابی محمد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے کہ محض اپنی یادداشت سے اتنا علم لکھا کہ کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھا - انھوں نے نہایت مفید تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں -

تاریخ ، جغرافیہ اور سیرت کے شعبہ ہائے علوم میں ابن اسحاق ، ابن ہشام ، ابن خلکان ، ابن حجر عسقلانی ، ابن اثیر ، طبری ، مقری ، الادریسی ، قزوینی اور یاقوت حموی کی تصانیف آج بھی معلومات کی توسیع کا باعث ہیں - طب ، طبیعیات ، کیمیا اور ہیئت میں فارابی ، ابوبکر رازی ، بو علی سینا ، ابن الہیثم اور ابن البطار کے تجربات اور مشاہدات مشعل راہ ہیں -

خلیل بن احمد (متوفی ۱۷۰ھ) ایک نامور عالم تھے - یہ عربی لغت و ادب کے امام اور فن عروض کے موجد تھے - انھوں نے ایک کتاب "الاصابہ فی احوال الصحابہ" لکھی - "اسماء الرجال" بھی لکھی - ڈاکٹر سپرنگر نے لکھا ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری اور نہ موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو ، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے -"

---

۱ - خطبات مدارس از مولانا سید سلیمان ندوی ، ص ۳۰۷ ، اعظم گڑھ ۱۹۵۸ء - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر، ص ۳۸۴ - انسائیکلو پیڈیا آف اسلام -

قید میں تصانیف : اسلامی تاریخ میں ایسے علماء کے نام بھی ملتے ہیں جو ہر نشیب و فراز میں تصانیف میں مصروف رہے - قید خانوں کی سختیوں میں بھی ان کا قلم رواں رہا - امام ابن تیمیہ نے قید میں متعدد کتب تصنیف کیں - شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط کی پندرہ جلدیں قید خانے میں بیٹھ کر لکھیں - وقت کی خاموش مدھم روانی کے ساتھ تصانیف کی طوفانی لہریں ابھرتی رہیں اور یہ بھی کتب خانوں کے قیام کی محرک ہوئیں -

کاغذ کی ایجاد : مسلمانوں نے کاغذ بھی ایجاد کیا - اس ایجاد کے ساتھ ہی کتابیں نقل کرنے اور لکھنے کا ذوق متحرک ہوا - کتب کی بکثرت تصانیف کے ساتھ ہی کتابوں کو بحفاظت رکھنے کے لیے کتب خانے معرضِ وجود میں آنے لگے -

ذوقِ کتابت : کتابت کا کتب خانوں کے قیام سے گہرا تعلق ہے - اس زمانے میں طباعت کا طریقہ نہ تھا - کاتب ہی کتب لکھتے تھے - لیکن کاتبوں کی اعلیٰ کتابت اور کتابت کی نہایت تیز رفتار نے کتب و تصانیف کو فروغ دیا - چنانچہ اعلیٰ کتابت ، تیز رفتاری اور تصانیف کی کثرت نے بھی کتب خانوں کے قیام کو متحرک کیا - کچھ کاتب ہزار ہا صفحات کی نقل چند دنوں میں کر لیتے تھے - علامہ ابنِ تیمیہ کے استاد احمد بن عبدالدائم نے مختلف علوم کی دو ہزار مجلدات قلم بند کیں - حضرت یحییٰ بن معین نے چھ لاکھ حدیثیں اور شیخ ابنِ جوزی نے دو ہزار جلدیں لکھیں - شیخ ابنِ جوزی نے جن قلموں سے حدیث کی کتابیں لکھیں اُن کے تراشے احتیاط سے جمع کرتے گئے اور وصیت کی کہ اُن کی وفات پر اُن کی میت کے لیے غسل کا پانی اُن تراشوں سے گرم کیا جائے - یہ تراشے اتنے زیادہ تھے کہ

Marfat.com

پانی گرم کرنے کے بعد بھی بچ گئے ۔ امام ابو حنیفہ کی لکھی ہوئی کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد امام محمد کو حکم دیا کہ وہ اُن کا قلم صاف کیا کرے ۔ وہ قلم صاف کرتے رہے اور قلم پر لگی ہوئی روشنائی جمع کرتے رہے ، حتیٰ کہ اسی روشنائی سے امام محمد نے تفسیر کی ایک ضخیم کتاب لکھی ۔[1]

بنو اُمیہ کا عہد

اسلامی کتب خانوں کی ابتداء : وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم مقبول ہوا اور اسلامی مدارس کا جال پھیل گیا ۔ مسلمانوں کی علمی و ادبی سرگرمیاں ، تحصیلِ علم کا شوق ، مطالعے کو وسعت دینے کا شوق ، کتابت میں حسنِ کارکردگی کا ذوق ، تصنیف و تالیف کا شوق ، نادر و نایاب کتب جمع کرنے اور حفاظت سے رکھنے کا شوق ، عوام کو نادر و نایاب کتب کے ذخیرے تک رسائی فراہم کرنے کا شوق ، کتب بینی میں شاہی دلچسپی اور وزرا و امرا میں کتب بینی کا شوق ایسے چند عناصر و علمی جذبات ہیں جو کہ کتب خانوں کے قیام کے محرک ہوئے ۔ کتابیں پڑھنے ، کتابیں لکھنے اور جمع کرنے کا شوق اتنا بڑھا کہ اسلامی ممالک کتب خانوں سے معمور ہو گئے ۔

اسلامی کتب خانوں کے قیام کے لیے اولین اقدام : مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کے ارشاداتِ ارفع و اقدس ، سیرت کے تحریری مجموعے

۱۔ اسلامی کتب خانے از الحاج محمد زبیر ص ۹۴ ۔

Marfat.com

اور قرآن و حدیث کے تحریری ذخائر آپ کے اور خلفائے راشدین کے عہد ہی میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے ۔ تاہم باقاعدہ طور پر کتابوں کی تصنیف و تالیف اور غیر عربی مستند کتب کے تراجم کی ابتداء بنو اُمیہ کے عہد سے ہوئی اور منظم و مرتب کتب خانوں کا آغاز بھی اسی عہد میں ہوا ۔

اسلامی کتب خانوں کا بانی : علامہ شبلی نعمانی نے رسائل شبلی میں لکھا ہے[1] کہ کتب خانوں کی ابتدا بنواُمیہ کے عہد میں ہوئی اور کتب خانے قائم کرنے کی بنیاد سب سے اول خالد بن یزید بن امیر معاویہ نے رکھی ۔

خالد بن یزید (متوفی ۸۵ھ) کا ذوق علم : خالد بن یزید کو علمِ طب اور علمِ کیمیا سے خصوصی لگاؤ تھا ۔ اس نے ان موضوعات پر رسالے لکھے ۔ ان رسالوں کے نام یہ ہیں : کتاب الحرارت ، کتاب الصحیفۃ الکبیر ، کتاب الصحیفۃ الصغیر ۔ اسے کتابیں جمع کرنے اور پھر حفاظت سے رکھنے کا بھی شوق تھا ۔[2]

تراجم : غیر عربی مستند کتابوں کے تراجم کی ابتداء بنو امیہ کے عہد میں ہوئی ۔ امیر معاویہ نے کتاب الملوک و اخبار الماضین عبد بن شریہ سے لکھوائی اور ایک عیسائی طبیب ابن آثال سے طب کی بعض کتابوں کا ترجمہ کروایا ۔ بقول علامہ شبلی یہ پہلا

---

۱ ۔ رسائل شبلی ، از علامہ شبلی نعمانی ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ۔ تاریخ اسلام از سید امیر علی ۔

۲ ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن ۔

Marfat.com

علمی اضافہ عربی زبان میں ہوا ۔ خالد بن یزید کے حکم سے یونانی و قبطی زبانوں کی مستند کتابوں کے تراجم ہوئے اور عربی زبان کو دیگر علوم سے مالا مال کرنے کی کوشش کی گئی ۔

ہشام بن عبدالملک : اس نے اپنے دور میں ایران کی تاریخ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کروایا ۔ اسی عہد میں موسیٰ بن عقبہ ، وہب بن عقبہ اور دیگر بزرگوں نے بھی کتب لکھیں[1] ۔

کتب خانوں کی بنیاد رکھتے ہی تصنیف و تدلیف کا کام بھی طوفانی سرعت سے شروع ہوا ۔ سب سے اول امیر معاویہ نے تاریخ کی کتاب "کتاب الملوک و اخبارالماضین" لکھوائی ۔ پھر ہشام بن عبدالملک نے تاریخ کی کتاب عربی میں منتقل کروائی ۔ پھر احادیث اور سیرت نبوی کی کتابیں "مؤطا امام مالک" اور ابن اسحاق کی "کتاب المغازی" کی ترتیب وتدوین دور اموی میں ہوئی ۔

عبدالملک بن مروان متوفی ۶۵ھ تا ۸۵ھ) : بنو امیہ کی حکومت کو قائم ہوئے چوبیس برس ہو چکے تھے ۔ عبدالملک بن مروان کے عہد میں شاہی کتب خانے نے اتنی اہمیت اختیار کرلی تھی کہ جب عبدالملک نے سعید بن جبیر سے قرآن مجید کی تفسیر لکھوائی تو اس کو شاہی کتب خانے میں رکھوایا ۔ خلیفہ نے ہر فن اور ہر علم پر کتابیں لکھوائیں ۔ اس طرح کتب خانوں کی بھی ترقی و توسیع ہوئی ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (از ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) : اس خلیفہ کے عہد میں تصنیف و تالیف کو ترقی ہوئی اور ساتھ ہی کتب خانوں

---

۱ ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

Marfat.com

میں بھی توسیع ہوئی - اس خلیفہ نے احادیث و مغازی کی طرف توجہ دی اور احادیث کے مجموعے تیار کروائے اور تمام مملکت اسلامیہ میں تقسیم کروائے - نامور عالم ابوبکر بن حزم الصاری کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا - اس خلیفہ نے معیاری کتب کو مملکت میں عام کیا - ماسرحویہ ایک یہودی تھا ، اس نے اپنی تصنیف جو کہ سریانی زبان میں تھی اس کو عربی زبان میں منتقل کیا اور اس عربی ترجمے کو شاہی کتب خانے میں رکھا گیا - پھر اس کی نقلیں لکھوائیں اور مملکت میں تقسیم بھی کیں - کتابیں اسی طرح سے مشتہر ہوئیں اور کتب خانوں کی توسیع ہوئی -

عمر بن عبدالعزیز کے پچیس برس بعد : سیرۃالنبی کے حصہ اول میں کتب خانوں کی کثرت کا تذکرہ کیا گیا ہے - ولید بن یزید کے بعد احادیث و روایات کا دفتر ولید کے دفتر سے منتقل ہوا تو صرف امام زہری کی روایات و تالیفات گھوڑوں اورگدھوں پر لاد کر لائی گئیں[1] - بنو امیہ کے عہد میں علم و فن کی اشاعت ، تصنیف و تالیف اور تراجم کا کام بہت ہی وسیع پیمانے پر ایک طوفانی سرعت سے ہوا - اس عہد کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ علم کے فروغ کے ساتھ ساتھ کتب خانوں کی توسیع کا کام بھی ایک طوفانی جوش و خروش سے ہوا - ولید بن یزید کے قتل کے چھ برس بعد بنو امیہ کا عہد ختم ہوا اور اسلامی کتب خانوں کا پہلا دور بھی ختم ہوگیا -

* * *

---

۱ - ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر -

Marfat.com

عہدِ عباسیہ میں کتب خانے

(۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ)

عہدِ عباسیہ کے ساتھ ہی کتب خانے اپنے دوسرے دور میں داخل ہوئے - یہ دور علوم و فنون کی ترقیوں کا زرین دور ہے - چنانچہ علمی ترقیوں کے ساتھ ساتھ کتب خانوں میں بھی ترقی و توسیع ہوئی -

مدینۂ منورہ کے کتب خانے :

مدینۂ منورہ کی مسجد کی علمی خدمات : مدینۂ منورہ کی مسجد سب سے پہلی درس گاہ تھی اور پہلا کتب خانہ بھی یہی مسجد تھی - یہ صرف عبادت گاہ نہ تھی بلکہ درس گاہ بھی تھی - صفہ کے چبوترے پر اصحابِ صفہ، حضورؐ کے درس سے فیض یاب ہوتے رہے اور یہ علمی و درسی خدمات آپؐ کے بعد بھی جاری رہیں - حضرت امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) کی مجلسِ درس ممتاز تھی جس میں بقولِ سید سلیمان ندوی خاص و عام کی کوئی تمیز نہ تھی -

استاد کا مقام : استاد کا مقام بہت اونچا تھا - خلیفہ ہارون الرشید نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی امام صاحب کے درس سے علمی و روحانی فیض حاصل کرے - چنانچہ خلیفہ نے التماس کیا کہ جس وقت وہ خود درس میں حاضر ہوں، عوام کو رخصت کر دیا جائے - امام صاحب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کیا اور کہا کہ انفرادی و شخصی فائدے کے لیے عوام کے مجموعی فائدے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا -

---

کتب خانۂ محمودیہ : یہ کتب خانہ مدرسہ محمودیہ کے ساتھ

Marfat.com

ملحق تھا ۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف بھی مدینہ ہی میں ہوئی ۔ ان علمی خدمات کی وجہ سے مدینہ کو ایک منفرد مقام حاصل تھی۔ اسلام کی سب سے پہلی کتاب قرآن پاک مدینہ ہی میں مرتب ہوئی ۔ احادیثِ نبوی اور علمِ فقہ کے مجموعے بھی یہیں پر مدون ہوئے۔ امام مالک کی مؤطا یہیں پر لکھی گئی ۔ پھر یہاں پر کتب تصنیف ہوکر جمع ہوتی رہیں ۔ چنانچہ یہاں پر صدیوں پرانی کتابوں کے نایاب نسخے موجود ہیں ۔

سید سلیمان ندوی کتب خانۂ محمودیہ میں گئے تو احادیث و تفسیر کے نایاب نسخوں کے ذخیرے دیکھ کر مبہوت رہ گئے ۔ چند نسخوں کے نام مندرجۂ ذیل ہیں :

۱ ۔ دلائل النبوت ـــــ امام بیہقی ۔

۲ ۔ معرفت اصول الحدیث ـــــ امام حاکم ۔

۳ ۔ شرح سنن ـــــ ابی داؤد لابن ارسلان ۔

۴ ۔ تمہیدِ شرحِ مؤطا ـــــ لابن عبدالبر ۔

اور بھی بہت سے بیش قیمت نسخے مولانا سید سلیمان ندوی کی نظروں سے گزرے ۔[1]

کتب خانۂ شیخ الاسلام : ایک ترکی عالم شیخ الاسلام عارف حکمت بے نے مدینہ میں ایک کتب خانہ کھولا ۔ اس میں ایک ہزار اکسٹھ سال پرانی کتاب تفسیر ابن عباس کے چند اوراق بھی ہرن کی کھال پر لکھے ہوئے موجود ہیں جن کی کتابت کا سنہ ۳۱۹ھ ہے ۔

---

۱ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

اس کے علاوہ ابوہلال عسکری کی ایک کتاب (مکتوبہ ۳۹۵ھ) اور ابن ابی عون اسحاق بغدادی کی تصنیف ''التشبیہات'' بھی موجود ہے جو ۳۶۶ھ میں لکھی گئی۔ یہ کتب عارف حکمت بے کی نایاب کتابوں میں شمار کی جاتی ہیں۔[1]

عباسیوں کے علمی کمالات : اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حدیث، سیرت و مغازی، تاریخ و ادب کی کچھ کتابیں اموی دور میں بھی ترجمہ و تالیف ہوئیں، لیکن یہ محض ابتدائی کام تھا۔ لیکن عباسی دور میں علوم و فنون کا ارتقا و فروغ اوج کمال کو پہنچا۔ علمی جد و جہد، علمی فروغ کا مسلسل و مستقل ارتقاء اور غیر معمولی ترقی عباسی دور خلافت میں ہوئی۔ مسلمانوں کے علمی کارنامے اور اکابر علمائے علم دین کے نادر روزگار خزینے عباسی دور میں معرض وجود میں آئے۔ عباسی خلفاء کا پایۂ تخت بغداد تھا جو ''مدینۃ العلم'' کہلاتا تھا۔ یہاں پر ہر فن کے صاحب کمال موجود تھے جو تمام اسلامی دنیا کو علمی فیض پہنچاتے رہے۔

بغداد کے کتب خانے

خلیفہ منصور کا کتب خانہ : دوسرے عباسی خلیفہ منصور نے جامع منصور تعمیر کروائی جو اہل علم کے لیے ایک مرکزی درس گاہ بن گئی[2]۔ ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ علمی فروغ جاری رہا۔ یہاں تصانیف بھی ہوئیں اور امام مالک کا حدیث کا مجموعہ مؤطا مرتب ہوا۔ امام ابو حنیفہ نے فقہ کی ترتیب و تدوین کی۔ یونانی کتب کے تراجم ہوئے اور کتابوں کو بحفاظت رکھنے کا بندوبست کیا گیا۔[1]

۱۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

۲۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی۔

Marfat.com

خلیفہ ہارون الرشید کی علمی خدمات اور بیت الحکمت کا قیام

(۱۷۰ھ تا ۱۹۲ھ مطابق ۷۸۶ تا ۸۰۹ع)

خلیفہ ہارون الرشید ایک عالم و فاضل آدمی تھا ۔ اس نے علوم و فنون کی اشاعت و ترویج اور کتابوں کو بحفاظت رکھنے کے لیے بیت الحکمت قائم کیا ۔ اس کا ایک حصہ لائبریری پر مشتمل تھا اور دوسرے حصے میں تراجم کا کام ہوتا تھا[۱] ۔

بیت الحکمت کا مقام[۲] : دنیائے اسلام میں بغداد اولین مرکز ہے جہاں پہلا عظیم الشان اسلامی کتب خانہ قائم ہوا ۔ اس کا نام ''بیت الحکمت'' تھا اور اس کو خلیفہ ہارون الرشید نے قائم کیا تھا ۔ یہ کتب خانہ اسلامی دنیا میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا ۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ صرف کتاب گھر ہی نہ تھا بلکہ سب سے پہلا عظیم الشان پبلک کتب خانہ تھا جس سے ہر خاص و عام استفادہ کرسکتا تھا ۔ اس کی علمی خدمات صدیوں جاری رہیں ۔ یہ اس وقت کا عوامی کتب خانہ بھی کہلا سکتا ہے ۔

تراجم : بیت الحکمت کے ایک شعبے میں ترجمہ و تالیف کا کام ہوتا تھا ۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بلا لحاظ مذہب و ملت بڑے

---

۱ ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۔ تمدن عرب از سید بلگرامی ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی ۔

۲ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ مسلمان حکمران از رشید اختر ندوی ۔

Marfat.com

بڑے لائق اصحاب کو ترجمے کے کام پر مقرر کیا تھا ۔ چنانچہ جہاں سے بھی اعلیٰ پائے کی کتب مل سکیں اُن کو فراہم کیا ۔ مختلف ممالک میں قاصد بھیجے اور زرکثیر خرچ کیا تاکہ نایاب کتب فراہم ہوسکیں ۔ اُن کتابوں کو جمع کیا اور یونانی کتب کی فراہمی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی ۔

کتب مالِ غنیمت بھی تھیں : جرجی زیدان لکھتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں جو ملک بھی فتح ہوتا تھا وہاں کے کتب خانوں کو برباد نہ کیا جاتا تھا بلکہ وہاں کے کتب خانوں کو دارالحکومت میں منگوا لیا جاتا اور بیت الحکمت میں ترتیب سے محفاظت رکھ لیا جاتا تھا ۔[1]

مالِ غنیمت کی کتب کے تراجم : ان کتب کا عربی میں ترجمہ کروایا جاتا ۔ چنانچہ انقرہ اور اموریہ کی فتح کے موقعے پر کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ آیا جسے خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد منگوایا اور یوحنا ماسویہ کو ان کے تراجم کرنے کا حکم دیا ۔[2]

بیت الحکمت میں کتب کی فراہمی : بیت الحکمت میں مختلف علوم و فنون پر ہزاروں کتابیں اور نایاب قلمی نسخے موجود تھے ۔

---

۱ ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

۲ ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

ہارون الرشید نے یہ کتب بہت محنت سے جمع کی تھیں ۔ بیت الحکمت میں کتابوں کی تعداد دس ہزار بیان کی جاتی ہے ۔ ان کتابوں کو ہارون الرشید نے بڑی کاوشوں سے زر کثیر خرچ کر کے جمع کیا تھا ۔ مختلف ملکوں میں اپنے قاصد بھیجے جن کا کام محض یہ تھا کہ مختلف زبانوں کی نادر روزگار کتب خرید کر بغداد بھیجیں ۔ پھر ان کا ترجمہ عربی زبان میں کروایا جاتا ۔

بیت الحکمت کا ذخیرۂ کتب : اس کے بارے میں امیرالہدیٰ نے محمد اسماعیل پانی پتی کے حوالے سے لکھا ہے کہ لائبریری میں ہر علم اور ہر فن پر ہر زبان کی قلمی کتابیں کثرت سے جمع کی گئی تھیں ۔ کتابوں کا یہ ذخیرہ ہارون الرشید نے ہر ملک میں اپنے نمائندے بھیج کر فراہم کیا تھا ۔ کتابوں کی فراہمی میں خلیفہ ہارون الرشید نے پورے ذوق و شوق ، شدید جدوجہد اور مکمل بے تعصبی سے کام لیا تھا ۔ عربی زبان کے ہزاروں قلمی نسخوں کے علاوہ ژند ، سریانی ، قبطی اور دوسری زبانوں کی بے شمار کتب نہایت تلاش سے مہیا کروائیں اور ان کو بڑی حفاظت سے کتب خانوں میں رکھا ، پھر ان کا عربی زبان میں ترجمہ کروایا ۔

ابن الندیم کی رائے : ابن الندیم جس نے الفہرست مرتب کی ، لکھتا ہے کہ بیت الحکمت سب سے پہلی عظیم الشان لائبریری ہے جہاں مختلف زبانوں کی نہایت بیش قیمت کتابیں جمع تھیں ۔ یہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا علمی مرکز تھا ۔

ابن الندیم نے مزید لکھا ہے کہ سہیل بن ہارون ایک اعلیٰ پایے کے مصنف اور علم دوست انسان تھے جن کی محنت اور

Marfat.com

کوششوں سے بیت الحکمت اعلیٰ انتظامی اسلوب میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا[1]۔

شعبہ جات بیت الحکمت : خلیفہ ہارون الرشید نے جس محنت سے کتابیں جمع کی تھیں اسی طرح اس نے جگہ جگہ رصد خانے، لائبریریاں، مدارسِ علیہ اور سائنٹفک تحقیقات کے لیے تجربہ گاہیں قائم کیں جن میں دن رات مہندس و سائنسدان، کیمیا کے ماہرین نئے نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ یہ سب اپنے دور کی جدید سائنسی تحقیق و انکشاف میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

درس و تدریس کا فریضہ : بیت الحکمت نے دینی اور دنیوی علوم کی یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ اس میں بڑے بڑے محدثین، قراء، فقہا اور صرف و نحو کے امام درس و تدریس کے لیے موجود رہتے تھے۔

مامون الرشید کی سرپرستی :

بیت الحکمت کی توسیع : بغداد کی علمی مرکزیت مامون الرشید (متوفی ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ع) کے عہد میں بہت بڑھ گئی تھی۔ خلفائے عباسیہ میں مامون سب سے زیادہ صاحب علم و فضل تھا۔ اس کے بیس سالہ عہد میں بیت الحکمت کی توسیع ہوئی اور بڑے بڑے مدرسے اور کتب خانے کھلے۔ شماسیہ میں ایک عظیم الشان رصدگاہ قائم ہوئی۔

---

۱ ۔ نامور سائنس دان از علی ناصر زیدی ۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

Marfat.com

فلسفہ ، ہیئت ، ریاضی اور ادب میں بہت ترقی ہوئی ۔ مامون کا خصوصی میلان فلسفے کی طرف تھا لیکن اس نے دوسرے علوم کی طرف بھی خاصی توجہ دی ۔ فراء نحوی سے ''الحدود'' نام کی کتاب لکھوائی اور اس کی بہت سی نقلیں کروا کر کتب خانوں میں بھیجیں[1] ۔

فراء یحییٰ بن زیاد کی علمی فضیلت :

یحییٰ بن زیاد نحو ، لغت اور فنون ادب کا امام تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ اگر فراء نہ ہوتا تو عربی لغت بھی نہ ہوتی ۔ علامہ شبلی نعمانی نے المامون میں فراء کے 'کتاب الحدود' لکھنے کا منظر کچھ یوں کھینچا ہے : فرا کے لیے ایوانِ شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا اور خادم و ملازمین مقرر کیے گئے تاکہ فراء کی ہر ضرورت فوراً پوری ہو اور اس کو کچھ کہنا ہی نہ پڑے ۔ صرف نماز کے وقت ایک خادم اطلاع کرتا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے ۔ بہت سے کاتب و ناظم محض اس کام کے لیے مقرر ہوئے کہ جو کچھ فراء بتلاتا جائے لکھتے جائیں ۔ دو برس کی محنت سے ایک نہایت مبسوط کتاب تیار ہوئی ۔ جو ماہرین اس کتاب کو لکھنے کے لیے ہر روز فراء کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کا شمار نہ ہوسکا ، لیکن قاضی گنے گئے تو اسی نکلے[2] ۔

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمان حکمران از رشید اختر ندوی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

۲ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔

Marfat.com

علمی نوادرات کی فراہمی : مامون الرشید کو علمی نوادرات جمع کرنے کا بہت شوق تھا ۔ اس نے عربی کتب کے علاوہ دوسری زبانوں کی کتابیں بھی جمع کیں ۔ اس نے نادر کتب جمع کرنے کے لیے مصر و شام اور ایران سے لاکھوں روپے خرچ کرکے کتابیں منگوانے کا انتظام کیا ۔ حجاج بن مطر ، ابن البطریق اور سلماء کو شہنشاہ بازنطین کے پاس بھیجا کہ وہ بہترین کتابیں منتخب کرکے لائیں ۔ اس زمانے میں کتابوں کا دستیاب ہونا بہت ہی مشکل تھا ۔ حنین جالینوس کتاب ''البرہان'' کی تلاش میں فلسطین ، مصر اور شام میں پھرتا رہا ، لیکن پھر بھی پوری کتاب نہ مل سکی ۔ اس کے کچھ ہی حصے بمشکل مل سکے ۔ غیر ممالک سے کتابیں جمع ہوتی رہتی تھیں اور کتابوں سے لدے ہوئے اونٹ بغداد چلے آتے تھے [۱] ۔

بیت الحکمت کے نوادرات : اس محنت و جانفشانی سے علمی نوادرات کا جو خزانہ فراہم ہوا وہ سب کا سب بیت الحکمت میں بحفاظت رکھا گیا ۔ اس میں عربی ، فارسی ، ہندی ، سریانی اور قبطی زبانوں کی دس لاکھ کتابیں تھیں ۔ قدیم علوم کا وسیع سرمایہ یہاں موجود اور محفوظ ہوگیا ۔ قدیم نوادرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے دادا عبدالمطلب کا ایک رقعہ بھی تھا جو چمڑے پر لکھا ہوا تھا ۔ بطلیموس کی تصنیف ''مجسطی'' کا ترجمہ عربی میں کروا کر اصل و نقل دونوں کو محفوظ کیا گیا ۔ نوشیروان کے وزیر کی ایک بے مثل تصنیف تھی جو کہ ایران سے منگوائی گئی تھی ۔ المامون میں تحریر ہے کہ اس تصنیف کا پتہ ہندوستان کے ایک حکیم دودبان نے بتلایا تھا ۔ اس

---

۱ ۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

Marfat.com

حکیم کو ہندوستان کے ایک راجا نے مامون کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس حکیم کو کسی طرح معلوم ہوگیا کہ ایوانِ کسریٰ میں ایک صندوق دفن ہے جس میں نوشیرواں کے ایک وزیر کی ایک نہایت بے مثل تصنیف چھپا کر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ یہ صندوق منگوایا گیا۔ اس میں دیبا کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا تقریباً سو اوراق کا ایک رسالہ ملا۔ مامون نے اس کا عربی میں ترجمہ کروایا اور اس کے نفس مضمون سے بہت متاثر ہوا۔[1]

کتب کے تراجم : المامون کے عہد میں بیت الحکمت کی ترقی و توسیع کا ایک بڑا منصوبہ وہ تراجم تھے جو کہ غیر ملکی زبانوں کی کتب سے عربی میں کروائے گئے۔ چنانچہ فارسی، قبطی، یونانی اور شامی زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کروائے اور مصر و روم سے ارسطو کی تصانیف منگوائیں اور ان کے تراجم اپنے دربار کے لائق ترین مترجم حسین بن اسحاق اور یعقوب الکندی کے سپرد کیے۔ بقول جرجی زیدان[2] جس قدر ترجمہ کیا جاتا اس کے ہم وزن مامون سونا دیتا اور ہر ایک کتاب پر، جو ترجمہ کی جاتی تھی، اپنی مہر اور اپنے دستخط ثبت کر دیتا تھا۔

بیت الحکمت کا عملہ : مامون کے عہد میں بیت الحکمت اس قدر وسیع ہوگیا تھا کہ اس پر شاہی دربار کا دھوکا ہوتا تھا۔ اس

۱۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی، ص ۱۶۸۔
تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

۲۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان۔

Marfat.com

ادارے میں ڈیڑھ سو افراد کام کرتے تھے - رشید اختر ندوی کے مطابق ان کو تنخواہ میں سونا تول کر دیا جاتا تھا -[۱] علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ بیت الحکمت کے عملے کی تنخواہیں آج کل کے حساب سے ہزاروں روپے ماہوار ہوتی تھیں -

فہرست عملہ: بیت الحکمت کے مترجمین اور مہتمم کتب خانہ کے ناموں کی ایک فہرست علامہ شبلی نے تحریر کی ہے جو یوں ہے:
حجاج بن یوسف - بوحسان - سلمان - حنین بن اسحاق - ابوجعفر یحییٰ - ابن عدی - محمد بن موسیٰ خوارزمی - حسن بن شاکر - علی بن العباس - یعقوب کندی - سہل بن ہارون - سعید بن ہارون - یوحنا بن ماسویہ - ابو سہیل - فضل بن بوبخت - علان الشعوبی - حجاج بن مطر - ابن البطریق اور سلمان کے نام تھے - بیت الحکمت کے مہتمم، کاتب اور مترجمین اس زمانے کے بہترین اصحاب علم اور ماہرین فن تھے - کتابوں کی جلد سازی کے لیے اس عہد کا مشہور جلد ساز ابن الجریش تھا - عملے کے مشاہرے فیاضی سے دیے جاتے تھے -

محمد بن موسیٰ خوارزمی کی علمی خدمات: محمد بن موسیٰ خوارزمی نے بیت الحکمت کے مہتمم کی حیثیت سے بیش قیمت علمی خدمات سرانجام دیں - وہ الجبراء یا علم جبر کا موجد تھا - اس نے پہلے پہل اس علم کو علم حساب سے نکال کر علیحدہ صورت میں وضع کیا اور مامون کی فرمائش پر "کتاب الجبر و المقابلہ" لکھی جو اس فن پر اسلام میں پہلی کتاب ہے اور بیت الحکمت میں بیش قیمت اضافہ تھا -

---

۱ - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - نامور مسلمان سائنسدان از علی ناصر زیدی - مسلمان حکمران از رشید اختر ندوی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان - المامون از علامہ شبلی نعمانی ص ۱۹۸ - مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شبلی -

Marfat.com

سیاسی معاہدوں میں کتب کا مطالبہ : مامون الرشید کا کتب کا شوق سیاسی مطالبوں میں بھی نمایاں ہوا ۔ مامون کو بازنطینیوں کے خلاف جنگ میں بالادستی حاصل ہوگئی تو اُس نے شہنشاہ کی صلح کی پیش کش کے جواب میں منتخب یونانی تصانیف کا مطالبہ بھی کیا جس کو بازنطینی شہنشاہ نے قبول کیا ۔ چنانچہ حجاج بن مطر ، ابن البطریق اور سلماء کو منتخب کتب لانے کے لیے بھیجا گیا ۔ انھوں نے بہترین کتب منتخب کر کے تمام ذخیرہ بیت الحکمت میں رکھا اور یونانی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا ۔

مزید سیاسی معاہدوں میں کتب کا مطالبہ : مامون نے جو بعض دوسرے سیاسی معاہدے کیے اُن میں بھی نادر کتب کا مطالبہ کیا ۔ قیصر مائیکل دوم (از ۸۲۶ع تا ۸۲۹ع) نے مامون الرشید (از ۸۱۳ع تا ۸۳۳ع) سے سیاسی معاہدہ کیا تو مامون نے اس معاہدے میں یہ شرط بھی رکھی کہ قسطنطنیہ کا فلاں کتب خانہ بطلیموس کی کتاب ''المجسطی'' سمیت بغداد بھیج دیا جائے ۔ قیصر مائیکل نے قبول کیا اور شرط کو پورا کیا ۔[1]

مامون کی علم دوستی : جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ مامون نہایت ہی علم دوست تھا اور علماء کی رفاقت پسند کرتا تھا ۔ علماء و فضلاء کی بہت قدر کرتا تھا ۔ بیت الحکمت کو وسعت اور فروغ دینے کے علاوہ اس نے بہت سے کتب خانے اور مدرسے قائم کیے ۔

---

۱ ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ المامون از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

بیت الحکمت اُس وقت کے کتب خانوں میں ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا جس کو مامون نے بہت ترقی دی -

قلقشندی سے روایت ہے کہ یہ کتب خانہ اُس وقت تک قائم رہا جب تک کہ ہلاکو خان نے ۱۲۵۸ع مطابق ۶۰۶ھ میں بغداد پر حملہ نہ کیا - اُس وقت بغداد میں چھتیس کتب خانے تھے - تعلیم یافتہ لوگوں کے پاس کتب کا خاصا ذخیرہ ہوتا تھا - ذاتی کتب خانے بھی تھے -

بغداد میں کتابوں کا بے پناہ ذخیرہ : قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور الحلبی (۱۳۳۵ع) نے ایک کتاب قطب الدین کے عنوان سے لکھی - یہ ایک تاریخی کتاب تھی - اس میں وہ لکھتا ہے کہ اہلِ بغداد کے پاس کتابوں کا بے پناہ ذخیرہ تھا - جب تاتاریوں نے بغداد فتح کیا تو ان کتب کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا - دریا میں ان کتب کا پشتہ بن گیا جن پر لوگ بآسانی چل پھر سکتے تھے - دریا کا پانی کتابوں کی سیاہی گھلنے سے سیاہ ہوگیا اور آٹھ دن تک سیاہ رہا -[1]

کتب خانہ الناصر لدین اللہ : الناصر (۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ) کی شخصیت بے پناہ انتظامی اور علمی خوبیوں کی مالک تھی - اس نے اپنی پُرکشش شخصیت اور قابلیت سے خلافت کا وقار بحال کیا - اس نے علمی معاملات میں بھی بہت دلچسپی لی اور علم کے فروغ میں

---

۱ - المامون از علامہ شبلی نعمانی - عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگاپنٹو - مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی

Marfat.com

کوشاں رہا ۔ اس نے ایک بہترین کتب خانہ قائم کیا ۔ یہ اس کا ذاتی کتب خانہ تھا جو بہت وسیع تھا ۔ اس کو انتظامی مقاصد کے لیے تین حصوں میں بانٹنا پڑا ۔ دو حصے مل کر تو "دارالمناة" اور الربلط الخالوی السلجوقی کے کتب خانے بنتے تھے جبکہ تیسرا حصہ انتظامیہ کے کتب خانے کو دے دیا ۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اس میں ہزار ہا نادر و بیش قیمت کتابیں موجود تھیں ۔ اس نے ہزاروں کتابیں مدرسۂ نظامیہ کو بھی دیں ۔[1]

کتب خانۂ معتصم باللہ (۶۴۰ھ تا ۶۵۶ھ) : اس کتب خانے کا ذکر متعدد کتابوں میں آتا ہے ۔ ابن الفوطی لکھتے ہیں کہ معتصم باللہ نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے ایک سال بعد ۶۴۱ھ میں حکم نافذ کیا کہ محل میں ایک بڑا کتب خانہ قائم کیا جائے ۔ اس کتب خانے کی عمارت شاندار تھی ، آراستگی دیدہ زیب تھی اور یہ بیش بہا کتابوں کے نادر نسخوں سے مزین تھا ۔ اس زمانے کے شعراء اس کتب خانے کے عجائبات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے ۔ ابن الفوطی نے ایک نظم اپنی کتاب میں نقل کی ہے جو کہ صفی الدین عبداللہ بن جمیل نے کہی تھی ۔ الکستی نے لکھا ہے کہ معتصم نے ایک کتب خانہ قائم کیا اور اس کے لیے دو نہایت اعلیٰ درجے کے کاتب مقرر کیے ۔ ابن الطقطقی نے دو کتب خانوں کا حال لکھا ہے جو کہ معتصم نے قائم کیے تھے ۔ پرانا کتب خانہ تو صدر الدین علی بن النیار کے

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ المعارف اعظم گڑھ ۔

Marfat.com

زیرِ اہتمام تھا جبکہ نئے کا انتظام صفی الدین عبدالمنعم الارموی کے سپرد تھا ۔ ان دونوں کتب خانوں کا ذکر ابنِ عبدالحق بغدادی نے بھی کیا ہے ۔[۱]

کتب خانۂ ابنِ علقمی : یہ کتب خانہ خلیفہ معتصم باللہ کے وزیر مؤید الدین محمد ابنِ علقمی نے قائم کیا تھا ۔ یہ اس کا ذاتی کتب خانہ تھا ۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ اس کی عمارت نہایت خوبصورت تھی ۔ اس میں نہایت مفید اور نفیس کتابیں جمع کی گئی تھیں جو تقریباً دس ہزار تھیں ۔ بیش بہا کتب کا یہ ذخیرہ دارالوزارت میں منتقل کردیا گیا تھا تاکہ عوام اس سے استفادہ کرسکیں ۔ پھر وقت کے ہاتھوں یہ کتب خانہ نیست و نابود ہوگیا ۔ اس کی کچھ کتب استنبول اور قاہرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ۔ ابنِ علقمی کا ایک بیش قیمت مخطوطہ "کتاب الموشح" مصنفہ ابو عبیداللہ محمد بن عمران (متوفی ۳۸۴ھ) استنبول کے کتب خانۂ سلیمانیہ میں ہے ۔ یہ خوبصورت نسخہ محمد بن علی النقاس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ اس کے سرورق پر ابنِ علقمی کے دستخط موجود ہیں ۔[۲]

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ نامور سائنسدان از علی ناصر زیدی ۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

۲ ۔ تاریخ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ رسالہ "معارف" اعظم گڑھ ، جلد ۸۴ ، ص ۱۲۱ ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ البرامکہ از عبدالرزاق کانپوری ۔

Marfat.com

کتب خانۂ یحییٰ بن خالد برمکی : یحییٰ بن خالد برمکی ہارون الرشید کا وزیر تھا جس نے یہ کتب خانہ قائم کیا ۔ یہ ایک وسیع اور شاندار کتب خانہ تھا ۔ اس میں عربی ، یونانی ، قبطی ، ہندی اور فارسی زبان کی کتب جمع تھیں ۔ ابوعثمان بن عمر یحییٰ الخطاط کا بیان ہے کہ جس قدر کتابیں یحییٰ برمکی کے کتب خانے میں تھیں ، کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ تھیں ۔ ہر کتاب کے تین تین نسخے تھے ۔ نامور اور شہرۂ آفاق خوش نویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتب تھیں ۔ اگر کوئی نایاب کتاب فروخت کے لیے پیش ہوتی تو لازماً سب سے اول یحییٰ کو دکھائی جاتی کیونکہ کسی کتاب کے ہزار درہم دینے والا صرف یحییٰ برمکی ہی تھا ۔ خلیفہ ہارون الرشید کی لائبریری میں جو مشہور کتابیں تھیں وہ بھی یحییٰ ہی کی تھیں ۔

کتب خانۂ الفتح بن خاقان (متوفی ۲۴۷ھ) **:** یہ خلیفہ متوکل باللہ کا وزیر تھا ۔ یہ کتابوں کا بڑا دلدادہ تھا ۔ ہمہ وقت مطالعے میں مصروف رہتا تھا ۔ علی ابن یحییٰ المنعم کو یہ فریضہ سونپا گیا کہ وہ کتب خانۂ الفتح کے لیے کتابیں منتخب کرے اور کتب خانے کو مرتب کرے ۔ علی نے اپنی کتابیں بھی اس کتب خانے میں داخل کردیں ۔ ان کے علاوہ دیگر کتابیں بھی جو حاصل ہو سکیں مہیا کیں ۔ اس طرح ایک بے نظیر و شاندار کتب خانہ تیار کردیا ۔ اس کتب خانے کے لیے متعدد کتب بطورخاص لکھی گئیں ۔ خاص طور پر نامور عالم الجاحظ نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا ۔ ابن الندیم کی رائے میں خوبصورتی و کثرت کے لحاظ سے اس سے بہتر کتب کا مجموعہ کہیں نہیں ہوگا ۔[1]

---

۱ ۔ البرامکہ از عبدالرزاق کانپوری ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ عہد عباسیہ کے اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

کتب خانۂ زیارت : خلیفہ واثق باللہ کا وزیر محمد بن عبدالملک زیارت بھی کتابوں کا بڑا شائق تھا ۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ یہ شخص دس ہزار دینار ماہوار کتب کی خریداری ، کتابت اور ترجموں پر خرچ کرتا تھا ۔ یہ لگاؤ اس کے ذاتی کتب خانے کی نشان دہی کرتا ہے اگرچہ کسی نے بھی اس کے کتب خانے کا ذکر نہیں کیا ۔

خزانۂ سابور یا دارالعلم : خزانۂ سابور یا دارالعلم کا شمار اسلامی دنیا کے بہترین کتب خانوں میں ہوتا تھا ۔ اسے آل بویہ کے وزیر ابو نصر بن سابور بن اردشیر (متوفی ۴۱۶ھ) نے قائم کیا ۔

یہ کتب خانہ بغداد کے محلۂ کرخ کے ایک حصے میں قائم کیا گیا تھا جو ابن الیسورسن کے نام سے مشہور تھا ۔ ابو نصر سابور بن اردشیر اس کتب خانے کے لیے کتابیں جمع کرنے کے سلسلے میں زر کثیر صرف کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا ۔ ادارے کی انتظامیہ کا بھی بہت اعلیٰ نظام تھا اور روپیہ فراخ دلی سے خرچ ہوتا تھا ۔

اس کتب خانے میں بنو مقلہ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے ایک سو نسخے تھے ۔ اس کے علاوہ دس ہزار چار سو کتب اور بھی تھیں ۔ جرجی زیدان نے کتابوں کی تعداد دس ہزار اور اولگاپنٹو نے ایک لاکھ بتلائی ہے ۔[1]

---

[1] ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگاپنٹو ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔

Marfat.com

یہ کتب مختلف شعبہ ہائے علوم سے متعلق تھیں ۔ ان میں اکثر ایسے قلمی نسخے تھے جو مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے ۔ مشہور خطاطوں کے لکھے ہوئے نسخے اور دنیا کے نامور علماء اور علم دوست اکابرین سے حاصل کی ہوئی کتب تھیں ۔

اس کتب خانے کے لیے جن بلند پایہ علماء اور کتب بینی کے شوقین علماء نے نادر و بیش قیمت کتابیں تحفتاً عطا کیں ، ان میں احمد بن علی الخطیب اور جبرئیل بن بخت یشوع کے نام نمایاں ہیں ۔ انھوں نے بہت سی نایاب کتب بطور عطیہ پیش کیں ۔ یاقوت حموی (۱۱۷۹ع یا ۱۲۲۹ع) کا بیان ہے کہ اس سے بہتر کتب خانہ دنیا میں نہ تھا ۔[۱] اس کی علمی اہمیت یہ تھی کہ اس میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس میں ممتاز افراد کی آمدورفت بھی رہتی تھی ۔ عام طور پر اپنے وقت کے ممتاز حضرات ، علم دوست اکابرین اور نامور علماء بغرض مطالعہ و درس و تدریس آتے رہتے تھے ۔ اکثر یہاں علمی مناظرے و مباحثے منعقد ہوا کرتے تھے ۔ اس دور کے مشہور فلسفی ابوالعلاء المعری (متوفی ۴۴۹ھ) اکثر اس کتب خانے کے مطالعے سے مستفید ہونے کے لیے اور درس و تدریس کے ذریعے علم کو عام کرنے کے لیے سفر کیا کرتے تھے ۔ بغداد میں مطالعہ و درس کے لیے یہ کتب خانہ مشہور تھا ۔ علماء علمی لگن لے کر آتے اور درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ۔ علمی مناظروں اور

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

مباحثوں میں نمایاں طور پر حصہ لیا کرتے تھے ۔

دارالعلم الشریف الرضی (متوفی ۴۰۶ھ) ۔ الشریف الرضی نے بغداد میں ایک مدرسہ قائم کیا ۔ اس کا نام دارالعلم تھا ۔ اس نے اس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا ۔ اس میں علمی اہمیت کی حامل بیش بہا کتب تھیں ۔ یہ مختلف مضامین پر مشتمل تھیں اور مختلف مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں جو بلند معیار کی تھیں ۔ یہ کتب خانہ نہایت سلیقہ اور نہایت خوش اسلوبی سے مرتب کیا گیا تھا ۔

کتب خانے میں تدریس کا کام بھی ہوتا تھا کیونکہ یہ ایک علمی مرکز تھا ۔ طلبہ کثرت سے تدریس و ذاتی مطالعے کے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور علمی استفادہ کرتے تھے ۔ اس کتب خانے اور دارالعلم کے بانی الشریف الرضی خود درس و تدریس کے فرائض انجام دیا کرتے تھے اور طالب علم ان کے لیکچروں سے استفادہ کرتے تھے ۔ ان طلبہ کے تمام اخراجات الشریف الرضی خود برداشت کرتے تھے ۔

علی بن یحییٰ المنعم کا کتب خانہ : اس عظیم الشان کتب خانے کو علی بن یحییٰ المنعم (متوفی ۲۷۵ھ) نے نواحی بغداد میں اپنے محل میں قائم کیا تھا ۔ اس کتب خانے میں کتابوں کے نادر و نایاب و بیش بہا نسخے تھے اسی لیے یہ خزانۃ الحکمت کہلاتا تھا ۔ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ اکثر ممالک سے بے شمار لوگ تحصیل علم کے لیے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر مختلف علوم کی کتابیں مطالعہ کرنے کے لیے یہاں آتے تھے ۔ تمام طلبہ کو کتابیں ان کی خواہش کے مطابق مطالعہ کے لیے مل جاتی تھیں ۔ درس و تدریس کا فریضہ اعلیٰ پایہ کے علماء سرانجام دیتے تھے ۔

Marfat.com

اس شاندار کتب خانے کے ایک حصے میں طلباء کے قیام کا انتظام بھی تھا اور یہ رہائشی درس گاہ کا کام دیتا تھا ۔ یہاں ہر مقیم طلباء کو طعام مہیا کیا جاتا تھا ۔ اس کتب خانے کے ایک طالب علم نے بہت پائیدار شہرت حاصل کی ۔ اس کا نام ابو معشر المنجم تھا جو خراسان کا رہنے والا تھا ۔ وہ خراسان سے مقامات مقدسہ جاتے ہوئے یہاں ٹھہرا تھا ۔ جب وہ کتب خانے میں داخل ہوا تو اس کی عظمت اور شان کو دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ چنانچہ کتب خانے میں پہنچ کر مطالعے میں اتنا محو ہوا کہ اس نے حج کے سفر کو ملتوی کر دیا اور وہیں مقیم ہو گیا ۔ طلباء کا تمام خرچ علی بن یحییٰ خود برداشت کرتا تھا ۔[1]

کتب خانہ مسجد زیدی : یہ مسجد اور اس سے ملحق کتب خانے کی بنیاد ابو الحسن علی بن احمد الزیدی (متوفی ۵۷۵ھ) نے رکھی تھی ۔ اس میں علماء درس و تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیتے اور طلباء کتب سے استفادہ کرتے تھے ۔

کتب کے عطیات : اس کتب خانے کو بیش قیمت کتب کے عطیات ملے ۔ الزیدی نے اپنی وفات سے قبل اپنی تمام کتب اس کتب خانے کو دے دی تھیں ۔ تین علماء نے بھی اپنی کتب عطا کیں ۔ یعنی ابو الخطاب العلیمی متوفی ۵۷۳ھ ۔ ابوالخیر صبیح الجاشی متوفی ۵۸۳ھ اور عظیم مؤرخ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ ۔ ان تینوں نے اپنی

---

۱ ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

کتابیں اس کتب خانے کے نام وقف کر دیں اور اس طرح ان سب نے اپنے انتقال کے بعد بھی اپنی علمی خدمات علمی فروغ کے لئے جاری رکھیں۔

کتب خانہ محمد ابن الحسن بغدادی: یہ ایک علمی عجائب خانہ تھا جس میں نایاب کتابیں، نادر مخطوطات، پرانی دستاویزات اور تحریریں جمع تھیں۔ اس علمی خزانے میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے: "میں نے بڑی مشکل سے محمد بن الحسین بغدادی تک رسائی حاصل کی۔"

کتب خانے کے نوادرات: ابن الندیم مزید لکھتا ہے کہ ایک دن محمد بن الحسین بغدادی نے ایک چمڑے کا تھیلا نکالا اور قدیم عربی اشعار و قصائد، پرانی دستاویزات اور تحریریں نکالیں جو خراسانی مصری، چینی اور تہامی کاغذوں پر تھیں۔ پرانی ہو کر یہ تحریریں بدل گئی تھیں اور جگہ جگہ سے الفاظ اڑ گئے تھے۔ جو مجموعے اور اجزاء موجود تھے ان پر اکثر علماء کے دستخط تھے اور سندیں تھیں۔ ان میں سے ایک قرآن مجید خالد بن ابی الهیاج کا لکھا ہوا تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صحبت میں رہتا تھا۔ حضرت علی اور امام حسن و حسین کے ہاتھ کی متعدد تحریریں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین و سرداران قبائل کے نام لکھوائے تھے وہ ویسے ہی محفوظ تھے۔ نحو اور لغت میں اصمعی، ابن الاعرابی، سیبویہ، فراء اور کسائی کی ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اور رسالے تھے۔ ابن الندیم کا بیان ہے کہ اسی کتب خانے کی بدولت مجھے اس بات کا علم ہوا کہ فن نحو ابو الاسود دولی کی ایجاد ہے[1]۔

۱۔ علمائے سلف از حبیب الرحمٰن خان شروانی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

Marfat.com

کتب خانہ اسحاق موصلی : یہ کتب خانہ موسیقی اور لغت کی بیش قیمت کتابوں کا ذخیرہ تھا ۔ ابوالعباس نے بغداد کے اس کتب خانے میں ایک ہزار رسالے فنِ لغت کے دیکھے ۔

کتب خانہ شیخ عبدالقادر جیلانی : یہ ایک خانقاہی کتب خانہ تھا ۔ اس کو کتب خانوں میں وہی امتیازی مقام حاصل تھا جو صوفیائے کرام کی صف میں شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۱ع) کو حاصل ہے ۔ اولگا پنٹو نے بھی اسے ایک اہم کتب خانہ لکھا ہے[1] ۔ حضرت جیلانی سلسلہ قادریہ کے بانی اور عربی کے زبردست عالم تھے ۔ ان کی بےشمار تصانیف نے ایک روحانی اور علمی سرمایہ فراہم کیا ہے ۔ ان میں فقہ کی تصنیف "غنیة الطالبین" اور تصوف کی "حجة الأسرار" بہت ہی مشہور کتابیں ہیں ۔ اس کتب خانے کی روحانی کتابوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا زبردست فریضہ سرانجام دیا ۔

دیگر مدارس کے کتب خانے :

عراق ، خراسان ، شام اور مصر کے تمام مدارس میں کتب خانے موجود تھے ۔ کوئی مدرسہ ایسا نہ تھا جہاں پر کتب خانہ نہ تھا ، اور جہاں پر کتب کا ذخیرہ نہ تھا ۔ البتہ اس کی ترقی مدرسے کی مالی امداد پر منحصر تھی ۔

کتب خانہ مدرسہ نظامیہ بغداد : الپ ارسلان کا وزیر نظام الملک علم دوست اور علم کا مربی تھا ۔ اس نے اپنے عہدِ وزارت میں علم کو

---

۱ ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ علمائے سلف از حبیب الرحمن شروانی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

غیر معمولی فروغ دیا ، اور ۴۵۹ھ میں بغداد کا مدرسہ نظامیہ قائم کیا ۔ پھر اسی نمونے پر بہت سے اور مدرسے بھی قائم کیے ۔ نظام الملک نے اپنے ہر مدرسے میں ایک کتب خانہ بھی قائم کردیا ، اور اس میں بیش بہا کتب کا ذخیرہ جمع کیا ۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا کتب خانہ سب سے بڑا تھا ، کیونکہ یہ مدرسہ بھی دوسرے تمام مدارس سے بڑا تھا[۱] ۔

نظام الملک طوسی کی علمی خدمات : مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنیاد نظام الملک نے خود رکھی ، اور پندرہ ہزار دینار سالانہ اس کے اخراجات کے لیے مقرر کیے ۔

مدرسے کے چند معلمین : ابواسحاق شیرازی ، امام الحرمین ابوالمعالی اور امام غزالی جیسے ممتاز علمائے گرامی قدر درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ۔ شیرازی یہاں کے طالب علم رہے ہیں ۔

کتب کا ذخیرہ : نظام الملک نے اس مدرسے کو بہت سی کتابیں بطور عطیہ پیش کیں ۔ یہ کتابیں مختلف موضوعات پر لکھی گئی تھیں اور بیش بہا علمی خزانے کی حامل تھیں ۔ ان میں ابراہیم الحربی کی تصنیف ''غریب الحدیث'' کی دس جلدیں بھی تھیں جو ابو عمر بن جہادیہ کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں ۔ یہ اس کتاب کا بہترین قلمی نسخہ ہے ۔

کتب کے عطیات : خلیفہ ناصرلدین اللہ نے اپنے ذاتی کتب خانے سے ہزاروں کتابیں اس کتب خانے میں منتقل کردیں ۔ یہ کتابیں نادر تھیں اور نہایت بلند علمی معیار کی حامل تھیں ۔ ساتویں

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

Marfat.com

صدی کے نصف اول میں اس کتب خانے کو ایک ہزار دینار کی قیمتی کتابوں کا عطیہ ملا ۔ اس مرتبہ یہ عطیہ محب الدین بن النجار (۶۴۳ھ) سے ملا ۔ تاریخ میں ہے کہ اگر کوئی عالم تحفہ دیتا تو وہ صرف کتابیں ہوا کرتی تھیں اور وہ اس نادر تحفہ کو کتب خانے میں جمع کر دیتا ۔ خواجہ نظام الملک کو اس کتب خانے سے اتنی دلچسپی تھی کہ جب وہ بغداد آتا تو اس کتب خانے میں آ کر مطالعہ ضرور کرتا[1] ۔

کتب خانے سے استفادہ : نظامیہ بغداد کے کتب خانے میں بلا امتیاز ہر خاص و عام کو اجازت تھی کہ وہ بیٹھ کر استفادہ کرے یا کتابیں جاری کروا کر گھر لے جائے ۔ انتظامی ضابطوں کا پابند ہو ۔ کتابیں بحفاظت مقررہ وقت پر واپس کرے ۔

نظامیہ بغداد کے کتب خانے میں نادر کتابیں اور نایاب قلمی نسخے جمع کیے گئے تھے ۔ یہ مختلف علوم و فنون کی بے شمار کتابیں تھیں ۔ کتابوں کی ایک فہرست بھی مرتب کی گئی تھی ۔ جس میں تقریباً چھ ہزار کتب تھیں ۔ ان میں مذہبی کتب کی کثرت تھی ۔ اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی کتب بھی موجود تھیں ۔ کتابوں کو اس طور پر ترتیب دیا گیا تھا کہ قارئین بڑی آسانی سے مطلوبہ کتب حاصل کر سکتے تھے ۔ مدرسے کی عمارت نہایت عالیشان بنوائی گئی تھی ۔ اس مدرسے میں چاروں فقہ حنفی ، شافعی ، مالکی اور

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔

Marfat.com

حنبلی کی تعلیم کا بندوبست تھا ۔ کتب خانے میں نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ ان عقائد سے متعلق بھی تھا ۔ یہ کتب خانہ طلباء ، علماء اور محققین کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا تھا ۔

انتظامی سہولتیں : کتب خانے میں تحقیق اور کتابت و تصنیف کرنے والوں کے لیے مدرسہ و کتب خانہ کی انتظامیہ کی طرف سے قلم دوات اور کاغذ کا مکمل انتظام تھا ۔ طلباء کے لیے چراغ بھی موجود تھے ۔ پانی کے لیے تہ خانوں کا بھی انتظام تھا ۔ کتب خانے کے حال میں ایک ٹاور لگا ہوا تھا[۱] ۔

تیس درس گاہی کتب خانے : علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے مدرسہ نظامیہ ترقی کرکے یونیورسٹی کا درجہ اختیار کر گیا تھا ۔ نیشاپور ، ہرات ، موصل ، بصرہ اور دیگر بہت سے شہروں میں مدارس نظامیہ قائم ہوئے جو کہ اسی بڑے مدرسے کی شاخیں تھیں ۔ پھر اسی کے نمونے پر بہت سے اور مدرسے بھی کھلے ۔

ڈاکٹر ڈریپر نے لکھا ہے کہ عہد عباسیہ میں صرف بغداد شہر میں بہتر (۷۲) کتب خانے تھے جن میں کتابوں کی مجموعی تعداد چار کروڑ تھی ۔ محمد زبیر خان نے ابن جبیر اندلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ابن جبیر بغداد میں آیا تو بغداد میں

---

۱ ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ معرکہ مذہب و سائنس ۔

Marfat.com

تیس مدرسے تھے اور ہر مدرسے کی خوبصورتی نادر محلات سے بہتر تھی - ہر مدرسے کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا -

مدرسۂ مستنصریہ :

اس مدرسے کو خلیفہ مستنصرباللہ عباسی نے قائم کیا - علامہ شبلی کے بیان کے مطابق اس کی بنیاد ۶۲۵ھ مطابق ۱۲۲۷ء میں دریائے دجلہ کے کنارے رکھی گئی تھی - چھ برس کی مدت میں مدرسے کی عمارات کا سلسلۂ تعمیر مکمل ہوا - عمارت کا ایک حصہ عین دریائے دجلہ میں واقع تھا[۱] -

کتب خانۂ مدرسۂ مستنصریہ : اس مدرسے سے منسلک ایک عظیم‌الشان کتب خانہ بھی تھا جس میں ابن عتیبہ العلوی کی روایت کے بموجب کتب کی تعداد آٹھ ہزار تھی - یہ مختلف علوم کی نادر و نایاب کتابیں تھیں - مدرسے کی رسم افتتاح بڑی شان و شوکت سے ادا کی گئی - پھر بڑے بڑے فقہا و علماء درس و تدریس کے لیے مقرر ہوئے - خلیفہ کے اپنے ذاتی کتب خانے سے کتابیں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر اس کتب خانے میں جمع کی گئیں جن کی تعداد بہت زیادہ تھی - اس کتب خانے کے متعلق مقریزی اور ابن الفرات کے جو بیانات ملتے ہیں ان کے مطابق یہاں مختلف علوم کی نہایت نادر و نایاب کتابیں تھیں - ان میں "کتاب الیاسہ" یعنی "آئین منگول" کا نسخہ بھی تھا جس میں چنگیز خاں کے وہ فرامین تھے جو اس نے رعایا کے لیے جاری کیے تھے - اور مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی "تاریخ

---

۱ - مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی - رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی - مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی - عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو -

Marfat.com

بغداد'' کی چودہ جلدیں تھیں[1] ۔

مدرسۂ مستنصریہ کا مہتمم : اس شاندار کتب خانے کے مہتمم بھی اپنے وقت کے ممتاز علماء تھے ۔ الشمسی بن علی الکسی کو مدرسے کے افتتاح کے دن خلعت عطا ہوا ۔ ابنِ الساعی (متوفی ۶۷۴ھ) ایک ممتاز مورخ تھا ۔ ابنِ الفوطی (متوفی ۷۲۳ھ) ''الحوادث الجامعہ'' کا مصنف تھا ۔ اس نے بہت سی قابلِ قدر تصانیف پیش کیں ۔ یہاں پر تقرر سے پہلے وہ نصیرالدین طوسی کے ذاتی کتب خانے کا مہتمم تھا ۔

انتظامی سہولتیں : کتب خانے میں محققین اور طالب علموں کا ہر طرح سے خیال رکھا جاتا تھا ۔ شاہ معین الدین احمد ندوی نے لکھا ہے کہ ہر طالب علم اس کتب خانے سے استفادہ کر سکتا تھا ۔ قارئین کے لیے اور جو لوگ کتب خانے میں بیٹھ کر مخطوطات کی نقل کرنا چاہتے ان کے لیے انتظامیہ کی طرف سے قلم دوات اور کاغذ کا بھی انتظام تھا ۔ طلباء کے لیے چراغ بھی موجود تھے ۔ تہ خانوں میں پینے کا ٹھنڈا پانی رکھنے کا انتظام تھا ۔ کتب خانے کے ہال میں ایک ٹاور لگا تھا ۔ کتابوں کو اس طور پر ترتیب دیا گیا تھا کہ قارئین بڑی آسانی سے مطلوبہ کتب حاصل کر سکیں ۔

عباسی عہد کے کتب خانوں پر طائرانہ نظر : تحصیلِ علم کے بے پناہ شوق کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ بغداد سے

---

۱ ۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی ۔ تذکرۂ بغداد از ابن جبیر ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ عہد عباسیہ کے کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم از علامہ شبلی نعمانی ۔

Marfat.com

لے کر قرطبہ تک تمام اسلامی ممالک میں علم کے فروغ کے لیے گھر گھر کتب خانے اور رصدگاہیں قائم ہو گئی تھیں ۔ علمی مجالس منعقد ہوتیں ، قلمی نسخوں سے لدے ہوئے اونٹوں کے قافلے دور دراز کے ممالک سے بغداد آتے رہتے ۔ دنیا کے کونے کونے سے علوم و فنون کے ماہرین کو معقول معاوضوں پر طلب کیا جاتا ، اور ان سے علمی فیض حاصل کیا جاتا ۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ اور ہر مدرسے کے ساتھ ایک کتب خانہ ضرور ہوتا تھا جس میں طب ، ادویہ سازی ، جراحی ، ریاضی ، منطق ، جغرافیہ ، تاریخ ، ہیئت ، فلکیات ، موسیقی ، مصوری ، ادب ، فلسفہ ، کیمیا ، طبیعیات کی ایک سے ایک نئی اور مستند کتاب آسانی سے مل سکتی تھی ۔

مورخین کی رائے : عباسی عہد علم و فن کی ترقی اور کتب خانوں کے فروغ کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس کے ہر بڑے شہر میں ایک کتب خانہ ضرور تھا ۔ بعض بڑے شہروں میں کئی کئی کتب خانے ہوا کرتے تھے ۔

ڈاکٹر ڈریپر نے لکھا ہے کہ "عہد عباسیہ میں صرف بغداد شہر میں بہتر (۷۲) کتب خانے تھے جن میں کتابوں کی مجموعی تعداد چار کروڑ تھی ۔ ابن جبیر اندلسی کے مترجم عبدالحلیم احمد علی کے حوالے سے محمد زبیر نے لکھا ہے کہ جب ابن جبیر بارھویں صدی میں بغداد آیا تو وہاں تیس مدرسوں کے تیس درسگاہی کتب خانے تھے ۔ اولگاپنٹو نے قلقشندی کے حوالے سے لکھا ہے کہ تیرھویں صدی میں بغداد میں چھتیس کتب خانے تھے ۔

نادر قلمی نسخوں کی تلاش اور ان کی خرید و فروخت کے سلسلے میں نیز رصدگاہوں اور کتب خانوں کے قیام میں بادشاہوں ، شہزادوں ،

Marfat.com

شہزادیوں ، وزیروں اور عام شہریوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور زرِ کثیر خرچ کیا ۔ عباسی خلفاء اور شہزادے اگر سیر و شکار کے لیے بھی جاتے تو کتابوں سے لدے ہوئے اونٹ اور علماء و فضلا ان کے ساتھ ہوتے۔ اس دور کی زندگی میں سفر ہو یا گھر ہو ، خوشی ہو یا غم لوگ مطالعے ، مباحثے اور مناظرے کے لیے ضرور تھوڑا بہت وقت نکال لیتے ۔ خواتین کو بھی کتب کے مطالعے کا اور کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا ۔

کتب خانوں کی بربادی : ۱۲۵۸ء میں جب ہلاکو خاں نے بغداد کو تاخت و تاراج کردیا اور کتب خانوں کی کتابوں کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا تو وہاں ایک پل بن گیا جس پر لوگ باسانی چل پھر سکتے تھے ۔ دریائے دجلہ کا پانی کتابوں کی سیاہی سے سات دن تک سیاہ رہا ۔ اولگا پنٹو کہتی ہے کہ کتب کی تعداد کا اندازہ اس واقع سے بھی لگایا جا سکتا ہے ۔

فاطمیینِ مصر کے کتب خانے

فاطمی خلفاء کا ذوقِ علم : فاطمی خلفا علم و ہنر کے قدردان تھے ۔ وہ کتب بینی کے شوقین تھے اور کتب جمع کرنے کا اچھا ذوق رکھتے تھے ۔ فاطمی خلفاء نے اپنے دورِ خلافت میں مدرسوں اور ان سے ملحق کتب خانوں کو قائم کیا ۔ یہ خلافت مکمل طور پر شیعہ مکتبہ فکر کی حامل تھی اور ہر فاطمی خلیفہ نے اپنے مسلک اور اپنے عقیدے کو عوام میں پھیلانے کی کوشش کی ۔ اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت پر زور دیا ۔ مدرسوں اور کتب خانوں کو بھی اپنے مسلک کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا ۔

Marfat.com

کتب خانوں کی اقسام: شاہی کتب خانہ بے مثال تھا ۔ اس کو ہر خلیفہ نے ترقی دی ۔ وزراء و اُمراء اور علماء و فضلاء کے ذاتی کتب خانے بھی تھے ۔ عوام کے قائم کردہ کتب خانے الگ تھے ۔ پبلک کتب خانے بھی تھے ۔ ہر مدرسے سے ملحق ایک کتب خانہ تھا ۔

قاہرہ کے کتب خانے: مصر میں درس گاہوں اور کتب خانوں کا قیام مصر میں اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا ۔ فاتح مصر عمرو بن عاص نے ۲۱ھ میں ایک مسجد جامع عمر تعمیر کروائی ۔ یہ مسجد اعلیٰ درس گاہ کا کام بھی دیتی تھی اور یہاں کتابیں بھی جمع کی جاتی تھیں ۔

کتب خانۂ خزائن القصور: فاطمی خلفاء میں علم کی اشاعت اور کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق بہت بڑھ گیا تھا ۔ فاطمی خلیفہ عزیز باللہ (متوفی ۳۶۵ھ مطابق ۹۷۵ع) نے ایک کتب خانہ ”خزائن القصور“ نام کا قائم کیا تھا ۔ اس کتب خانے کو قرون وسطیٰ کے کتب خانوں میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ۔ جو بھی اس کی کتب سے استفادہ کرنا چاہتا وہ آزادانہ کر سکتا تھا ۔ زاہد علی نے ”تاریخ فاطمین مصر“ میں مقریزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ کتابوں کا ایسا ذخیرہ کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا ۔ عزیز باللہ ثانی نے اپنے وزیر یعقوب ابن کاس کو حکم دیا کہ اس کتب خانے کے لیے شاہی خزانے کا منہ کھول دیا جائے ۔

کتابوں کا ذخیرہ: اس میں قرأت ، حدیث ، نحو ، نجوم ، منطق فلسفہ اور دینی علوم کی بے شمار کتب تھیں ۔ ترجمہ و تالیف کے لیے بے شمار علماء جمع کیے گئے تھے اور لاکھوں کتابیں اکٹھی کی گئی تھیں ۔ اس میں اکثر بیش قیمت کتابوں کے کئی کئی نسخے موجود تھے ۔ ”تاریخ المہدی“ کے ۱۲۰۰ نسخے موجود تھے ۔ مسبحی سے

Marfat.com

روایت ہے کہ ایک شخص نے عزیز باللہ سے الخلیل کی تالیف ''کتاب العین'' کا ذکر کیا ۔ عزیز باللہ نے مہتمم کتب خانہ سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کتاب کے تیس سے زیادہ نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک نسخہ خلیل کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ ایک سو نسخے ابنِ درید کی تصنیف الجمرہ کے تھے ۔ ابوشامہ تعداد کتب بیس لاکھ اور المقریزی سولہ لاکھ بتلاتا ہے ۔ وہ متفق ہیں کہ یہ کتب خانہ عجائباتِ عالم میں سے تھا[1] ۔

کتب خانے کے نوادرات : یہ ایک وسیع کتب خانہ تھا اور اس کے چالیس کمرے تھے جن میں فقہ ، نحو ، لغت ، حدیث ، تاریخ ، ہیئت اور کیمیا کی سولہ لاکھ کتُب جمع تھیں ۔ اس تعداد میں کتابوں کے مکررات بھی شامل تھے ۔ ان میں چھ ہزار کتابیں محض ریاضی اور ہیئت کی تھیں ۔ تاریخ طبری کے بارہ سو نسخے تھے جن میں ایک قلمی نسخہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا ۔ قرآن مجید کے دو ہزار چار سو نسخے تھے جو مشہور و معروف خطاطوں کے لکھے ہوئے تھے ۔ کتب خانے کی بیشتر کتابوں کا خط نہایت پاکیزہ اور ان کی جلدیں سونے چاندی کے نقش و نگار سے مزیّن تھیں ۔ زمین کے دو کُرے بھی محفوظ تھے ۔ ایک چاندی کا تھا جس پر تین ہزار دینار

---

۱ ۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت سلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ مقالات شبلی از علامہ شبلی ۔ تمدن عرب از سید بلگرامی ۔

Marfat.com

صرف ہوئے تھے ۔ دوسرا پیتل کا تھا جو بطلیموس کے ہاتھ کا بنا ہوا تھا ۔ ان سب کی ترتیب و تدوین خلیفہ کے وزیر یعقوب بن کاس نے کی تھی جس نے خود بھی متعدد کتب تصنیف کی تھیں ۔[۱]

دارالعلم یا دارالحکمت :

یہ دارالعلم یا دارالحکمت فاطمی خلیفہ حاکم بامراللہ بن عبدالعزیز (متوفی ۹۵-ھ مطابق ۱۰۰۳ع) نے قائم کیا ۔ قاہرہ میں "قصرِ عربی" کے قریب یہ ادارہ دارالعلم یا دارالحکمت کے نام سے قائم ہوا ۔ علامہ شبلی نعمانی نے اسے ایک بہت بڑا اور عظیم الشان ادارہ قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ بہت ہی شان و شوکت سے کھولا گیا تھا ۔ بہت سے امراء ، منجمین ، اطبا اور ادبا رسمِ افتتاح میں شریک ہوئے اور اس میں عظیم الشان ذخیرۂ کتب جمع کر دیا گیا ۔ یہ اتنا وسیع تھا کہ اس کی کتابوں کی مرمت اور دیکھ بھال پر ۳۸۰ دینار خرچ آتے تھے ۔ ان وسیع اخراجات کو پورا کرنے کے لیے الحاکم نے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر دیا تھا ۔ اس عظیم الشان کتب خانے کے چالیس حصے تھے اور ہر حصے میں اٹھارہ ہزار کتب تھیں جن میں دنیا کے قدیم علوم پر ہر قسم کی کتابیں تھیں ۔ کتابوں کا اجراء کرنے والے ملازمین اور دیگر عملہ بھی مقرر کر دیا گیا ۔[۲]

---

۱ ۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔

۲ ۔ مقالات شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

کتب خانے کی آرائش: اس کتب خانے کی عمارت بہت خوبصورت تھی - اس کتب خانے کا فرش تک بہت خوبصورت تھا - بعض مؤرخ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جواہرات سے مزین تھا - اس پر قیمتی قالین بچھا دیے گئے تھے - اس کے دروازوں، کھڑکیوں اور گزرگاہوں پر بیش قیمت پردے لٹکائے گئے تھے اور ان دروازوں پر پہرے دار اور خدام مقرر تھے - لیکن یہ دروازے ہر ایک کے لیے بلا تخصیص کھلے رہتے تھے اور ہر علم کا شائق اپنے شوق کی تسکین کر سکتا تھا -

کتب خانے کی علمی خدمات: اس ادارے اور کتب خانے اور یہاں درس و تدریس کا مقصد ایسے علماء تیار کرنا تھا جو اسماعیلیہ مذہب کی تبلیغ و تدریس کا فریضہ انجام دے سکیں - کتابوں کے مطالعے، کتابوں کی نقل کرنے اور کتابت کی عام اجازت تھی - اس غرض سے کاغذ، دوات، قلم اور روشنائی کتب خانے کی انتظامیہ کی طرف سے مہیا ہوتی تھی -

کتب کی فراہمی: نادر کتب کا بیش بہا ذخیرہ یہاں جمع کیا گیا - شاہی محل میں جس قدر کتب تھیں انہیں بھی "دارالحکمت" میں منتقل کرنے کے احکام نافذ کیے گئے - مختلف مضامین پر لکھی ہوئی بلند معیار کی کتب مہیا کی گئیں - بیشتر قلمی نسخے یعنی مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتب فراہم کی گئیں - دارالحکمت میں ایسا بیش بہا ذخیرۂ کتب تھا جو صرف بادشاہوں کے پاس ہی ہو سکتا ہے -[1]

---

۱ - ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن: از ڈاکٹر احمد شلبی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان - نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی

Marfat.com

درس و تدریس : یہاں پر درس و تدریس کے فرائض اپنے وقت کے بلند پایہ علماء سرانجام دیتے تھے - اس مقصد کے لیے مختلف علوم کے ماہرین مقرر کیے گئے - درس و تدریس کے لیے حفاظ ، فقہا ، ریاضی دان ، ہیئت دان ، اطباء ماہرینِ علم اللسان اور نحوی وغیرہ مقرر کیے گئے -

ذوق مطالعہ کی تسکین کا سامان : طالب علم اپنے مطالعے کی امنگ کی تسکین کرتے اور طلبہ کا ایک ہجوم رہتا تھا - کچھ تو خود مختارانہ مطالعہ کرنے کے لیے آتے اور یہاں سے صرف کتب لیتے تھے اور کچھ کتابوں کی نقلیں بھی کرتے تھے -

مناظرے و مباحثے : یہاں مناظرے و مباحثے منعقد ہوتے تھے - علماء علمی مناظروں و مباحثوں میں بھرپور شرکت کرتے - ایک دفعہ خود خلیفہ حاکم بامراللہ نے یہاں مناظرہ کیا - اس کے اختتام پر انعام و خلعت تقسیم کیے -

سہولتیں : طلباء کو علمی فروغ کے لیے بہت سی سہولتیں مہیا کی جاتیں - آمد و رفت کی آزادی تھی - جب چاہیں طلبا وہاں آ سکتے تھے اور جتنا وقت وہ چاہیں وہاں مطالعہ میں صرف کر سکتے تھے - وہاں پر ٹھہرنے کے اوقات کی پابندی نہیں تھی -

اصول مساوات : ہر شخص کو بلاتخصیص کتب خانے میں آنے اور مطالعہ و کتابت کی اجازت تھی - صرف ذہانت ، فراست ، علمی ذوق اور علمی استفادہ کے لیے سچی لگن کی شرط تھی - حسنِ کارکردگی جس میں بھی ہو وہ اس کتب خانے سے سیراب ہو کر اپنے مزرع علم کو

Marfat.com

پروان چڑھا سکتا تھا۔

دارالحکمت کے نشیب و فراز: دارالحکمت نے ایسا فروغ حاصل کیا کہ اوج شہرت پر پہنچا۔ لیکن زمانے کے نشیب و فراز نے اسے بھی اپنے گھیرے میں لے لیا۔ زمانے کے مد و جزر کے ساتھ ہی ترقی و تنزل کی منازل آئیں۔ لیکن ان سے گزرنے کے باوجود یہ کتب خانہ چھٹی صدی کے اوائل تک قائم رہا۔ جب الملک الافضل کو پتہ چلا کہ دارالحکمت کو بعض لوگوں نے رقص کی جگہوں کے لیے استعمال کیا ہے تو اس نے اس کو بند کرنے کے احکامات جاری کر دیے۔ لیکن ۵۱۷ھ میں الماموں البطائی نے خلیفہ کے حکم سے "دارالعلم" کو پھر کھول دیا اور ایک مرتبہ پھر پہلے جیسے زور و شور سے علمی خدمات و علمی فروغ کا کام جاری ہو گیا اور خاندان فاطمی کے زوال تک یہی کیفیت رہی۔ خلفائے فاطمی کے دارالکتب میں چھ لاکھ کتب تھیں لیکن صلاح الدین نے اس کو ختم کر دیا اور وہیں پر ایک شافعی مدرسہ قائم کیا۔[۱]

جامعۂ ازہر کا کتب خانہ: مشہور فاطمی خلیفہ معز لدین اللہ (۳۵۸ھ تا ۳۶۵ھ) نے اپنے دور خلافت میں شہر قاہرہ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی جامعہ ازہر کا قیام بھی عمل میں آیا۔ ابتداء میں یعنی ۹۷۰ء مطابق ۳۵۹ھ میں یہ محض ایک مسجد تھی۔ ۳۷۸ھ میں اس نے درس گاہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس کتب خانے کی ترقی ہر خلیفہ کے دور میں ہوئی اور دو لاکھ کتب جمع ہو گئیں۔

۱۔ اولگا پنٹو۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری۔ نامور سائنسدان از سید علی ناصر زیدی

جامعہ ازہر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زمانے کے نشیب و فراز سے محفوظ رہا ہے - ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ یہ علمی خدمات سرانجام دیتا رہا ہے -

طلال الکتب یا کتابوں کا ٹیلہ : چھٹی صدی ہجری میں کُردوں نے بڑی بے دردی سے فاطمین کے کتب خانوں کی ہزاروں کتابیں دریائے نیل میں پھنکوا دیں - کتابوں کی جلدوں کے چمڑوں کی جوتیاں بنوا لیں - ایک بڑی تعداد میدانوں میں پڑی رہی -[1] بقول جرجی زیدان ہواؤں نے ترس کھا کر اُن پر خاک ڈال دی[2] اور وہ جگہ ایک عرصے تک "طلال الکتب" کے نام سے موسوم رہی - صلاح الدین ایوبی نے جب مصر کو فتح کیا (۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۱ع) تو اُس وقت بھی بہت سی کتابیں باقی تھیں - ان کتابوں میں سے ایک حصہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے وزیر الفاضل عبدالرحیم کو عطا کردیا -

کتب خانہ مدرسہ فاضلیہ : الفاضل نے ۵۸۰ھ میں یہ مدرسہ قائم کیا - اولگا پنٹو نے بھی سلطان صلاح الدین ایوبی کی کتب کے عطیے کا ذکر کیا ہے - الفاضل نے ان عطا کردہ کتابوں کو اپنے مدرسے میں رکھوا دیا - کتب خانہ مدرسہ فاضلیہ میں سلطان کے عطیے کی وجہ سے ایک لاکھ کتب جمع ہوگئیں جن سے طلبا استفادہ کرتے تھے[3] -

---

۱ - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو -
۲ - تاریخ التمدن الاسلامی از جرجی زیدان - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو -
۳ - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری - ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو -

Marfat.com

کتب خانۂ مدرسۂ فخریہ : یہ مدرسہ اور اس کا کتب خانہ قاہرہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ قرون وسطیٰ کا نامور مؤرخ اور مصنف ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ مطابق ۱۲۸۲ء) سات برس یہاں مدرس رہا۔ آپ کی مستند تصنیف "وفیات الاعیان" یہیں قاہرہ میں لکھی گئی اور معروضہ ہے کہ ابن خلکان نے اپنی تصنیف کے لیے اسی کتب خانے سے استفادہ کیا۔ یہ کتاب تاریخ کے مستند ماخذ میں شمار کی جاتی ہے۔

قاہرہ کے درس گاہی کتب خانے : قاہرہ میں اور بھی بہت سے درس گاہی کتب خانے تھے۔ فاطمی دور کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی (متوفی ۵۸۶ھ) کے عہد میں بھی مصر کے بہت سے علاقوں یعنی سکندریہ اور قاہرہ وغیرہ میں مدارس اور ان سے ملحق کتب خانے قائم ہوئے۔

کتب خانۂ محمودیہ : اس میں کتابیں تو صرف چار ہزار تھیں لیکن از میر زیادہ تر مشہور مصنفین اور نامور علما کے قلمی نسخے تھے۔ قاضی برہان الدین ابن جماعہ کی وفات کے بعد ان کا کتب خانہ بھی اسی کتب خانے میں شامل ہوگیا۔ نویں صدی ہجری تک یہ کتب خانہ قائم رہا۔

اس کتب خانے کے نظما کی فہرست میں سراج الدولہ و فخرالدین کے بعد ابن حجر عسقلانی جیسے عظیم مصنف کا نام بھی شامل ہے۔ ابن حجر نے کتابوں کی دو فہرستیں بنائی تھیں۔ ایک حروف تہجی کے لحاظ سے، دوسری فن کے لحاظ سے مرتب کی گئی تھی۔ یہ کتب خانہ مدرسہ محمودیہ کے لیے وقف تھا۔ اس وقف کی شرائط کی رو سے اس

Marfat.com

کتب خانے کی کتابیں باہر نہیں جا سکتی تھیں ۔ اس کے باوجود ہر اہلِ علم اس سے استفادہ کر سکتا تھا ۔[1]

دیگر اسلامی کتب خانے

دمشق کے کتب خانے :

دمشق حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا اور اسلامی سلطنت میں شامل ہونے کے بعد علم و ادب کا مرکز بن گیا ۔ علما و فضلا علمی خدمات میں مصروف رہے ۔

کتب خانۂ جامع دمشق : اموی خلیفہ ولید اول (متوفی ۹۶ھ) نے زرِ کثیر صرف کر کے ایک عظیم الشان مسجد بنوائی تھی ۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مسجد کی دیواروں میں بیش قیمت سنگِ مرمر لگا تھا ۔ اس کے مصلّوں میں بیش بہا پتھر جڑے ہوئے تھے ۔ چھت میں چھ سو طلائی چراغ لگے تھے ۔[2] یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ اگر انسان سو سال زندہ رہے اور ہر روز اس کی بناوٹ سجاوٹ کا بغور جائزہ لے تو ہر روز وہ ایسی چیزیں دیکھے گا جو پہلے نہ دیکھی تھیں ۔[3]

جامعِ دمشق عظیم الشان مسجد ہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کا اہم مرکز بھی ۔ علما و فضلا یہاں درس دیا کرتے تھے ۔ عاصم بن عمرو انصاری (متوفی ۱۲۰ھ) بھی یہاں درس دیتے تھے ۔

---

۱ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔

۲ ۔ تمدن عرب مترجم سید بلگرامی ، ص ۱۴۷ ۔ سفرنامۂ ابن بطوطہ مترجم رئیس احمد جعفری ، جلد اول ، ص ۱۲۶ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ، ص ۱۰۱ ۔

۳ ۔ یاقوت حموی ۔

Marfat.com

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) بھی یہاں درس دیا کرتے تھے ۔ ابن بطوطہ نے یہاں بہت سے علمی حلقے دیکھے اور کتب خانے میں قرآن کے اس نسخے کی بھی زیارت کی تھی جو حضرت عثمانؓ نے شام بھیجا تھا ۔ جامع دمشق کے غربی منارے کے اندر امام غزالی نے ایک عرصے تک مراقبہ و مجاہدہ کیا تھا ۔[1]

کتب خانہ مدرسہ نوریہ : سلطان نور الدین زنگی (متوفی ۵۶۹ھ) نے دمشق میں قائم کیا ۔ اس کا کتب خانہ عظیم الشان تھا ۔ نورالدین نے اپنی بہت سی کتابیں اس کتب خانے کو بطور عطیہ دے دی تھیں ۔

کتب خانہ مدرسہ نوریہ : دمشق کے مدرسوں میں نوریہ اور اس کے کتب خانے کا مرتبہ بہت بلند تھا ۔ اس میں نامور اساتذہ درس دیتے رہے ۔ مشہور مؤرخ ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۶۷ع) بھی یہاں مدرس رہے ۔ ''الانساب'' کے مصنف اسمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) اس کے رفقاء میں سے تھے ۔ ان کی سب سے بڑی کتاب ''تاریخ مدینۃ الدمشق'' اسی (۸۰) جلدوں میں تحریر کی گئی ۔[2]

دمشق کے تین سو بیس درسگاہی کتب خانے : دمشق میں ہر مسلمان حکمران نے مدارس قائم کیے اور اس سے ملحق کتب خانے بھی قائم کیے ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی (متوفی ۵۸۹ھ) نے بھی یہاں

---

۱ ۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

۲ ۔ سفرنامہ ابن بطوطہ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ سفرنامہ ابن جبیر ۔ رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ جلد ۱۸ ص ۶۰ — ۶۱ ۔ المدارس من المدارس بحوالہ رسالہ 'معارف' اعظم گڑھ ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

مدارس قائم کروائے ۔ ملک العزیز ابن سلطان صلاح الدین نے ایک عظیم الشان مدرسہ بنام "عزیزیہ" قائم کیا ۔ دمشق میں ہر زمانے میں مدرسوں کی تعداد بڑھتی رہی ۔ ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۵ء تک دمشق میں تین سو بیس مدرسے اور درس گاہی کتب خانے قائم ہوچکے تھے ۔

شام کے دیگر کتب خانے :

ابن عمار کا عظیم الشان کتب خانہ : پانچویں صدی ہجری میں شام کا شہر طرابلس بنو عمار کے عہد میں علم و فضل کا مرکز تھا ۔ بنو عمار نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک کتب خانہ بھی قائم کردیا ۔ اس کتب خانے میں کم و بیش تیس لاکھ کتابیں تھیں ۔ پچاس ہزار نسخے قرآن مجید کے تھے اور بیس ہزار جلدیں تفاسیر کی تھیں ۔ اس کتب خانے میں ایک سو اسی کاتب بھی تھے جو ہر وقت کتابیں نقل کرتے رہتے تھے ۔ ان کی ڈیوٹی کے اوقات دن اور رات میں بدلتے رہتے تھے تاکہ کتابت کا کام مسلسل جاری رہے ۔ بنو عمار کو نئی اور نایاب کتب کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا اور اس کے لیے علیحدہ آدمی مقرر تھے ۔ بنو عمار نے اس کتب خانے کو ایسی ترقی دی کہ اس زمانے کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا ۔ جب ۵۰۳ھ مطابق ۱۱۰۹ء میں صلیبی جنگ میں یہ ہار گئے اور فاتحین نے یہ کتب خانہ جلادیا تو ابن عمار والیٔ طرابلس رو پڑا ۔ [1]

حلب کے کتب خانہ

سیف الدولہ کا کتب خانہ : سیف الدولہ (متوفی ۳۵۶ھ مطابق

---

۱ ۔ اولگا پنٹو ۔ سفرنامہ ابن جبیر ۔ تمدن الاسلامی از جرجی زیدان ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان ۔

Marfat.com

۹۶۷ء) حلب کے فرمانرواؤں میں بہت مشہور ہے - یہ علم دوست تھا اور اس نے ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا - علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ اس کتب خانے میں ادب کا ایک بیش قیمت ذخیرہ تھا -

کتب خانہ قاضی اکرم : ایوبی خاندان کے عہدِ حکومت میں یہ کتب خانہ قائم ہوا - قاضی اکرم خاندان ایوبیہ کا وزیر بھی رہا - اس کتب خانے میں بیش قیمت کتب تھیں -

کوفہ و بصرہ کے کتب خانے :

بصرہ اسلام سے پہلے کا ایک قدیم شہر ہے جبکہ کوفہ حضرت عمرؓ کے حکم سے سعد بن ابی وقاصؓ نے آباد کیا تھا - اسلام کے ابتدائی دور میں کوفہ و بصرہ علم کے بڑے مرکز تھے - حدیث ، فقہ اور صرف و نحو کے ممتاز علما عموماً ان ہی شہروں سے آٹھے -

کتب خانہ ابن سوار : ابو علی بن سوار ایک عالم تھا - یہ علماء کا قدردان تھا ، علم کا مربی تھا اور ہمہ وقت علم کے فروغ کی جدوجہد میں مصروف رہتا تھا - اس نے دو کتب خانے کھولے تھے - ایک بصرے میں اور دوسرا "رام ہرمز" میں - مؤرخین دونوں کتب خانوں کی بہت تعریف کرتے ہیں - المقدسی کی روایت کے مطابق بصرے کا کتب خانہ زیادہ بڑا تھا اور یہاں کام نسبتاً زیادہ ہوا کرتا تھا - ایک عالم دینیات کی تعلیم بھی دیا کرتا تھا - "مقامات حریری" میں اس کتب خانے کا ذکر بھی ہے - طلبہ ان کتب خانوں میں مطالعہ کرتے تھے اور کتابوں کی نقل کرتے تھے جبکہ کتب خانے کی طرف سے ان کے کھانے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا -

---

۱ - ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی -

Marfat.com

کتب خانہ مدرسۂ نظامیہ : خواجہ نظام الملک طوسی نے جو جامعہ نظامیہ بغداد قائم کیا اُس کی ایک شاخ بصرے میں بھی قائم ہوئی ۔ مدرسہ نظامیہ بصرہ سے ملحق ایک کتب خانہ بھی تھا جس سے طلبا اور اساتذہ استفادہ کرتے تھے ۔

ابن الہیثم (متوفی ۴۳۰ھ مطابق ۱۰۳۸ع) : علومِ ریاضی و طبیعات کا ماہر تھا ۔ دو سو کتب کا مصنف تھا ۔ اس کی تصنیف ''المناظر'' بہت اہم ہے ۔

کوفہ کے امام کا کتب خانہ : کوفہ کے مشہور فاضل احمد بن یحیٰی ثعلب (۲۹۰ھ) کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جو کہ بیش قیمت کتابوں سے آراستہ تھا ۔ ۱

کتب خانۂ حیدری :

یہ کتب خانہ آج بھی نجف اشرف میں موجود ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابنِ ابی طالب کے مزار سے ملحق ہے ۔ عراق کے شہر نجف کو حضرت علی کے مدفن ہونے کی وجہ سے دنیا میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ۔ جب یہاں حیدری کتب خانہ قائم ہوا تو اس شہر کو علمی دنیا میں بھی ایک اہم مقام حاصل ہو گیا ۔

قیامِ کتب خانہ : اس کتب خانے کے قیام کی صحیح تاریخ تو معلوم نہیں ہو سکی تاہم اس کے قیام کا زمانہ چوتھی صدی ہجری

---

۱ ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔ علمائے سلف از مولانا حبیب الرحمٰن شروانی ۔

Marfat.com

قرار دیا جاتا ہے ۔ عضد الدولہ (متوفی ۳۷۲ھ) کا نام اُن نامور حضرات کی فہرست میں ملتا ہے جن کا تعلق اس کتب خانے سے رہا ہے ۔[1]

تفصیل کتب خانہ : حضرت علیؓ کی مقدس درگاہ کے مشرق سمت ایک وسیع کمرہ ہے جس میں یہ کتب خانہ قائم ہے ۔ اسے دیکھنے کے لیے اجازت لینی پڑتی ہے ۔ اس کی کتابیں بیش قیمت ہیں لیکن بے ترتیب ۔ کتابوں کی کوئی باقاعدہ فہرست نہیں ، لیکن فارسی و عربی کے بڑے نادر و بیش قیمت علمی مسودات ہیں ۔ اس کتب خانے کا سب سے بیش قیمت حصہ وہ ہے جہاں مصحف رکھے گئے ہیں ۔ وہ نہایت ہی حسین خط میں لکھے گئے ہیں ۔ ان پر نہایت خوشنما گلکاری کی گئی ہے ۔ جلدیں بھی نہایت خوبصورت اور پائیدار ہیں ۔

قلمی نسخے : یہاں فارسی اور عربی کے بڑے ہی نادر و بیش قیمت قلمی مسودات بھی ہیں ۔ ان میں سے اکثر مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ۔ مثلاً "معجم الادباء" کی پہلی جلد جسے اس کے مصنف یاقوت حموی نے لکھا ہے ۔ ابو حیان اندلسی کی تصنیف "التقریب" بھی مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہے ۔ "المسائل الشیرازیہ" ابو الفارسی کی تصنیف کا نسخہ ہے جس کی تصحیح بھی مصنف نے خود ہی کی تھی ۔ "نہج البلاغہ" کا نسخہ بھی ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ ایک قلمی نسخہ "المنجر من المحاۃ" کا ہے جسے ہبہ الدین بن علی محررہ نے ۵۲۶ھ میں لکھا تھا ۔ وہ بھی یہیں رکھا ہوا ہے ۔[2] یہ قلمی نسخے اس کتب خانے

---

۱ ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔
اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

کی قدر و قیمت و احترام میں اضافے کا باعث ہیں اور قاری کو روحانی نور سے لبریز کر دیتے ہیں ۔

شیعہ تصانیف : اس کتب خانے میں مسلک اہلِ شیعہ کی تصانیف بھی کثیر تعداد میں ہیں جن میں خاص طور پر امانت اور اصابت پر زور دیا گیا ہے ۔ قرآن مجید کی وہ آیات جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے آن کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں ، وہ کتب خانے میں نہیں بلکہ درگاہ مقدس میں رکھی ہوئی ہیں ۔

موصل کے کتب خانے :

کتب خانۂ حنین بن اسحاق : فاضل طبیب حنین بن اسحاق کو اپنے عہد کی چار کارآمد زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا ۔ وہ یونانی ، شامی ، فارسی اور عربی کا ماہر تھا ۔[۱] اس کے کتب خانے میں علم طب کی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا ۔ یہ مختلف زبانوں کی کتب تھیں ۔ اس نے بہت جانفشانی و جدوجہد سے یہ کتابیں جمع کی تھیں ۔ اس نے محض کتابیں جمع کرنے کے لیے مختلف ملکوں کی سیاحت کی تھی ۔ ہر سفر میں خاصی تعداد کتب کی جمع کر کے لایا کرتا تھا ۔ اس نے بہت سے ترجمے بھی کیے تھے اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۔ فنِ حدیث و فنِ لغت کا ماہر تھا ۔ ابوالعباس ثعلب نے بغداد کے اس کتب خانے میں ایک ہزار رسالے فنِ لغت کے دیکھے تھے جن کا اسحاق مطالعہ کر چکا تھا ۔ وہ موسیقی کا بھی

---

۱ ۔ علمائے سلف از مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی ۔ مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

Marfat.com

ماہر تھا ۔ اس کتب خانے کا شمار اُس وقت کے بہترین کتب خانوں میں ہوتا تھا ۔

موصل کے درس گاہی کتب خانے : موصل کے مدرسے بہت مشہور تھے اور ہر مدرسے کے ساتھ ویسا ہی عظیم الشان کتب خانہ تھا ۔ سلطان نور الدین زنگی کے بھائی غازی سیف الدین (متوفی ۵۴۴ھ) کے مدارس سیفیہ ، عقیقیہ ، نور الدین کے پوتے عزالدین (متوفی ۵۸۹ھ) کا مدرسہ عربیہ بہت عالی شان مدارس تھے اور ان کے کتب خانے بھی ویسے ہی عظیم الشان تھے ۔ موصل میں علماء و فضلاء کے ذاتی کتب خانے بھی تھے ۔

جعفر بن محمد بن حمدان موصلی (متوفی ۳۲۳ھ مطابق ۹۳۴ع) خود بھی ایک بہت بڑا عالم تھا ۔ اس نے اپنے شہر میں ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا ۔ اس کے ساتھ ایک نہایت عمدہ ، بیش بہا کتب سے آراستہ ، کتب خانہ بھی ملحق ۔ اس میں درس و تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا تھا ۔ تحصیل علم کے شوقین طلبہ کثرت سے آتے تھے ۔ جعفر خود بھی ایک استاد تھا ۔ وہ درس و تدریس کے ذریعے علم کی اشاعت کرتا ۔ وہ مصنف بھی تھا اور اپنی تصانیف بھی پڑھ کر سنایا کرتا تھا ۔ اس مدرسے میں ہر شخص کا بلا تخصیص داخلہ ہو سکتا تھا ۔ غریب طلبہ کی مالی امداد بھی کی جاتی تھی ۔ مؤرخین نے اس کی بہت تعریف کی ہے ۔

مرو کے کتب خانے :

مرو قرون وسطی میں علمی مرکز تھا ۔ اس نے نامور علماء پیدا کیے ۔ یاقوت حموی نے مرو کے دس کتب خانوں کا ذکر کیا ہے ۔

Marfat.com

اس نے لکھا ہے کہ صرف ایک کتب خانے میں بارہ ہزار کتب تھیں۔ اس نے اپنی مستند تصنیف "معجم البلدان" مرتب کرتے وقت مرو کے دس کتب خانوں سے استفادہ کیا تھا۔ یہاں کے تین کتب خانے بہت مشہور ہیں۔

۱۔ کتب خانہ عزیز الدین : اس کو چھٹی صدی ہجری میں عزیز الدین حاجب نے قائم کیا تھا۔

۲۔ کتب خانہ مدرسہ نظامیہ :

۳۔ کتب خانہ الدمریہ : یاقوت حموی کو "الدمریہ" کے کتب خانے سے دو سو کتابیں بلاضمانت مستعار مل گئی تھیں۔ ان کتب خانوں سے تمام اہل علم بلا تخصیص استفادہ کرسکتے تھے۔[۱]

بخارا کے کتب خانے :

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بخارا اسلام کے ابتدائی دور میں ایک اہم علمی مرکز تھا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ بخارا کے مدرسوں اور کتب خانوں کا اندازہ علماء کے مزاروں سے ہو سکتا ہے۔ مزاروں پر ان کی تصنیفات کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ امام بخاری محمد بن اسمعیل (م ۱۹۴ھ مطابق ۸۱۰ع) اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تصنیف بخاری شریف کو قرآن کریم کے بعد صحیح مانا گیا ہے۔ بخارا نامور مصنفین و علماء کا مرکز تھا۔

کتب خانہ نوح بن منصور : (متوفی ۳۸۷ھ مطابق ۹۷۷ع) :

اس نے اکیس برس نہایت شان و شوکت سے حکومت کی۔

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ علمائے سلف از حبیب الرحمن شروانی۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

Marfat.com

اس نے ایک کتب خانہ قائم کیا اور غیر معمولی لگن سے اس میں کتابیں جمع کیں ۔ بو علی سینا نے بھی اس کتب خانے سے استفادہ کیا تھا ۔ ابن خلکان نے اس کو عدیم المثال کہا ہے اور یہ کہ اس میں نایاب اور نادر روزگار کتب جمع تھیں ۔

سمرقند کے کتب خانے :

آٹھویں صدی عیسوی میں کاغذ کی صنعت کی بنیاد سمرقند میں رکھی گئی جس نے کتابوں کی تصنیف اور کتب خانوں کے قیام کو فروغ دیا ۔ خوارزم شاہی سلاطین اور سامانیوں کے عہد میں سمرقند اپنی علمی ترقی کی وجہ سے مشہور ہوگیا ۔

علم ہیئت کے خصوصی کتب خانے : سمرقند علم ہیئت کا بڑا مرکز تھا ۔ امیر تیمور نے سمرقند میں ایک رصدگاہ تعمیر کی تھی ۔ اس کے پوتے الغ بیگ نے بھی ۸۲۳ھ مطابق ۱۴۲۰ء میں ایک رصدگاہ بنوائی تھی اور چار علماء صلاح الدین موسی معروف قاضی زادہ رومی ، ملا علاء الدین قوشجی ، غیاث الدین جمشید اور معین الدین کاشانی کی مدد سے "زیچ الغ بیگ" تیار کرائی ۔ ایسے آلات رصد بنوائے جو کہ انھی کی ایجاد تھے ۔ تاریخ کہتی ہے کہ سمرقند کی ہر رصدگاہ کے ساتھ علم ہیئت کے خصوصی کتب خانے تھے اور سمرقند اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا تھا ۔

مراغہ کا علم ہیئت کا عظیم الشان کتب خانہ :

ہلاکو خان (متوفی ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۵ء) نے نصیر الدین طوسی کی تحریک پر ایک رصدگاہ مراغہ میں تعمیر کی تھی جس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا ۔ اس میں تقریباً چار لاکھ کتابیں تھیں ۔

Marfat.com

ہلاکو خاں نے عباسی عہد کے کتب خانوں اور بغداد و شام وغیرہ کے کتب خانوں کی بچی کھچی کتابیں بھی شامل کر لیں۔[1] ہلاکو خان نے اپنے دورِ حکومت میں اہلِ علم کی خوب قدردانی کی۔ مراغہ کے عظیم کتب خانے کا مہتمم مشہور مؤرخ و مصنف ابنِ فوطی کو مقرر کیا۔

نیشاپور کے کتب خانے:

نیشاپور علمی مرکز تھا جہاں بہت سے ممتاز عالم پیدا ہوئے۔ امام الحرمین (متوفی ۴۸۸ھ)، فریدالدین عطار (متوفی ۶۲۰ھ) اور عمرخیام جیسے نامور عالم یہاں پیدا ہوئے۔ امام موفق جیسے عالم کی درس گاہ تھی۔ عمر خیام، نظام الملک طوسی اور حسن بن صباح اسی درس گاہ کے پڑھے ہوئے تھے۔ امام موفق ان کے استاد تھے۔ تین بیہقی نام کے محدث، مؤرخ و مصنف بھی نیشاپور کی سرزمین نے پیدا کیے۔ ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ مطابق ۱۰۶۶ع) کتابیں لکھنے اور نقل کرنے میں مصروف رہے اور حدیث کا درس دیتے رہے۔ دوسرے ابوالفضل بیہقی (متوفی ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۷ع) مؤرخ تھے۔ انھوں نے "جامع التواریخ" تیس جلدوں میں لکھی۔ ظہیرالدین بیہقی (متوفی ۵۶۵ھ مطابق ۱۱۷۰ع) نے مختلف مضامین پر ستّر سے زائد کتب لکھیں۔ نیشاپور مدرسوں اور کتب خانوں سے معمور تھا[2]۔

---

۱ - تمدن عرب از سید بلگرامی۔ علوم عرب از جرجی زیدان، ص ۲۲۷۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ص ۱۲۵۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو، مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔ ہسٹری آف ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔

۲ - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔ نظام الملک طوسی از عبدالرزاق کانپوری۔ تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو، مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔

Marfat.com

کتب خانہ ابو عبدالرحمٰن سلمی (۳۲۵ھ تا ۴۱۲ھ) : یہ اعلیٰ پائے کا عالم تھا اور بہت دولت مند تھا اور دولت کا بڑا حصہ نادر کتب کی فراہمی میں صرف کر دیتا تھا ۔ اس کی بیش قیمت کتابوں کو ہر فرد بلاامتیاز پڑھ سکتا تھا اور علمی استفادہ کر سکتا تھا اور مستعار بھی لے جا سکتا تھا ۔

نیشاپور کے چار کتب خانے : نیشاپور میں آل بویہ کے حکمران عضدالدولہ کا کتب خانہ تھا ۔ اسی شہر میں ابو نصر سہیل بن مرزبان کا مشہور کتب خانہ تھا ۔ ابو نصر کی نسبت علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ اس نے اپنی تمام دولت کتابیں جمع کرنے میں صرف کر دی تھی ۔ صرف کتابوں کی تلاش میں یہ اکثر بغداد کا سفر کیا کرتا تھا اور اس طرح اپنے کتب خانے کے لیے نادر کتابیں فراہم کیں ۔[1] مدرسہ نظامیہ کا کتب خانہ درس گاہی تھا جس کو ۴۵۷ھ مطابق ۱۰۶۴ء میں نظام الملک وزیر الپ ارسلان سلجوقی نے قائم کیا ۔

وزیر عبدالملک کندری کا کتب خانہ : سلجوقی سلطان طغرل بیگ (متوفی ۴۵۵ھ مطابق ۱۰۶۳ء) نیشاپور کا سلطان رہا ۔ اس کے عہد میں بہت سے کتب خانے قائم ہوئے ۔ ان میں اس کے وزیر عبدالملک کندری کا کتب خانہ بہت مشہور تھا ۔ یہ وزیر خود بھی ممتاز عالم تھا ۔[2]

---

۱ ۔ رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ، ص ۳۵ ۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خان زبیری ۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر ۔

۲ ۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ص ۱۷ ۔ خیام از سید سلیمان ندوی ۔

Marfat.com

کتب خانۂ قلعۂ الموت :

حسن بن سباح کا قلعۂ الموت ایک ایسا قلعہ تھا جو کہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنا ہوا تھا ۔ یہ کتب خانہ اسی قلعے میں تھا اور یہ پہاڑی قزوین کے قریب تھی ۔ اس کے کھنڈرات حسن بن صباح کی جنت اور کتب خانے کی یاد دلاتے ہیں ۔ ۱۲۵۶ع میں ہلاکو خان نے اس پر حملہ کیا تو اس کے ایک رکن علاؤالدین جوینی کی کوشش سے یہ کتب خانہ تباہی سے بچ گیا اور یوں ایک نایاب کتاب بھی بچ گئی جو "سرگرشت سید" کے نام سے حسن بن صباح کی سوانح حیات ہے ۔ اس کو حسن بن صباح کے استاد عبدالملک بن عطاش نے مرتب کیا تھا جو اسمٰعیلی مذہب کی تاریخ کے سلسلے میں اہم مواد فراہم کرتی ہے ۔

مشہد کے کتب خانے :

مشہد کی تقدیس : ایران کے شہر مشہد کی تقدیس حضرت امام علی رضا کے مزار مقدس کی وجہ سے ہے ۔ امام صاحب فرقۂ امامیہ کے آٹھویں امام ہیں ۔ ان کے دادا حضرت امام جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ) بلند پایہ عالم تھے ۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے استاد تھے ۔ امام علی رضا (متوفی ۲۰۳ھ) بھی عالم تھے ۔ صحیفۃ الرضاء ، طب الرضاء مسند امام رضا آپ کی مشہور تصالیف ہیں ۔ ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ علی گڑھ میں محفوظ ہے ۔

کتب خانۂ مشہد : اس کے قیام کی تاریخ تو نہیں ملتی ، لیکن ایک بزرگ ابو البرکات علی بن الحسین نے اپنی کتابیں اس کتب خانے کو وقف کردی تھیں اور چونکہ وقف کرنے کی تاریخ ۴۲۱ھ درج ہے تو اس حساب سے اس کتب خانے کی عمر ۹۷۵ سال سے زائد بنتی ہے ۔

Marfat.com

مذہبی کتب خانہ : یہ ایک مذہبی کتب خانہ تھا اور شروع بھی مذہبی کتابوں کے مجموعے سے ہوا تھا ۔ لیکن اس میں حکمت ، فلسفہ ، منطق اور ادب کی بھی کئی ہزار کتابیں موجود تھیں ۔ قرآن کریم کے قدیم قلمی نسخے اس کے سب سے قیمتی نوادرات شمار کیے جاتے تھے ۔ اس میں نفیس مخطوطات کا ایک ایسا ذخیرہ بھی موجود تھا جو دنیا میں کسی اور کتب خانے میں نہیں تھا ۔

شیراز کے کتب خانے :

علمی اہمیت : شیراز علم کا ایک اہم مرکز تھا ۔ شیخ سعدی مصلح الدین (متوفی ۶۹۲ھ) اور حافظ شیرازی محمد شمس الدین (متوفی ۷۹۲ھ) اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے ۔ ان شعراء سے سو برس پہلے بھی شیراز میں علمی فروغ کے لیے مدرسے اور کتب خانے قائم ہوچکے تھے ۔

کتب خانۂ عضدالدولہ : شیراز کا ایک مشہور دیلمی بادشاہ عضدالدولہ تھا (متوفی ۳۷۲ھ) ۔ اس کے شاہی محلات میں سے ایک محل محض کتابوں کے لیے مخصوص تھا جس کے بڑے بڑے کمرے نادر و نایاب کتابوں سے بھرے پڑے تھے ۔ بقول محمد زبیر (اسلامی کتب خانے) اس کتب خانے میں وہ تمام کتابیں تھیں جو اسلام کے آغاز سے اس کتب خانے کے قیام تک تصنیف ہوئی تھیں ۔[1]

بادشاہ کے جس محل میں یہ کتب خانہ قائم تھا اس کے متعلق المقدسی مصنف "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" نے لکھا ہے کہ

---

۱ ۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو، مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خاں زبیری ۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم از المقدسی ص ۴۴۹ [illegible]

عضدالدولہ نے شیراز میں ایک عالی شان محل تیار کروایا تھا جس کی نظیر مشرق و مغرب میں نہیں ہے ۔ کوئی جاہل آدمی ایسا نہ تھا جو اس میں داخل ہوا اور ششدر نہ رہ گیا ہو اور کوئی عالم ایسا نہ تھا جو اس میں داخل ہوا اور اس کا مشام جاں بہشت کی خوشبوؤں اور فرحتوں سے نہ بھر گیا ہو ۔ عضدالدولہ نے محل کے اطراف میں پانی کی نہریں جاری کی تھیں ۔ تمام عمارتیں گنبدوں کے تاج پہنے ہوئے تھیں اور ان عمارتوں کے اطراف میں باغیچے اور چمن لگے ہوئے تھے ۔ زمین کھود کر جھیلیں بنائی گئی تھیں اور ہر قسم کی آسائشیں مہیا کی گئی تھیں ۔ المقدسی نے کہا ہے کہ میں نے نوکروں کو یہ کہتے سنا تھا کہ اس محل میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) کمرے اور کئی مکانات تھے ۔ کتب خانہ ان کمروں کے علاوہ تھا ۔ اس کا سٹاف ناظر ، لائبریرین اور نگران پر مشتمل تھا ۔

یہ کتب خانہ ایک اونچے گنبد والے کمرے میں واقع تھا ، جس کے متصل بعض کمرے بطور گودام بنے ہوئے تھے ۔ خود میں نے (المقدسی نے) اس کتب خانے کو دیکھا تھا ۔ ان کمروں کے ساتھ بادشاہ نے قدِ آدم تین گز چوڑی لکڑی کی الماریاں بنوائی تھیں جن میں نیچے سے اوپر تک خانے بنے ہوئے تھے اور کتابیں ان خانوں میں چنی ہوئی تھیں ۔ ہر فن کے لیے ایک علیحدہ الماری تھی ۔ کتابوں کی فہرستیں بھی تھیں جن میں کتابوں کے نام درج تھے ۔ بجز اہلِ وجاہت کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا تھا ۔ نیچے اور اوپر کے حصوں میں تمام کتابیں وغیرہ اپنی اپنی جگہ قرینے سے رکھی ہوئی تھیں ۔ المقدسی مزید کہتا ہے کہ میں نے ہر کمرے میں دربان اور پردے دیکھے اور وہ ہوادار کمرہ بھی دیکھا جس کے

Marfat.com

اردگرد پانی کے نل لگے ہوئے تھے[1] - یہاں کی تمام الماریوں میں ڈھکن لگے ہوئے تھے جو بعض تو دروازوں کی طرح تھے اور بعض اوپر سے نیچے کھینچ کر مقفل کر دیے جاتے تھے - ان مقفل الماریوں میں قیمتی اور خوبصورت مجلدات گرد و غبار اور دھوپ سے محفوظ رہتے تھے -

بوعلی سینا نے بھی اس کتب خانے سے استفادہ کیا اور اس نے لکھا ہے کہ "میں ایک مکان میں داخل ہوا جس میں متعدد کمرے تھے، ہر کمرے میں کتابوں کے صندوق تھے - ایک کمرے میں عربی ادب کی کتابیں تھیں - دوسرے میں قانون کی کتب تھیں - اس طرح ہر کمرے میں مختلف شعبہ ہائے علم کی کتابیں تھیں اور ہر علم و فن کے لیے جدا کمرہ تھا اور جداگانہ فہرست تھی -"[2]

کتب خانہ ابن عمید: ابوالفضل ابن عمید (متوفی ۳۶۰ھ مطابق ۹۷۰ع) خاندان بویہ کا ایک وزیر اور ایک ممتاز عالم تھا - اس کا کتب خانہ بڑا بھی تھا اور مشہور بھی - اس کے کتب خانے کا مہتمم مشہور مؤرخ ابن مسکویہ تھا جو اپنی تاریخ میں اس کے بارے میں تفصیل سے بیان کرتا ہے - ابن مسکویہ لکھتا ہے کہ ہر علم و فن اور فلسفہ و ادب کے ہر شعبے سے اس کے پاس کتابیں تھیں -

---

۱ - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو ؛ مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی - احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم از المقدسی ل ص ۴۴۹ ؛ ارشاد الاریب جلد ۶ ص ۳۵۹ - ۳۶۳ بحوالہ اولگا پنٹو -

۲ - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی مترجم محمد حسین خان زبیری - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو ؛ مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ص ۲۳ ؛ ارشاد الاریب جلد ۶ ص ۳۵۹ تا ۳۶۳ بحوالہ اولگا پنٹو - رسائل شبلی از علامہ شبلی نعمانی ص ۳۶ -

Marfat.com

ان کا بوجھ سو اونٹوں کے برابر تھا۔ جب اس کا گھر ڈاکو لوٹ کر لے گئے تو اُس نے مجھے (ابن مسکویہ کو) دیکھتے ہی کتب خانے کی نسبت دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ سب کتابیں بچ گئیں۔ ایک بھی کم نہیں ہوئی۔ یہ سن کر کہا ہمیں ہر چیز مل سکتی ہے مگر یہ کتابیں کہاں سے ملتیں۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے پر بشاشت نمودار ہوگئی۔[۱]

کتب خانہ صاحب بن عباد : (متوفی ۳۸۵ھ مطابق ۹۹۵ع) یہ کتب خانہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں صرف دینیات کی کتابیں چار سو اونٹوں کا بوجھ تھیں۔ صرف کتب خانے کی فہرست چار سو جلدوں میں تھی۔ مالک کا پورا نام ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد اور لقب صاحب تھا۔ وہ اپنے زمانے کا علامہ اور سترہ کتابوں کا مصنف تھا۔ نوح بن منصور حاکم نے اسے بخارا بلایا اور عہدۂ وزارت پیش کیا تو اُس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ کتب خانہ منتقل کرنے میں دقت ہوگی۔ تیس اونٹوں پر لدی ہوئی کتابیں سفر میں اس کے ساتھ رہتی تھیں۔[۲]

الغرض مسلمان حکمرانوں اور خاندانوں مثلاً اُموی، عباسی، فاطمی، سامانی، غزنوی، بویہ، سلجوق، زنگی، ایوبی، تیموری، صفوی، قاچاری وغیرہ نے مدرسے بھی کثیر تعداد میں قائم کیے اور کتب خانے بھی۔ تمام اسلامی ممالک میں مدرسوں اور کتب خانوں

۱۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو، مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی ص ۱۰۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری۔ تجارب الامم لابن مسکویہ، طبع عکسی جلد ۶ ص ۲۸۹ بحوالہ اولگا پنٹو۔

۲۔ ڈاکٹر اولگا پنٹو۔

Marfat.com

کا جال پھیل گیا ۔ علم کی روشنی سے علماء و فضلاء اور اساتذہ نے پورے اسلامی معاشرے کو منور کردیا ۔

اندلس کے کتب خانے :

اہل اندلس اور خلفائے اندلس مدرسوں اور کتب خانوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے ۔ یہاں کے خلفاء نے سیکڑوں مدارس قائم کیے اور ہزاروں کی تعداد میں کتب خانے قائم کیے ۔ اندلس کا دارالسلطنت قرطبہ مختلف علوم و فنون کے ماہر علماء و فضلاء اور اطباء کا مرکز تھا ۔ پروفیسر فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی لکھتا ہے کہ اندلس کا پہلا حکمران اور اس کے بیشتر جانشین علم دوست اور علم پرور تھے[1] ۔

کتب خانوں کے قیام کے محرکات :

مسلمانوں میں اسلام کی محبت شدید تھی لہٰذا اسلامی زبان کی تعلیم نے بھی فروغ پایا ۔ دن بدن دین کی زبان کی تعلیم و تدریس کی طرف توجہ بڑھی اور اس کا ارتقاء ہوا ۔ پڑھنے کے رجحان کے ساتھ ساتھ کتاب سے انس اور کتابوں کو جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا اور کتب خانوں کی بنیاد پڑی ۔

الداخل کے عہد میں مخالفین کو مکمل شکست ہوگئی تھی ۔ اب سلطنت مستحکم ہوگئی اور امن قائم ہوگیا ۔ اسلحہ و معرکہ آرائی کی جگہ صنعت و حرفت کے فروغ اور اہل علم کے شوق میں

---

۱ ۔ دی عربز از فلپ کے ۔ سی ہٹی ۔ مسلمین کے کتب خانے ۔
اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو ۔ مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ۔ مترجم محمد حسین خان زبیری ۔

Marfat.com

غیر معمولی تیزی سے اضافہ ہوا۔ امن و امان کے ساتھ ثقافتی و صنعتی ترقی ہوئی اور ملک میں خوش حالی آگئی۔ فتوحات میں اضافہ ہوگیا اور بیت المال بھر گیا۔

حکومت نے رفاہ عامہ کی طرف توجہ کی۔ سڑکیں بنائیں، نہریں نکالیں جس سے زمین سیراب کی، پل بنائے۔ عوامی ضرورت کی چیزوں کو فراہم کرنے کے لیے دل کھول کر خرچ کیا۔ مدینۃ الزہرا کے بنانے میں الداخل نے دل کھول کر خرچ کیا۔ اس شہر کے ترقیاتی منصوبوں میں مشرق و مغرب کے فنکاروں نے حصہ لیا۔

قرطبہ میں آبادی بڑھی اور یوں قرطبہ ہرقسم کے تمدنی و تہذیبی ارتقاء میں مرکزیت کا حامل ہوگیا۔

وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر اونچے اونچے محل اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ باغات لہلہائے اور بازار بارونق ہوگئے۔ سڑکیں تعمیر ہوگئیں۔ یہاں کی مسجدیں جو فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھیں وہ بھی کافی تعداد میں تعمیر ہوئیں۔

قرطبہ علمی مرکز بن گیا۔ اس شہر کی علمی شہرت سن کر بیرون اندلس سے بھی علماء اور طالبان علم، نساخ، وراق اور تاجر قرطبہ میں جمع ہونے لگے۔ ان تمام طبقات کے لوگوں کی بدولت یہ شہر صنعت و تجارت کا مرکز اور علم کا گہوارہ بن گیا۔

طلیطلہ وغیرہ شہروں میں کاغذ کے کارخانوں کے قیام سے لوگوں کی توجہ تعلیم اور کتابوں کی تصنیف کی طرف بڑھی۔ کتابوں کے شائق کتابیں جمع کرنے لگے اور یوں کتب خانے بھی کثرت سے

Marfat.com

وجود میں آ گئے۔

اموی خلیفہ عبدالرحمٰن اول کا کتب خانہ :

یہ کتب خانہ بہت شان دار تھا۔ اس میں کتابوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور سب بیش قیمت کتابیں تھیں۔ یہ خلیفہ بہت بڑا ادیب اور شاعر تھا۔ اس نے تعلیم اور کتب خانوں کو کافی فروغ دیا۔ اندلس میں ایسے اکابرین و علماء بھی تھے جو فلسفے سے بہت دلچسپی رکھتے تھے اور کتابیں جمع کیا کرتے تھے۔[1]

عبدالرحمٰن الناصر کا عہد :

اس کے عہد میں شاہی کتب خانہ قرطبہ کے تمام کتب خانوں میں سب سے بہتر تھا۔

یہ خلیفہ کتابوں میں دلچسپی کے لیے اس قدر مشہور ہو گیا کہ اس کی شہرت بازنطینی حکمران تک پہنچ گئی۔ اس حکمران نے الناصر کی عنایت اور توجہ حاصل کرنے کے لیے سب سے عمدہ تحفہ ایک کتاب بھیجی جو دیستورلاس کی لکھی ہوئی تھی۔

اس کا نسخہ سنہرے حروف میں لکھا گیا تھا۔ یہ کتاب جڑی بوٹیوں کے موضوع پر تھی اور اس فن کی بہترین کتاب سمجھی جاتی تھی۔ جڑی بوٹیوں کی تصاویر کو رنگوں سے سجایا گیا تھا۔

اندلسی خلیفہ نے بازنطینی حکمران سے خواہش ظاہر کی کہ کوئی صاحب یونانی زبان سے عربی زبان میں اس کتاب کو منتقل کر دے کیونکہ خلیفہ یونانی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی یہ خواہش پوری کر دی گئی۔

۱۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو مترجم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔

Marfat.com

تاریخ کہتی ہے کہ اسلامی اندلس میں علم کو بہت فروغ ہوا۔ علم پرور بادشاہوں بالخصوص عبدالرحمٰن اول، ہشام اول، حکم اول، عبدالرحمٰن ثانی، عبدالرحمٰن ثالث اور حکم ثانی کے عہد میں علم و فن کے ہر شعبے نے بہت ترقی کی۔ بقول مؤرخ ڈوزی اسلامی اندلس میں ہر شخص پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں شان دار کتب خانوں اور اعالی درجے کی لیبارٹریوں سے معمور تھیں۔ غرناطہ میں ۱۳۷ مدرسے تھے۔ کتب خانوں کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔[1]

کتب خانوں کی اقسام : شاہی کتب خانے، درس گاہی کتب خانے، ذاتی کتب خانے، عوامی کتب خانے، الغرض ہر قسم کے کتب خانے موجود تھے۔ محض شہر غرناطہ میں عوامی یا پبلک کتب خانوں کی تعداد ستر تھی۔[2]

ایس۔ پی۔ سکاٹ نے لکھا ہے کہ ہر بڑے شہر میں کم از کم ایک بڑا کتب خانہ ضرور تھا جس کی الماریاں بلاتخصیص و بلاامتیاز ہر شخص کے لیے کھلی رہتی تھیں۔ ہر کتب خانے میں کتابوں کی فہرستیں مہیا رہتی تھیں۔

۱۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔ سپین کے کتب خانے۔ اخبار الاندلس، جلد سوم، ص ۵۱۳۔ اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

۲۔ سپین کے کتب خانے۔ اخبار الاندلس، جلد سوم، ص ۵۱۶۔ ۶۸۹۔ علوم عرب از جرجی زیدان، ص ۳۲۰۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔

Marfat.com

اکثر کتابیں مطلاّ و مذہّب ہوتی تھیں - قیمتی کتابوں کی جلدیں خوشبودار لکڑی اور پھول دار چمڑے سے باندھی جاتی تھیں - بعض پر سونا بھی چڑھا ہوتا تھا - اکثر کتب خانوں میں کتابیں خوشبودار اور قیمتی لکڑیوں مثلاً عود و عنبر ، آبنوس اور صندل کے بکسوں میں رکھ کر الماریوں میں رکھی جاتی تھیں -۱

کتب خانوں کے لحاظ سے قرطبہ کو سب شہروں پر برتری حاصل تھی - بقول مؤرخ ڈوزی اور اکبر شاہ خاں ، دنیا کے کسی شہر میں اس قدر قلمی کتابیں نہ تھیں جس قدر قرطبہ میں موجود تھیں - علامہ مقری نے لکھا ہے کہ جب اشبیلیہ میں کوئی عالم مر جاتا تھا تو اس کی کتابیں فروخت ہونے کے لیے قرطبہ میں آ جاتی تھیں - یہاں کے امراء کتب خانوں کے قیام کو فخر سمجھتے تھے -

الحکم ثانی کا کتب خانہ : اندلس میں کتب خانوں کی تحریک کو سب ہی بادشاہوں کے عہد میں فروغ ہوا مگر خلیفہ الحکم ثانی (از ۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ مطابق ۹۶۱ع تا ۹۷۶ع) کتابوں کے معاملے میں سب پر سبقت لے گیا - یہ عالم تھا اور اسے کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا - مؤرخ ڈوزی نے کہا ہے کہ الحکم ثانی جیسا عالم و فاضل بادشاہ سپین میں نہیں گزرا - یہ پڑھا لکھا بھی سب سے زیادہ تھا اور اس نے کتابیں بھی سب سے زیادہ جمع کیں - الحکم نے قرطبہ میں ایک شان دار کتب خانہ قائم کیا تھا -

---

۱ - اسلامی کتب خانے از اولگا پنٹو ، مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی - ہسٹری آف دی مورش ایمپائر از ایس - پی - سکاٹ - اخبار الاندلس ، مترجم منشی خلیل الرحمن - اسلامی کتب خانے از محمد زبیر - سپین کے کتب خانے -

Marfat.com

قرطبہ کے ایک کتب خانے کی عمارت کا منظر : مؤرخ سکاٹ نے قرطبہ کے ایک کتب خانے کا جو منظر پیش کیا ہے اُس سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ اُس زمانے کے مسلمان اپنے کتب خانوں کی عمارتوں کو سجایا کرتے تھے ۔ وہ لکھتا ہے[۱] اندلس کے خلیفہ الحکم ثانی کے کتب خانے کی عمارت شان و شوکت میں قصرِ شاہی سے کم نہ تھی ۔ اس کا فرش نہایت قیمتی سنگِ مرمر کا تھا ۔ دیواریں اور چھتیں سنگِ خام کی تھیں جن پر سنگ سبز اور سنگ سرخ کی پچی کاری کی گئی تھی ۔ الماریاں نہایت قیمتی صاف و شفاف لکڑیوں کی تھیں اور ان میں سے بعض قسم کی لکڑی کو محض اس لیے انتخاب کیا گیا تھا کہ وہ مشکل سے حاصل ہوتی تھی جبکہ بعض قسم کی لکڑی کو اس لیے چنا گیا تھا کہ اس سے لطیف خوشبو نکلتی تھی ۔ ہر ایک الماری پر سونے کے پتروں سے لکھا ہوا تھا کہ اس الماری میں کس مضمون کی کتابیں ہیں ۔ جگہ جگہ دیواروں پر مختلف لوگوں کے اقوال سنہری حروف میں لکھے ہوئے تھے تاکہ ان کو دیکھ کر لوگوں میں علم کا شوق اور بڑے بڑے علماء اور شعراء کے قدم بقدم چلنے کا ذوق پیدا ہو ۔ دارالکتابت میں ایک کثیر تعداد کاتبوں ، جلد سازوں اور جلد بندوں کی مقرر تھی ۔ بہترین کتابوں پر سونا چڑھایا جاتا تھا اور ان کو نقش و نگار سے مزیّن کیا جاتا تھا ۔ اُن صنّاعوں کی کاری گری تک کوئی نہ پہنچ سکا ۔

---

۱ ۔ ہسٹری آف دی مورش ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔ اخبار الاندلس از منشی خلیل الرحمن ص ۶۷۵ ۔ سپین کے کتب خانے ۔ دی عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔

Marfat.com

مؤرخین کی آراء : مؤرخین نے اس کتب خانے کی بہت تعریف کی ہے[1] ۔ علامہ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ یہ کتب خانہ تمام قدیم اسلامی کتب خانوں میں اعلیٰ و ارفع تھا ۔ مؤرخ سکاٹ کا بیان ہے کہ یہ کتب خانہ ایک ایسا علمی خزانہ تھا جو علماء کو محظوظ اور جاہلوں اور توہم پرستوں کو حیران و ششدر کرتا تھا ۔ اس کتب خانے میں عربی ، یونانی ، عبرانی وغیرہ کی چار لاکھ کتابیں جمع تھیں جن کی باقاعدہ فہرست مرتب کی گئی تھی اور یہ چوالیس جلدوں میں آئی ۔

ان کتابوں میں سے بہت کم ایسی تھیں جن کا مطالعہ الحکم نے نہ کیا ہو ۔ وہ کتابوں کا بغور مطالعہ کرتا تھا اور ان پر مفید حواشی لکھتا تھا ۔ علامہ مقری کا بیان ہے کہ الحکم کی یہ عادت تھی کہ جس کتاب کو وہ پڑھتا اسی پر مصنف کا شجرۂ نسب اور تاریخ ولادت و وفات لکھ دیتا ۔[2]

یہ مشہور ہوگیا کہ الحکم کے لیے کتابوں سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں ، لہذا لوگ ہدیوں اور تحفوں میں کتب بھیجنے لگے ۔ چونکہ یہ شہرت پھیل چکی تھی کہ خلیفہ سب سے زیادہ مصنفین کا قدردان ہے اس لیے بغداد ، بصرہ اور دیگر دور دراز کے شہروں میں رہنے

---

۱ ۔ ہسٹری آف دی مورش ایمپائر از ایس ۔ پی ۔ سکاٹ ۔ اخبار الاندلس مترجم منشی خلیل الرحمن ۔ دی عربز از فلپ کے ۔ سی ۔ ہٹی ۔ سپین کے کتب خانے ۔ اسلامی عہد کے کتب خانے از اولگا پنٹو ، مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی ۔

۲ ۔ عباسی عہد کے کتب خانے از اولگا پنٹو ، مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی ، مترجم محمد حسین خاں زبیری ۔

Marfat.com

والے مصنفین اپنی کتابیں خلیفہ کے نام معنون کر کے قرطبہ بھیج دیتے اور الحکم سے بھاری قیمت حاصل کرتے اور انعام بھی پاتے ۔ ہر شخص جو امیرالمومنین کی خدمت میں عزت و رسوخ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ کوئی نایاب اور مفید کتاب لےکر حاضر ہو جاتا تھا ۔

ابوالفرج اصفہانی نے عربوں کی شاعری پر ایک جامع کتاب بنام "کتاب الاغانی" لکھی ۔ الحکم نے ایک ہزار دینار میں یہ کتاب خریدی اور مصنف کی حوصلہ افزائی کی ۔

خلیفہ کے گماشتے دوسرے ملکوں اور شہروں مثلاً بغداد ، دمشق ، قاہرہ ، مکہ ، مدینہ ، کوفہ اور بصرہ جیسے علمی مراکز میں موجود رہتے تاکہ نایاب کتب خرید کر خلیفہ کے پاس بھجوا دیں ۔ ان نایاب کتب کی خریداری پر زرِ کثیر فراخ دلی سے خرچ کیا جاتا تھا ۔

ہر شہر میں خلیفہ الحکم کی طرف سے ایسے لوگ متعین تھے جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ کتابوں کو نقل کر کے قرطبہ میں بھیج دیں ۔

خلیفہ الحکم نے اپنے کتب خانے میں یونانی اور عبرانی زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرانے کے لیے سینکڑوں علماء کا ایک زبردست محکمہ بنا دیا تھا ۔

خلیفہ الحکم کے علمی ذوق نے اندلس میں اور خصوصاً قرطبہ میں کتب بینی کے شوق کو نہ صرف متحرک کیا بلکہ اس کو فروغ دیا ۔ اندلس میں قرطبہ کے ہر ایک شریف آدمی کو کتب بینی کا شوق ہوگیا تھا اور ہر گھر میں ایک کتب خانہ موجود ملتا تھا ۔

Marfat.com

اندلس کے ہر بڑے شہر میں ایک بڑا کتب خانہ سرکاری اہتمام سے قائم کیا ہوا تھا۔

خواتین میں ذوق کتب بینی :

کتب بینی کا ذوق مردوں تک محدود نہ تھا، بلکہ اس میں خواتین بھی شامل تھیں۔ شہزادہ احمد کی بیٹی عائشہ کا کتب خانہ اندلس کے نفیس اور مکمل کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس خاتون کے متعلق اخبار الاندلس میں لکھا ہے کہ اسے شاعری پر بھی کمال حاصل تھا اور نہایت فصیح و بلیغ خطیبہ بھی تھی۔

ابن قطین کا کتب خانہ :

عوام الناس میں ان لوگوں کے کتب خانے بھی تھے جو علم میں مشہور تھے۔ ابن قطین کا کتب خانہ عوام الناس کے کتب خانوں میں سر فہرست تھا۔ اس کا مالک قرطبہ کے امیر ترین گھرانوں میں سے تھا۔ جس محلے میں یہ مکین تھا اس کے تقریباً تمام مکان اسی کی ملکیت تھے۔

کتب خانے کی عمارت : ابن قطین نے کتب خانے کے لیے ایک مخصوص اور الگ عمارت بنوائی تھی۔ اس کی تعمیر میں یہ بات مد نظر رکھی گئی تھی کہ ایک خاص جگہ سے کتب خانے کی ساری کتابیں بیک وقت نظر آئیں۔ اس عمارت کے دروازے، چھت، دیواریں اور کھڑکیاں سب ہرے رنگ سے رنگ دیے گئے تھے۔ اسی طرح فرش پر بچھے ہوئے قالین اور ان پر پڑے ہوئے گاؤ تکیے بھی اسی رنگ کے تھے۔[1]

۱۔ سپین کے کتب خانے۔ عباسی عہد کے کتب خانے از اولگا پنٹو، مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رئیس احمد صمدانی۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر۔ اخبار الاندلس، مترجم منشی خلیل الرحمن۔

Marfat.com

کتب خانے کا اپنا عملہ تھا جو باقاعدگی سے اپنے فرائض انجام دیتا تھا ۔

اس کتب خانے کے نساخ خاص طور پر لکھنے اور نقلیں تیار کرنے کا کام کرتے تھے اور خلیفہ ان کو معاوضے میں معقول رقمیں عطا کرتا تھا ۔ پرسکون ماحول مہیا کیا جاتا تھا تاکہ وہ یکسوئی سے اور قلبی سکون کے ساتھ کام کر سکیں ۔

مہتمم : اس کتب خانے کے مہتمم شہر کے بڑے بڑے علماء مقرر ہوتے تھے ۔ کتب خانے کا ایک مہتمم ابو عبداللہ محمد (۳۱۷ھ تا ۳۹۶ھ) محلہ بنی قطبین ہی میں مقیم تھا ۔ یہ بسطہ کا تھا ۔ اس محلے میں امام مسجد مقرر ہوا اور یہاں کے لوگوں میں باوقار مقام حاصل کیا ۔ اس کا خصوصی کام کتابوں کی فہرستیں بنانا اور اہم اور نایاب کتابوں کی نقلیں تیار کرنا تھا ۔

ابن قطبین کو جب پتہ چلتا کہ کسی شخص کے پاس کوئی نادر کتاب موجود ہے یا نقل کی جا سکتی ہے تو وہ اس کتاب کو حاصل کرنے کے لیے بے دریغ روپیہ خرچ کرتا ۔ دگنی تگنی اور چوگنی رقم بھی ادا کر کے کتاب خرید لیتا ۔ اگر چوگنی قیمت پر بھی کتاب حاصل نہ ہوتی تو وہ کسی نہ کسی ترکیب سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ۔ اگر پھر بھی ناکام رہتا تو اس کتاب کی نقل حاصل کرنے کی کوشش کرتا ۔ جن کتابوں کو وہ حاصل کر لیتا تھا ان کو مستعار بالکل نہ دیتا تھا ۔

ابن قطبین کا شوق کتابوں تک محدود تھا اور اس کی آمدنی کا

Marfat.com

بیشتر حصہ کتابوں کی خریداری پر صرف ہو جاتا تھا۔ ابن قطبین کا کتب خانہ قرطبہ میں شاہی کتب خانے کے بعد سب سے بڑا تھا اور اس میں نادر اور بیش قیمت کتابیں تھیں۔ اس کتب خانے کے ذخیرے کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب اس کے خاندان کے لوگ مالی مشکلات میں گھر گئے اور مرحوم کا کتب خانہ بیچنے پر مجبور ہوگئے۔ محلے کی مسجد میں نیلام ہوا اور تمام کتب کی نیلامی میں ایک سال لگ گیا اور سونے کے چالیس ہزار سکے حاصل ہوئے۔[1]

قاسم بن سعدان کا کتب خانہ : قاسم بن سعدان ابن عبدالوارث بن یزید متوفی ۳۴۳ھ قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ ابو محمد اس کی کنیت تھی۔ اس نے وفات کے وقت اپنا کتب خانہ طلبا کے مطالعے اور استفادے کے لیے محمد بن سعد کے گھر منتقل کر کے وقف کردیا تھا۔[2]

ابوبکر زکریا یحییٰ بن مالک کا کتب خانہ : یہ طرطوشہ کا رہنے والا تھا۔ مالی بدحالی کی وجہ سے اپنا کتب خانہ بیچنے پر مجبور ہوا اور قرطبہ میں سکونت پذیر ہوگیا۔ یہاں جامع مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ہاتھ سے کتابیں نقل کر کے کامیاب نساخ کے فرائض انجام دیے۔

عبدالرحمٰن بن اسد الحسینی کا کتب خانہ : یہ بھی قرطبہ میں

۱۔ دی عربز از فلپ کے۔ ہی۔ ہٹی۔ اسلامی کتب خانے از محمد زبیر
۲۔ سپین کے کتب خانے۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ از ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم محمد حسین خان زبیری۔ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن از ڈاکٹر احمد شلبی۔ اسلامی عہد کے کتب خانے از [illegible] مترجم قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ ابتدائی لائبریری سائنس از رانیس احمد [illegible]

Marfat.com

سکونت پذیر تھا اور کسی ایسے شخص کو کتابیں مستعار نہ دیتا جو امانت و دیانت میں پختہ نہ ہو۔

محمد بن حزم معلم کا کتب خانہ : کتب خانوں کا قیام صرف امراء کا ہی مشغلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ شوق کم آمدنی والے لوگوں میں بھی پایا جاتا تھا ۔ محمد بن حزم ایک معلم تھا اور بچوں کو پڑھایا کرتا تھا ۔ اس کا بیٹا لڑکوں کو اور بیٹی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی ۔ ابنِ حزم کا ذریعۂ معاش صرف معلمی تھی اور اس کے دونوں بچے بھی اپنی آمدنی سے اپنے باپ کا خانگی معاملات میں ہاتھ بٹاتے تھے ۔ ابنِ حزم نے اپنی آمدنی کا ایک حصہ کتابوں کی خریداری کے لیے مخصوص کر رکھا تھا ۔ اپنے فارغ وقت میں یہ معلم اپنے دوستوں سے مستعار لی ہوئی نادر کتابوں کی نقل کر لیتا تھا ۔ اس میں اپنے کتب خانے کا مہتمم مقرر کرنے کی استطاعت نہ تھی ۔ اس کے باوجود اس کا کتب خانہ نہایت مرتب اور منظم حالت میں رہتا تھا ۔ ابنِ حزم کے لباس ، خوراک اور رہائش سے ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی فقیر ہے ، لیکن اس کا کتب خانہ قابلِ دید تھا ۔ ایسا عمدہ اور امتیازی کتب خانہ کسی کم آمدنی والے شخص سے بالکل متوقع نہ تھا ۔ ابنِ حزم حج کے لیے بحری جہاز سے جا رہا تھا کہ فوت ہو گیا اور اس کی لاش کو سمندر کے حوالے کر دیا گیا ۔

* * *

Marfat.com

مجلس ترقی ادب کی چند مطبوعات

نمبرشمار

۱ - مغربی شعریات : از محمد ہادی حسین .

۲ - یورپ میں تحقیقی مطالعے : از آغا افتخار حسین .

۳ - البدیع : از سید عابد علی عابد . . .

۴ - مقالات عرشی : از امتیاز علی خاں عرشی .

۵ - روح بیدل : از ڈاکٹر عبدالغنی . . .

۶ - فیض بیدل : از ڈاکٹر عبدالغنی . .

۷ - مولوی نذیر احمد دہلوی — احوال و آثار
از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی . .

۸ - محمد حسین آزاد — احوال و آثار : از ڈاکٹر محمد صادق

۹ - اکبر الہ آبادی : از ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

۱۰ - عبدالرحمٰن چغتائی — فن اور شخصیت :
مرتبہ ڈاکٹر وزیر آغا . . . .

۱۱ - ڈرامے کا تاریخی و تنقیدی پس منظر :
از ڈاکٹر محمد اسلم قریشی . . . .

۱۲ - اسلوب : از سید عابد علی عابد . . .

۱۳ - اردوے قدیم — دکن اور پنجاب میں : از ڈاکٹر محمد باقر

۱۴ - اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری :
از ڈاکٹر فرمان فتح پوری . . .

۱۵ - ارمغان ایران : مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی .

۱۶ - تعلیم و تہذیب : از پروفیسر حمید احمد خان

۱۷ - مقالات تاثیر : مرتبہ ممتاز اختر مرزا

۱۸ - فارسی زبان و ادب : از ڈاکٹر سید عبداللہ

۱۹ - نذر حمید احمد خان : مرتبہ احمد ندیم قاسمی

مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور

Marfat.com